احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

# انصاراللہ

ربوہ

اپریل ۱۹۹۵ء

ایڈیٹر
نصراللہ خان ناصر

## شیخ محمد احمد مظہر نمبر



# ایک عظیم الشّان پیشگوئی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبّت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر **علم اور معرفت** میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچّائی کے نُور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے **سب کا مُنہ بند** کر دیں گے اور ہر ایک قوم **اس چشمہ سے پانی پئے گی** اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھُولے گا یہاں تک کہ **زمین پر محیط ہو جاوے گا**......

سو اے سُننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں **محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پُورا ہو گا۔"**

(تجلّیاتِ الٰہیہ)

ماہنامہ

# انصار اللہ ربوہ

اپریل ـــــ ۱۹۹۵ء

شہادت ـــــ ۱۳۷۴ ہش

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ۔ دار الصدر جنوبی ربوہ

جلد نمبر ۳۶

شمارہ نمبر ۴

## شرح چندہ

پاکستان ـ چالیس (۴۰) روپے سالانہ

قیمت (خاص نمبر) پچیس (۲۵) روپے

## اس ماہ کے شمارہ میں

## اداریہ

# "یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا"

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس زمانہ میں قرآن کریم کا حسین چہرہ دنیا کو دکھلایا۔ اور اس کے حقائق و معارف سے تشنہ روحوں کو سیراب کیا۔ اس طرح مذہبی اور علمی دنیا کے سامنے دین حق کی عظمت اور کلام اللہ کا شرف ثابت کیا۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اس علمی انقلاب کا ایک نمایاں اور ممتاز پہلو ۱۹۹۵ء میں کتاب منن الرحمٰن کی تصنیف ہے۔ جس میں زبان کے آغاز۔ عربی زبان کے الہامی ہونے اور دنیا کی تمام زبانوں کا منبع اور ماخذ ہونے کا اعلان تھا۔ آپ نے مغربی محققین کے خیالات کے رد میں سنسکرت اور عبرانی کی بے بضاعتی کو ثابت کیا۔ آپ نے علمی دنیا کے سامنے بڑی تحدی سے یہ دعویٰ دلائل و براہین کے ساتھ پیش کیا کہ دنیا کی ہر زبان عربی سے نکلی ہے اور دراصل عربی کی ہی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اس بگاڑ کے متعلق وہ اصول و قواعد بھی بتائے گئے جس کے ذریعہ زبانوں کا عربی الاصل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جلسہ اعظم مذاہب لاہور ۱۸۹۶ء میں آپ نے عربی زبان کے ام الالسنہ ہونے کی بنیاد قرآن کریم احادیث نبویہ اپنے الہامات اور تاریخی مشاہدات پر رکھی۔ اور وہ عظیم صداقت جو ابتداء سے پردۂ اخفاء میں تھی واضح طور پر سامنے آگئی۔ اور دین حق کی عالمگیریت اور فوقیت کی دلیل بڑی آب و تاب سے سامنے آگئی۔ فرمایا

> "عربی کے الفاظ وہ الفاظ ہیں جو خدا کے منہ سے نکلے ہیں اور دنیا میں یہی ایک زبان ہے جو خدائے قدوس کی زبان، اور قدیم اور تمام علوم کا سرچشمہ اور تمام زبانوں کی ماں ہے۔"
>
> (اسلامی اصول کی فلاسفی)

حضرت اقدس مسیح موعود نے براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ سے ہی قرآنی حقائق و معارف دنیا کے سامنے رکھے اور اسے تمام علوم کا منبع اور سرچشمہ ثابت کیا۔ آپ نے منن الرحمٰن میں عربی کو ام الالسنہ ثابت کیا۔ آپ کے اس علمی کارنامہ نے بڑی شہرت پائی اور اس سے قرآن کریم کی فضیلت ظاہر ہوئی۔ گذشتہ سَو سال سے حضرت مسیح موعود کا علم کلام قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اکناف عالم میں یہ نور پھیل رہا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے جو خبر حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو دی تھی اس کا ظہور بڑی شان سے ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا۔ اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر

علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا.... سو اے سُننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا۔" (تجلیاتِ الٰہیہ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو ایسے عظیم الشان وجود عطا کئے جنہوں نے آپ کی عظیم برکت و قوت سے نور بصیرت پایا۔ اللہ تعالیٰ کے نُور سے دیکھنے والی آنکھ انہیں عطا ہوئی کہ وہ حجۃ اللہ اور نشان قرار پائے۔ علم و معرفت میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ بڑے بڑے سکالرز اور محققین کا منہ بند کر دیا۔

اس پس منظر میں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر۔ کے مبارک وجود کے بارہ میں ماہنامہ انصاراللہ کا یہ خاص نمبر ترتیب دیا گیا ہے۔ حضرت شیخ صاحب کا وجود سراپا شفقت تھا۔ وہ ایک اعلیٰ منتظم اور مدبّر تھے۔ آپ مستجاب الدعوات اور صاحبِ کشف و رؤیا بزرگ تھے۔ ایک ممتاز قانون دان، دیانت و صداقت جس کا شعار تھا۔ نہائت سادہ عجز و انکسار اور محبت و رأفت کا پیکر۔ سب کا دل موہ لینے والا محسن۔ زاہد و عابد شب زندہ دار۔ ایک عظیم ماہر لسانیات۔ محقق۔ متبحر عالم۔ جس نے لسانیات کی دنیا میں ایک تہلکہ برپا کر دیا۔

فلالوجی کی کوئی پرانی سائنس نہیں ہے۔ اس کی عمر دو سو سال کے قریب ہے۔ جب سیر و سفر آسان ہوئے تو قریہ قریہ بلاد و امصار کے باسیوں اور ان کی زبانوں کا علم حاصل کر لیا گیا۔ چنانچہ اہل یورپ نے زبانیں سیکھیں اور علم لسانیات پر تحقیق کی۔ نتیجۃً سنسکرت زبان کو آرین زبانوں کا ماخذ قرار دیا گیا۔ مگر جلد ہی اس نظریہ کو چھوڑ کر ڈچ۔ اطالوی اور عبرانی کو ام الالسنہ سمجھ بیٹھے۔

حضرت اقدس مسیح موعود کے نظریہ کہ عربی ام الالسنہ ہے اس پر حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے نصف صدی تحقیق میں لگا دی۔ اور دنیا بھر کی ۵۱ زبانوں کے بارہ میں ثابت کیا کہ یہ عربی سے بگڑ کر منصۂ شہود میں آئی ہیں۔ آپ نے متعدد کتب میں اپنی ریسرچ پیش کر کے علمی دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا۔ اور مستزاد اس پر کہ حضرت اقدس ؑ کی پیشگوئی کے مصداق ٹھہرے کہ "میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے" حضرت شیخ صاحب کے اس عظیم علمی کارنامہ سے یہ صداقت آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت ہوئی

"یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا۔"

---

**شکریہ و معذرت:** ماہنامہ انصاراللہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نمبر میں تصاویر کیلئے محترم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی اسسٹنٹ لائبریرین اور محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ فیصل آباد کے تعاون پر ادارہ ان کا ممنون ہے۔ نیز اس خاص نمبر میں بعض مضامین بوجوہ نہیں دیئے جا سکے۔ جس کیلئے ادارہ معذرت خواہ ہے۔ آئندہ کسی شمارہ میں ان مضامین کو جگہ دی جا سکے گی۔ (ایڈیٹر)

امام الکلام

# عربی کے فضائلِ خاصہ

..... عربی کے فضائل خاصہ ........ اُس کے اُمّ الالسنہ اور کامل اور الہامی زبان ہونے پر قطعی دلیل ہے پانچ خوبیاں ہیں جو مفصلہ ذیل ہیں۔

پہلی خوبی ــ عربی کے مفردات کا نظام کامل ہے یعنی انسانی ضرورتوں کو وہ مفردات پوری مدد دیتے ہیں، دوسرے لغات اس سے بے بہرہ ہیں۔

دوسری خوبی ــ عربی میں اسماء جاری و اسماء ارکان عالم و نباتات و حیوانات و جمادات و اعضائے انسان اپنی اپنی وجہ تسمیہ میں بڑے بڑے علوم حکمیہ پر مشتمل ہیں دوسری زبانیں ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

تیسری خوبی ــ عربی کا اطراد مواد الفاظ بھی پورا نظام رکھتا ہے اور اس نظام کا دائرہ تمام افعال اور اسماء کو جو ایک ہی مادہ کے ہیں ایک سلسلہ حکمیہ میں داخل کر کے اُن کے باہمی تعلقات دکھلاتا ہے اور یہ بات اس کمال کے ساتھ دوسری زبانوں میں پائی نہیں جاتی۔

چوتھی خوبی ــ عربی کی تراکیب میں الفاظ میں کم اور معانی زیادہ ہیں یعنی زبان عربی الفؔ لامؔ اور تنوینوں اور تقدیم تاخیر سے وہ کام نکالتی ہے جس میں دوسری زبانیں کئی فقروں کے جوڑنے کی محتاج ہوتی ہیں۔

پانچویں خوبی ــ عربی زبان ایسے مفردات اور تراکیب اپنے ساتھ رکھتی ہے جو انسان کے تمام باریک در باریک ضمائر اور خیالات کا نقشہ کھینچنے کے لئے کامل وسائل ہیں۔

..... ہمارا یہ فرض ہے کہ یہ تمام خوبیاں مخالف کو دکھلادیں اور اگر وہ کسی اور زبان کو الہامی اور اُمّ الالسنہ قرار دیتا ہے تو اس سے ان خوبیوں کا مطالبہ کریں ..... ہماری یہ تحقیقاتیں ایک جماعت کی تحقیقات ہے جس میں سنسکرت دان بھی ہیں لیکن اب ہم پورے طور پر اتمامِ حجّت کیلئے ایک ایسا طریق فیصل لکھتے ہیں جس سے کوئی گریز نہیں کر سکتا اور وہ یہ ہے کہ اگر ہم اس دعوے میں کاذب ہیں کہ عربی میں وہ پانچ فضائل خصوصیت کے ساتھ موجود ہیں۔ جو ہم لکھ چکے ہیں۔ اور کوئی سنسکرت دان وغیرہ اس بات کو ثابت کر سکتا ہے کہ اُن کی زبان بھی ان فضائل میں عربی کی شریک و مساوی ہے یا اُس پر غالب ہے تو ہم اس کو پانچ ہزار روپیہ بلا توقف دینے کے لئے قطعی اور حتمی وعدہ کرتے ہیں۔"

(منن الرحمٰن۔ روحانی خزائن جلد ۹ صـ ۱۳۷ تا ۱۳۹)

عربی منظوم کلام

# اُعْطِیْتُ نُوْرًا مِّنْ سِرَاجِ حِرَاءِ

عِلْمِیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ ذِی الْاٰلَاءِ ∴ بِاللّٰہِ حُزْتُ الْفَضْلَ لَا بِدَھَاءِ

میرا علم خدائے رحمان کی طرف سے ہے جو نعمتوں والا ہے۔ مَیں نے خدا کے ذریعہ فضل الٰہی کو حاصل کیا ہے نہ کہ عقل کے ذریعہ

اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَکَافِلُ اَمْرِنَا ∴ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْدَ فَنَاءِ

خدا ہمارا مولیٰ ہے اور ہمارے کام کا متکفّل ہے۔ اس دنیا میں بھی اور فنا کے بعد بھی

اُعْطِیْتُ مِنْ اِلْفٍ مَعَارِفَ لُبَّھَا ∴ اُنْزِلْتُ مِنْ حِبٍّ بِدَارِ ضِیَاءِ

مجھے محبوب کی طرف سے معارف کا مغز عطا کیا گیا ہے اور مَیں اپنے محبوب کی طرف سے روشنی کی جگہ میں اُتارا گیا ہوں

نَتْلُوْ ضِیَاءَ الْحَقِّ عِنْدَ وُضُوْحِہٖ ∴ لَسْنَا بِمُبْتَاعِ الدُّجٰی بِبَرَاءِ

ہم حق کی روشنی کی، اس کے ظاہر ہوتے ہی، پیروی کرتے ہیں۔ چاند طلوع ہو جانے کے بعد ہم تاریکی کے خریدار نہیں

رُبِّیْتُ مِنْ دَرِّ النَّبِیِّ وَعَیْنِہٖ ∴ اُعْطِیْتُ نُوْرًا مِّنْ سِرَاجِ حِرَاءِ

مَیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ اور آپ کے چشمے سے پلا ہوں اور غارِ حرا کے آفتاب سے مجھے نُور عطا کیا گیا ہے

اَلشَّمْسُ اُمٌّ وَّالْھِلَالُ سَلِیْلُھَا ∴ یَنْمُوْ وَیَنْشَاُ مِنْ ضِیَاءِ ذُکَاءِ

سورج ماں ہے اور ہلال اس کا فرزند جو سورج کی روشنی سے نشو و نما پاتا ہے

یَارَبِّ قَوْمِیْ غَلَّسُوْا بِجَھَالَۃٍ ∴ فَارْحَمْ وَاَنْزِلْھُمْ بِدَارِ ضِیَاءِ

اے میرے ربّ! میری قوم جہالت سے اندھیرے میں چلی گئی ہے سو تُو رحم کر اور انہیں روشنی کے گھر میں اُتار

(انجامِ آتھم۔ رُوحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۶، ۲۷۷)

فارسی منظوم کلام

# از نورِ پاکِ قرآں صبحِ صفا دمیدہ

از نورِ پاکِ قرآں صبحِ صفا دمیدہ		بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ

قرآن کے پاک نور سے روشن صبح نمودار ہو گئی اور دلوں کے غنچوں پر بادِ صبا چلنے لگی

ایں روشنی و لمعاں شمس الضحٰی ندارد		ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

ایسی روشنی اور چمک تو دوپہر کا سورج بھی نہیں رکھتا اور ایسی کشش اور حسن تو کسی نے چاند میں بھی نہیں دیکھا

یوسفؑ بقعرِ چاہے، محبوس ماند تنہا		ویں یوسفے کہ تنہا از چاہ بر کشیدہ

یوسفؑ تو ایک کنوئیں کی تہ میں اکیلا گرا تھا مگر اس یوسف نے بہت سے لوگوں کو کنوئیں سے نکالا ہے۔

از مشرقِ معانی صدہا حقائق آورد		قدِ ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ

حقائق کے منبع سے یہ سینکڑوں باریکیاں اپنے ساتھ لایا ہے اور نازک پھول کی کمر ان حقائق کی باریکیوں کو دیکھکر جھک گئی ہے

کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد		شہدیست آسمانی، از وحیِ حق چکیدہ

اس کے علوم کی حقیقت تو جانتا ہے کیا شان رکھتی ہے وہ تو ایک آسمانی شہد ہے جو خدا کی وحی سے ٹپکا ہے

آں نیرِ صداقت چوں رو بعالم آورد		ہر بومِ شب پرستے، در کنجِ خود خزیدہ

یہ سچائی کا سورج جب اس دنیا میں ظاہر ہوا تو رات کے پجاری اُلّو اپنے اپنے کونوں میں جا گھسے

آنکس کہ عالمش شد، شد مخزنِ معارف		واں بے خبر ز عالم، کیں عالمے ندیدہ

جو اس کا عالم ہو گیا وہ خود معرفت کا خزانہ بن گیا وہ جس نے اس عالم کو نہیں دیکھا اسے دنیا کی کچھ خبر ہی نہیں

اے کانِ دلربائی، دانم کہ از کجائی		تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ

اے حسن کی کان میں جانتا ہوں کہ تو کس سے تعلق رکھتی ہے تو تو اس خدا کا نور ہے جس نے یہ مخلوقات پیدا کی ہیں

(براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ ۳۰۴-۳۰۵)

## تبرکات

### عکس خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام



عبارت خط    محبی اخویم منشی ظفر احمد صاحب    السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

لڑکا نوزاد مبارک ہو۔ اس کا نام محمد احمد رکھ دیں۔ خدا تعالیٰ با عمر کرے۔ آمین

والسلام    خاکسار    غلام احمد عفی اللہ عنہ




بمقام کپورتھلہ خاص دار الریاست۔ بخدمت محبی اخویم منشی ظفر احمد صاحب اپیل نویس    KAPURTHALA

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی وفات کے موقعہ پر فرمایا:۔

"حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر سلسلہ کے بہت چوٹی کے بزرگ تھے۔ بہت متبحر عالم تھے۔ مجھے ان سے ذاتی گہری محبت تھی۔ وہ وقفِ جدید کے صدر تھے اور میں ان کا ماتحت تھا۔ اُن میں (رفقاء) کا سارنگ تھا۔ اگر تابعین نے کبھی (رفقاء) کا سارنگ اختیار کیا ہے تو حضرت شیخ صاحب اُسکی بہترین مثال تھے۔ آپ بہت مرنجان مرنج اور بہت وسیع اخلاق کے حامل تھے۔ بہت متوازن شخصیت تھی.... نیکی کا ہر پہلو آپ میں نمایاں تھا۔ تقویٰ طہارت اور حُسنِ خُلق کا وہ انداز تھا۔ جو لوگوں کو بے ساختہ اپنی طرف کھینچتا تھا۔ فیصل آباد کی ساری جماعت آپ کی عاشق تھی۔ آپ میں مزاح کی بھی بہت خوبصورت حِس تھی۔ ایک ہی لطیفہ بار بار اس انداز سے سُناتے تھے کہ ہر بار نیا لُطف پیدا کر دیتے تھے"۔

حضور انور نے فرمایا:

"مَیں نے ایک نظم میں ایک شعر خاص طور پر ان کو ذہن میں رکھ کر کہا۔ وہ شعر یہ تھا ؎

یہ شجرِ خزاں رسیدہ ہے مجھے عزیز یا رب
یہ اِک اور فصلِ تازہ کی بہار تک تو پہنچے

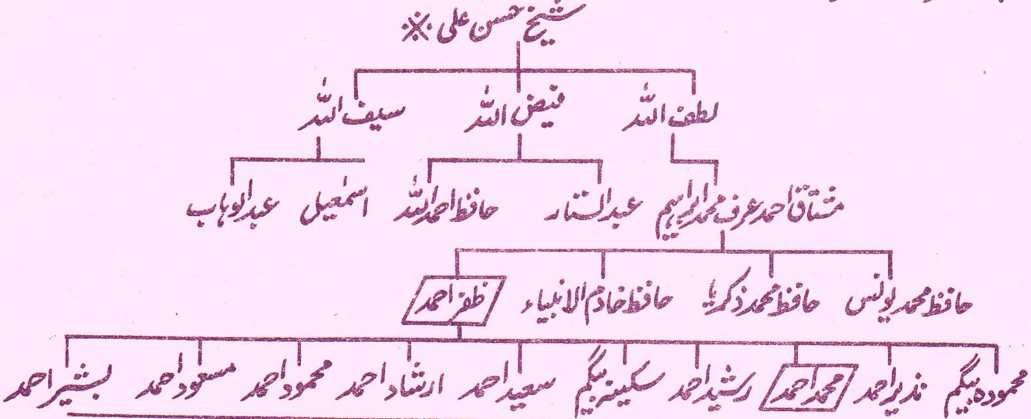
(الفضل ۱۲۔ جون ۱۹۹۳ء)

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کے خود نوشت

# خاندانی کوائف وحالات

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر۔ عشق و فدائیت کا رنگ رکھنے والے کپور تھلہ کے جس خاندان کے چشم و چراغ ہیں اسے ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ اطاعت و وفاداری اور قربانیوں میں قابل رشک یہ خاندان تعلق باللہ اور علم و معرفت میں بڑی قدر و منزلت رکھتا ہے۔ ان میں ایسے سعید فطرت وجود پیدا ہوئے جنہیں دورِ آخرین میں خاص خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے اپنے والد ماجد کی سیرت کے سلسلہ میں اپنے خاندانی کوائف و حالات تحریر فرمائے۔ وہ تاریخ سلسلہ کا اہم حصہ ہیں۔ آپ ہی کے الفاظ میں یہ حالات دیئے جا رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

**ولادت اور شجرہ نسب:** والد صاحب کا تاریخی نام "انظار حسین" تھا۔ اور سالِ وفات "وارث فردوسی باشش" ہے۔ گویا آپ سنہ ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور سنہ ۱۳۶۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اس لحاظ سے ۸۰ سال یا سن عیسوی کے پیش نظر ۷۸ سال آپ کی عمر ہوئی۔ شجرۂ نسب حسب ذیل ہے۔




※ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کا بیان ہے۔

"شیخ حسن علی صاحب ضلع میرٹھ میں ۳۶ گاؤں کے مالک تھے جو (۱۸۵۷ء۔ ناقل) میں جاتے رہے۔

## شکل و شمائل

قد چھوٹا۔ چہرہ باوقار اور بہت خوبصورت۔ آنکھیں بڑی بڑی اور بہت روشن۔ پیشانی بہت اونچی۔ جس سے ذہانت اور دقیق الفہمی عیاں تھی۔ ڈاڑھی چھوٹی چھوٹی اور خوشنما۔ جسم سڈول اور مضبوط۔ آواز بہت شیریں۔ قرآن شریف بہت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ چہرہ ہر وقت شگفتہ اور متبسم رہتا تھا کہ گویا ایک لازوال خزانہ ہاتھ آگیا ہے اور دنیا و مافیہا سے بے نیازی حاصل ہو گئی ہے۔ چہرے کی یہ شگفتگی، ضعیف العمری۔ بیماری اور مرتے دم تک اسی طرح قائم رہی۔ رفتار میں تیزی۔ کلام میں سلاست اور روانی۔ زبان بہت پاکیزہ بولتے تھے۔ مثلاً یہ نہیں کہتے تھے۔ کہ پس خوردہ بلکہ یہ کہ "ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کا کھانا کھایا"۔ محاورات میں ادب کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اور رکیک الفاظ سے اجتناب۔ بات کرتے تو دل میں اتر جاتی ؎

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل

## داداجان کی قبولِ احمدیت اور ان کی دعا کی برکت

مندرجہ بالا شجرۂ نسب میں مشتاق احمد عرف محمد ابراہیم ہمارے دادا کا نام ہے۔ جو بہت ہی عبادت گزار اور درود و وظائف پڑھنے والے بزرگ تھے۔ والد صاحب کی بیعت کر لینے کے بعد دادا صاحب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوئے لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد ہی دادا صاحب کا انتقال ہو گیا۔ یہ معلوم نہیں کہ ان کو بعد بیعت حضور کی زیارت کا شرف حاصل ہوا یا نہیں۔ دادا صاحب کی آخری بیماری میں والد صاحب نے جو کپورتھلہ میں ان کے پاس تھے۔ ان کی بہت خدمت اور تیمار داری کی۔ والد صاحب کے تین اور بھائی تھے جو تینوں حافظ قرآن تھے۔ والد صاحب خود حافظ تو نہ تھے۔ لیکن قرآن شریف خوب یاد تھا۔ اور حافظے کی مدد سے ہر مضمون

---

بقیہ حاشیہ

شیخ فیض اللہ صاحب قصبہ باغپت ضلع میرٹھ میں تحصیلدار تھے۔ اور حافظ احمد اللہ صاحب سلطان پور ریاست کپورتھلہ میں بڑے دبدبے اور شان کے تحصیلدار رہے ہیں۔ اور اب تک ان کی یاد کپورتھلہ میں تازہ ہے۔ میری پیدائش باغپت ضلع میرٹھ کی ہے ...... میرے والد صاحب مرحوم باغپت میں بٹوارہ کی تقسیم پر متعین تھے۔ باغپت میں ملازم ہونے سے پہلے والد م گجرات اور جالندھر میں منصرم رہے تھے۔ اور بندوبست میں کام کرتے تھے۔ شیخ قانون گو ہماری قوم ہے۔ شیخ عبدالدائم صاحب عالمگیر علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں مسلمان ہوئے۔ لیکن ہمارا خاندان ان سے بہت پیشتر مسلمان ہو چکا تھا۔ جب کہ ہستناپور اصل وطن ..... اس زمانہ میں تھا۔ مغلوں کے زمانہ میں ہم قانون گو ہوتے تھے۔" (سیرت ظفر صؔ۶)

کی آیت پڑھ دیتے تھے۔

فرماتے کہ جب تمہارے دادا کے فوت ہونے کا وقت قریب آیا تو انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ میں نے پوچھا آپ کیا دعا مانگ رہے ہیں۔ فرمانے لگے کہ تم نے میری بڑی خدمت کی ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ تمہیں بہت اولاد دے۔

خدا کی شان ہے کہ والد صاحب کے تینوں بھائی بے اولاد رہے اور والد صاحب کی وفات کے وقت ان کے اولاد و احفاد پچیس نفوس تھے۔ اور والد صاحب کی شاخ آگے چلی۔ والد صاحب نے دو شادیاں کیں۔ ایک محترمہ سیدہ بدر النساء صاحبہ سے۔ ان کے والد میرٹھ کے تھے اور بالآخر مکہ شریف چلے گئے تھے۔ سیدہ موصوفہ وفات پا چکی ہیں۔ دوسری شادی بڈھانہ کے اقارب میں محترمہ بتول بیگم سے ہوئی۔ اور وہ زندہ ہیں۔ دونوں شادیوں سے اولاد ہوئی۔

## وطن

آبائی وطن شہر مظفر نگر سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ ہے۔ بڈھانہ نامی جو ہمارا قدیمی وطن ہے۔ لیکن دادا صاحب اور ان کے چچا فیض اللہ صاحب قصبہ باغپت ضلع میرٹھ میں ملازم تھے۔ اور شیخ فیض اللہ صاحب باغپت میں تحصیلدار تھے۔ والد صاحب کی پیدائش باغپت میں ہوئی۔ اور اکثر تعلیم بھی وہیں پائی۔ اس سے پیشتر دادا صاحب گجرات اور جالندھر میں منصرم رہے تھے۔ اور بندوبست میں کام کرتے تھے۔ یہاں پر یہ ذکر کر دینا مناسب ہے کہ صوبہ پنجاب میں جب ابتدائی بندوبست ہوئے تو بندوبست کے اکثر کارکن یوپی سے لائے گئے تھے۔ اور ہمارا خاندان قانونگو کہلاتا ہے۔ مغلوں کے وقت سے اراضی کے متعلق قوانین کا جاننا اور بندوبست اراضی کرنا ہمارا خاندانی پیشہ تھا۔

ایک بزرگ شیخ عبدالدائم صاحب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں مسلمان ہوئے ہمارا خاندان اس سے بہت پیشتر مسلمان ہو چکا تھا۔ جب کہ ہستناپور اصل وطن ہمارا اس زمانے میں تھا۔

## والد صاحب کی تعلیم

اس زمانہ میں تعلیم کے لئے سکول و کالج نہ ہوتے تھے۔ بلکہ مکتبی تعلیم کا سلسلہ ہوتا تھا۔ اسی طریق پر والد صاحب نے تعلیم پائی۔ اور زبان فارسی اور درسی کتب کی تکمیل کی۔ فرماتے ہمارے ایک ہندو استاد تھے۔ پیپل داس نامی۔ اثنائے سبق میں بعض دفعہ ہندو مذہب اور اسلام کے متعلق ان سے بحث ہو جاتی۔ اور وہ ہندو مذہب کے بارے میں دلائل دیتے۔ اور ہم ان کی تردید کرتے۔ آخر وہ بوجہ منصف مزاج ہونے کے ہمارے دلائل تسلیم کر لیتے اور کہتے کہ ریت کی دیوار کو کوئی کہاں تک سہارا دے سکتا ہے۔

## آپ کی ذہانت

...... مکتبی تعلیم سے والد صاحب جب فارغ ہوئے تو سترہ سال کے قریب عمر تھی۔ فرماتے انہی ایام میں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں تحصیلدار کی کچہری میں مجھے جانا پڑا۔ وہاں پر ایک تحریر کسی نے خطِ طغرئے میں لکھ کر امتحاناً پیش کی ہوئی تھی۔ سب لوگ اُس تحریر کے پڑھنے میں ناکام رہے۔ میرا تازہ علم تھا۔ میں نے تحصیلدار کے سامنے وہ تحریر جو خطِ طغرئے میں تھی بالکل صحیح پڑھ دی۔ جس سے لوگوں میں میری ذہانت کا بہت اثر ہوا۔ اور تحصیلدار نے کہا آپ میری سررشتہ داری قبول کریں۔ فرماتے میری والدہ نے ملازمت کی اجازت نہیں دی۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کا دیا ہوا رزق کافی ہے۔ کیونکہ ہمارا زمیندارہ اس زمانے میں معقول صورت میں تھا۔

## کپورتھلہ چلے آنا

غرض تقریباً سترہ سال کی عمر میں اپنا وطن چھوڑ کر آپ کپورتھلہ آئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے چچا حافظ احمد اللہ صاحب قصبہ سلطان پور ریاست کپورتھلہ میں تحصیلدار تھے ان کے اولاد نہ تھی اور والد صاحب کو اپنے بیٹے کی طرح وہ محبوب جانتے تھے۔

## دادا جان اور آپ کی وضعداری اور سیر چشمی

حافظ احمد اللہ صاحب نے اپنی وفات سے قبل اپنی جائیداد جو بہت کثیر تھی والد صاحب کے حق میں لکھ دی تھی۔ ان کی وفات کے بعد والد صاحب نے وہ تحریر شیخ محمد ابراہیم صاحب یعنی میرے دادا کو دکھائی۔ لیکن دادا صاحب نے فرمایا کہ تمہاری چچی ایک تو بے اولاد ہیں اور حافظ صاحب کی وفات کا صدمہ بھی انہیں ہے۔ اگر تم یہ جائیداد لو گے تو بیوہ کی مزید دل شکنی ہوگی۔ والد صاحب نے اس نصیحت کے مطابق وہ تحریر اسی وقت چاک کر دی۔ اور تمام جائیداد پر اپنی چچی کا دخل کرا دیا۔ اور چچی صاحبہ کے فوت ہونے کے بعد وہ تمام جائیداد مرحومہ کے ورثاء کو مل گئی۔ والد صاحب کو نہیں ملی۔

وضعداری کا ایک اور واقعہ اسی قسم کا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے ایک موضع اُنیس ہزار روپیہ میں رہن کیا ہوا تھا۔ جسے ساٹھ سال کے قریب ہو گئے تھے۔ اس کے آزاد کرانے کا حق والد صاحب کو پہنچتا تھا۔ ایک ساہوکار نے چاہا کہ مقدمہ کر کے وہ موضع آزاد کرائے اور تمام صرف برداشت کرنے کا ساہوکار نے ذمہ لیا۔ اس شرط پر کہ آزاد ہونے پر نصف موضع ساہوکار کو دیا جائے۔ والد صاحب نے یہ سودا تقریباً طے کر لیا اور اپنے بڑے بھائی حافظ خادم الانبیاء صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ لیکن بڑے بھائی نے اس قسم کے سودے کو وضعداری کے خلاف اور خاندانی وقار کے برعکس جان کر رد کر دیا۔ بڑے بھائی کے ادب کی وجہ سے والد صاحب خاموش ہو رہے اور پھر وہ موضع آزاد نہ ہو سکا۔

## کپورتھلے میں ذریعہ آمد

ریاست کپورتھلہ میں والد صاحب نے کسب معاش کرنی چاہی اور آپ عدالت میں اپیل نویس مقرر ہوگئے۔ اس زمانے میں سرکار کی طرف سے ایک ہی شخص کو اپیل نویسی کی اجازت ہوتی تھی۔ اس لئے معقول آمدنی پیدا ہو جاتی تھی اور ملازمت کی نسبت بہت آزادی تھی۔ والد صاحب تحریر میں بہت مشاق اور ماہر تھے۔ اس لئے گو آپ کا نام بطور اپیل نویس مشہور تھا۔ لیکن اس زمانے کے مجسٹریٹ آپ سے سررشتہ داری کا کام لیتے تھے۔ اور آپ کی بجائے ایک اور شخص اپیل نویسی کا کام کرتا تھا۔ جو آمدنی کا کچھ حصہ لے لیتا تھا۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ یہ طریق میرے لئے بہت مفید رہا۔ کیونکہ مجھے ملازمت والی پابندی نہ تھی۔ اور مَیں حسب دلخواہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ اور اپنے اوقات کا بہت سا حصہ حضور کے قدموں میں گذارتا۔ کچھ عرصہ بعد واپس آتا اپنے ساتھی سے آمدنی وصول کرتا اور پھر قادیان چلا جاتا۔ حکام میری قدردانی اور عزت کرتے تھے۔ اس لئے اس قسم کی آمدورفت میں کوئی تعرض نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس خیال سے آپ اپنے مرشد کے عاشق ہیں زیادہ رعائت برتتے تھے۔ ان دنوں میں حضرت صاحب کی مقبولیت اور آپ کی خدا پرستی کا مسلم اور غیر مسلم میں یکساں شہرہ تھا اور لوگ اہل اللہ کے بارے میں بہت محتاط تھے۔

## عشق و محبت کی مجالس اور رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ کا نقشہ

حضرت منشی روڑا صاحب مرحوم اسی عدالت میں نقشہ نویس تھے اور حضرت محمد خان صاحب مرحوم کا دفتر بھی پاس ہی تھا۔ محمد خان صاحب مرحوم ریاست کے ایک بڑے کارخانہ یعنی سرکاری اصطبل کے انچارج تھے۔ اور تین چار سو آدمی ان کے ماتحت تھے۔ سینکڑوں گاڑیاں اور گھوڑے تھے۔ اور ان کے ملازم اس اصطبل کے متوسلین میں سے تھے۔ کچہری سے فارغ ہو کر والد صاحب اور منشی اروڑا صاحب محمد خان صاحب کے دفتر چلے جاتے۔ دوسرے احمدی احباب اپنے کاموں اور ملازمتوں سے فارغ ہو کر یہیں جمع ہو جاتے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر ہوتا۔ یا آپ کی کوئی کتاب پڑھی جاتی۔ یا درثمین کی نظمیں خوش الحانی سے پڑھتے۔ عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں یہیں ادا ہوتیں۔ اور بہت رات گئے احباب اپنے گھروں کو جاتے۔ غرضیکہ یہ تمام لوگ عشق و محبت کے بندے تھے۔ اور آپس میں بے نظیر ہمدردی اور محبت رکھتے تھے۔ اگر کسی دن کوئی شخص محفل میں شریک نہ ہوتا۔ تو اس کے گھر پر جا کر خبر پرسی ہوتی۔ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ کا نقشہ خدا کے فرستادوں سے محبت کا نتیجہ ہوتا ہے۔

## حضور کے محبوں کی عمروں میں برکت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ آپ کے محبوں کی عمر میں اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔ جماعت کپور تھلہ کے (رفقاء) تقریباً سارے کے سارے لمبی عمریں پانے والے ہوئے۔ اس کا اندازہ حسب ذیل ہے۔

| | |
|---|---|
| ۱۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم یکے از ۳۱۳ | ۱۰۰ سال |
| ۲۔ " فیاض علی صاحب مرحوم " " | ۹۵ " |
| ۳۔ " روڑا صاحب مرحوم " " | زائد از ۸۰ " |
| ۴۔ مولوی محمد حسین صاحب ساکن بھاگو رائے یکے از ۳۱۳ | ۷۵ سال تقریباً |
| ۵۔ حافظ امام الدین صاحب | ۹۰ سال |
| ۶۔ میاں جی نظام الدین صاحب | ۹۰ " |
| ۷۔ منشی حبیب الرحمٰن صاحب | ۷۰ " |
| ۸۔ منشی ظفر احمد صاحب یکے از ۳۱۳ | ۸۰ " |
| ۹۔ میاں محمد یوسف صاحب | ۹۲ " |
| ۱۰۔ میاں احمد حسین صاحب | ۹۳ " |
| ۱۱۔ مفتی چراغ دین صاحب | ۸۰ " |
| ۱۲۔ میاں فضل محمد صاحب میر شکار | ۸۰ " |

راقم نے ان تمام (رفقاء) کو دیکھا ہے اور ان کی عمروں میں برکت کا پایا جانا اس امر سے اور بھی نمایاں اور اہم ہو جاتا ہے کہ سنہ ۱۹۰۰ء کے بعد طاعون کی وباء ملک میں پھیلی۔ کپور تھلہ میں بھی اس وباء نے بہت شدت اختیار کی۔ مُردے اُٹھانے اور کفن ۔ن کے لئے آدمی مشکل سے ملتے تھے۔ روزانہ کثیر اموات ہوتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ آپ کے سچے مرید طاعون سے محفوظ رہیں گے ...... خدا تعالیٰ کے فضل نے سب کو محفوظ رکھا۔ ان کے ارد گرد رہنے والے کثرت سے طاعون کا شکار ہوئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت اور شان ہے کہ کپور تھلہ کی جماعت میں ہر فرد محفوظ رہا کسی کا کان بھی گرم نہ ہوا۔ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

یہ تمام وہ دوست ہیں جنہوں نے اپنے اپنے رنگ میں سلسلہ حقہ کی خدمات کیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے محبوں میں داخل ہوئے اور بموجب وعدہ ایزدی لمبی عمریں پائیں۔ وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ۔"

## شعروسخن کی مجالس اور کپورتھلہ کے کوائف

کپورتھلہ میں شعروسخن کا بڑا چرچا تھا۔ وجہ یہ کہ ابتداء سے ہی یو۔پی کے بیس پچیس خاندان روزگار کے سلسلہ میں یہاں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے اور اتفاق سے ایک ہی محلّہ میں آباد تھے۔ جو ہندوستانیوں کا محلّہ کہلاتا تھا۔ ان کی آپس میں برادری۔ لین دین۔ زبان اور تمدّن قائم رہا۔ مولوی محمد حسین صاحب آزاد ان دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر تھے۔ اور اپنے ایک شاگرد حکیم جعفر علی صاحب بیمار کی وجہ سے کپورتھلہ ان کی آمدورفت تھی۔ مشاعرے ہوتے تھے۔ اور بعض دفعہ آزاد صدر مشاعرہ ہوتے تھے، طرح پر نظمیں کہی جاتی تھیں۔ اسی طرح کے ایک مشاعرہ میں والد صاحب نے بھی ایک غزل پڑھی۔ والد صاحب کی نوعمری کا عالم تھا۔ تین شعر مجھے والد صاحب کے ایک دوست کی زبان سے یاد ہیں ؎

؎ دشت میں بھی نہیں ملتا دلِ وحشی کا سراغ ⁂ ہم نے ہر خار کا پھر پھر کے ٹٹولا پہلو

خوابِ راحت سے کہیں چونک نہ اُٹھے مجنوں ⁂ ابھی لینا نہ خدا کے لئے لیلےٰ پہلو

اس دوسرے شعر پر آزاد پھڑک اُٹھے اور یہ شعر حاصلِ مشاعرہ شمار ہوا۔

نگہِ بد سے ظفر دیکھ سکے کیا بد ہیں ⁂ میرے ہر شعر کا پہلو ہے چھُری کا پہلو

اس زمانے میں اسی قسم کے مشاعرے ہوتے تھے اور گرامی جو بعد میں حیدرآباد دکن کے ملک الشعراء ہوئے اور ان کے رشتہ دار ترکی جو ریاست نابھہ کے درباری شاعر ہوئے۔ دونوں کپورتھلہ میں ہی رہتے تھے۔ علم وادب کی پُر لطف صحبتیں ہوتیں۔ اور یہ دونوں فارسی کے اعلیٰ شاعر تھے۔ کپورتھلہ میں مشاعرہ کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔ بعد کے زمانہ میں حفیظ جالندھری بھی کپورتھلہ کے مشاعروں میں شامل ہوتے تھے۔ "شاہنامۂ اسلام" پہلی دفعہ انہوں نے کپورتھلہ میں ہی سنایا۔ غرض یہ ہے کہ کپورتھلہ میں ایک بہت عمدہ علمی ماحول تھا۔ اور مشاعروں میں سب لوگ بڑی خوشی سے شرکت کرتے تھے۔ اور یہ گویا ایک مشترکہ پلیٹ فارم تھا۔ خود راجہ صاحب کو زبان کا بہت شوق تھا اور بہت سی زبانیں وہ خود جانتے تھے۔۔۔ ...... بعض دفعہ آل انڈیا مشاعرے بھی کپورتھلہ میں ہوتے تھے۔ جن میں حکومت کی طرف سے پوری امداد اور تعاون بہم پہنچتا تھا۔ ہندوستان بھر کے مشہور ادیب اور شاعر جمع ہوتے تھے۔ ۱۹۴۷ء تک یہ سلسلہ کسی نہ کسی رنگ میں جاری رہا۔ لیکن پھر ؎

صبح تک وہ بھی نہ چھوڑی تُو نے اے بادِ صبا ⁂ یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک

کپورتھلہ کے حالات میں اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ اس ماحول کا اندازہ ہو جہاں پر مسیح موعود علیہ السلام کے خدام اوّلین رہتے تھے۔ ریاست کی آبادی میں ۵۶ فیصدی مسلمان تھے۔ اسلامی

علم وادب اور تمدن کا اثر تھا اور مسلم اور غیر مسلم ایک دوسرے کی تقریبات میں شامل ہوتے۔ بیاہ شادی کے موقعہ پر ایک دوسرے کو تنبول دیتے۔ کھانا اکٹھے کھاتے اور رواداری کا رنگ ہر محفل میں تھا۔

## ترکِ شعر گوئی

والد صاحب کے متعلق ذکر شعر و سخن تھا۔ مندرجہ بالا اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ طبیعت رسا تھی لیکن دو چار نظموں کے سوا اور وہ بھی نو عمری میں آپ نے مسلسل مشقِ سخن نہیں کی۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں باریاب ہونے کے بعد شعر گوئی کو ترک کر دیا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہے۔

خاکسار کی بہت چھوٹی عمر تھی اور مَیں ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا کہ مَیں نے تُک بندی کے طور پر ایک غزل لکھی اور جیسا کہ بچوں کا شوق ہوتا ہے والد صاحب کے ایک دوست کو سُنائی۔ اس دوست نے والد صاحب کے پاس شکایت کے رنگ میں بات پہنچائی کہ اس لڑکے کو شعر کہنے سے باز رکھا جائے۔ اس وقت والد صاحب نے مجھے کچھ نہیں کہا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد چلتے چلتے ایک دن متبسم ہو کر میرے چہرے پر نظر ڈالی اور فرمایا "تم شعر کہا کرتے ہو؟" مَیں نے شرم سے آنکھیں نیچی کر لیں۔ پھر خود ہی فرمانے لگے کہ ہم تو اسے یعنی شعر گوئی کو لغو کام سمجھ کر چھوڑ چکے ہیں۔ تمہیں اگر شوق ہو تو سلسلہ احمدیہ کی خدمت کے لئے شعر کہہ لیا کرو۔ یہ بات میرے دل میں گھر کر گئی۔ اور مَیں نے بعد میں جب اردو اور فارسی میں شعر کہنے شروع کئے تو والد صاحب کی یہ نصیحت ہر شعر کہتے وقت میرے سامنے شحنۂ راہ اور مشعلِ ہدایت تھی۔ مَیں مشاعروں میں بھی شریک ہوا اور طرحی اور غیر طرحی نظمیں لکھیں۔ لیکن مروجہ رنگِ تغزل سے بفضلِ خدا ہمیشہ مجتنب رہا اور سلسلہ حقہ کی تائید میں لکھنے کی توفیق اس نصیحت کی بدولت ملی۔ اَلْحَمْدُ عَلٰی اِحْسَانِہٖ

ایک دفعہ کرتارپور میں مولوی ثناء اللہ کے ساتھ مناظرہ تھا۔ والد صاحب ایک طرف سے صدرِ محفل تھے۔ مولوی ثناء اللہ خود کو شیرِ پنجاب کہنے کے عادی تھے۔ اور ان کے اس تفاخر کو توڑنے کے لئے والد صاحب نے فی البدیہہ کہا ؎

مقابلے میں جو روبرو ہو نہیں ہے تابِ جلال تم کو
بزعمِ خود تم ہو شیر بنتے سمجھتے ہیں ہم شغال تم کو

## آغازِ تعلق، مطالعہ براہین احمدیہ اور بیعت

براہینِ احمدیہ جب چھپی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا ایک نسخہ حاجی ولی اللہ صاحب کو بھیجا جو کپور تھلہ میں مہتمم بندوبست تھے۔ اور ہمارے پھوپھا صاحب مرحوم منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور کے چچا تھے۔ حاجی صاحب براہین احمدیہ کا نسخہ اپنے وطن

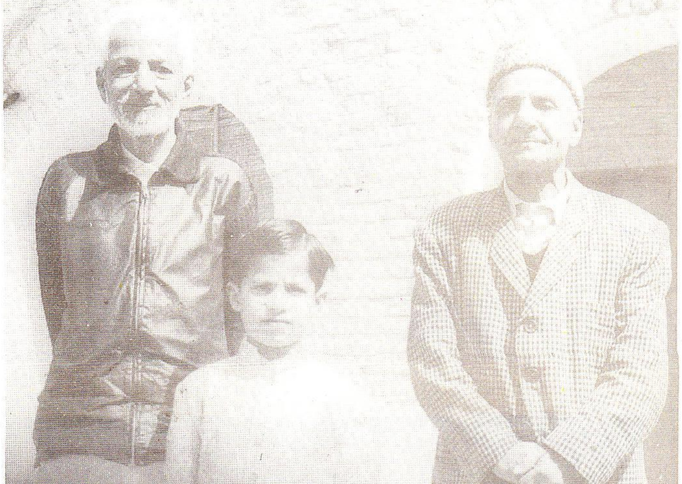
(رفیق حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ)



حضرت منشی ظفر احمد صاحب (وفات - ۱۹۴۲ء)



حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر اپنے بیٹوں اور داماد کے ساتھ۔ ۱۹۵۷ء بر موقعہ عید
دائیں سے بائیں۔ مکرم شیخ ناصر احمد صاحب ظفر۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر۔ مکرم شریف احمد صاحب (داماد)۔ مکرم شیخ طاہر احمد صاحب ظفر۔ پیچھے کھڑے ہوئے۔ مکرم شیخ حمید احمد صاحب ظفر۔ مکرم شیخ اقبال احمد صاحب ظفر۔ مکرم شیخ مظفر احمد صاحب ظفر۔ مکرم شیخ لطیف احمد صاحب ظفر



دو بھائی

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر اور آپ کے بڑے بھائی محترم شیخ نذیر احمد صاحب (بائیں طرف)

قصبہ سرادہ ضلع میرٹھ میں لے گئے۔ وہاں عند الملاقات والد صاحب کو وہ کتاب حاجی صاحب نے دے دی۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس کتاب کو پڑھا کرتے اور اس کی فصاحت و بلاغت پر عش عش کر اُٹھتے کہ یہ شخص بے بدل لکھنے والا ہے اور براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے والد صاحب کو حضرت صاحبؑ سے محبت ہو گئی۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد والد صاحب کپورتھلہ آ گئے۔ اور حاجی صاحب والد صاحب سے براہین احمدیہ پڑھوا کر سُنتے۔ منشی روڑا صاحب اور محمد خان صاحب نے بھی کتاب کا مطالعہ کیا۔ اور انہیں بھی محبت پیدا ہوئی۔

اس کے بعد اتفاق ایسا ہوا کہ والد صاحب جالندھر اپنے رشتہ دار کو ملنے گئے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب بھی کسی سفر کے اثناء میں جالندھر ٹھہرے اور بعد کا واقعہ ؎ والد صاحب کی روایات میں مفصّل

---

؎ حضرت منشی ظفر احمد صاحب ..... کی روایت ہے کہ

"ہمارے رشتہ دار منشی عبد اللہ صاحب جالندھر میں صدر واصل باقی نویس تھے جو حاجی صاحب (حاجی ولی اللہ صاحب سیشن جج کپورتھلہ۔ ناقل) کے بہنوئی تھے۔ ان سے ملنے میں جالندھر جایا کرتا تھا۔ جالندھر میں اسی طرح ایک مرتبہ گیا ہوا تھا کہ معلوم ہوا ایک بزرگ کہیں سے جالندھر آ رہے ہیں۔ یہ سرمہ چشم آریہ کی طباعت سے پیشتر واقعہ ہے۔ جالندھر اسٹیشن پر مَیں اور میرا ایک رشتہ دار گئے۔ وہاں دو تین سَو آدمی حضور کی پیشوائی کے لئے موجود تھے۔ اور کنور بکرمان سنگھ صاحب نے اپنا وزیر اور سواری حضور کے لانے کے لئے بھیجے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب ریل سے اُترے یہ صحیح یاد نہیں کہ حضور کہاں سے تشریف لا رہے تھے۔ لوگوں نے مصافحہ کرنا شروع کیا اور وزیر مذکور نے حضور کو بکرمان سنگھ صاحب کے ہاں لے جانے کو کہا۔ اس درمیان میں مَیں نے بھی مصافحہ کیا تو حضور نے دریافت فرمایا آپ کہاں رہتے ہیں۔ مَیں نے کہا کپورتھلہ۔ لیکن یہاں میرے ایک رشتہ دار منشی عبد اللہ صاحب بوچڑ خانہ کے قریب رہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ چنانچہ بکرمان سنگھ صاحب کی گاڑی میں حضور، مولوی عبد اللہ صاحب سنوری، حافظ حامد علی صاحب اور خاکسار سوار ہو کر منشی عبد اللہ صاحب کے مکان پر آ گئے۔ جب حضور گاڑی سے اترنے لگے تو بہت ہجوم ..... ہو گیا۔ عورتیں اپنے بچے حضرت صاحب کی طرف کرتی تھیں کہ حضورؑ کے کپڑوں کی ہوا لگ جائے۔ اس وقت اعتقاد کا یہ عالم تھا..... آٹھ نو بجے صبح آپ اسٹیشن پر اترے تھے اور بعد نماز ظہر واپس اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ آپ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اور میرے مصافحہ کرنے پر فرمایا ہم سے

درج ہے اور جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے والد صاحب کی آمد و رفت قادیان شروع ہو گئی یہ سنہ ۱۸۸۴ء و سنہ ۱۸۸۵ء کے قریب کا واقعہ ہے۔ والد صاحب نے بہت دفعہ حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور بیعت لے لیں۔ لیکن حضور نے انکار فرمایا کہ مجھے حکم نہیں۔ جب لدھیانہ سے حضور نے بیعت کا اعلان فرمایا۔ تو والد صاحب و محمد خان صاحب و منشی روڑا خان صاحب کے نام ایک خط لکھا کہ آپ بیعت کے لئے کہا کرتے تھے۔ مجھے اب اذنِ الٰہی ہو چکا ہے۔ اس خط کے مطابق مذکورہ اصحاب نے لدھیانہ پہنچ کر بیعت کی۔

....... منشی عبدالرحمٰن صاحب والد صاحب کے ابتدائی ساتھیوں میں سے تھے۔ ان کا شمار ۳۱۳ میں ہے۔ نہایت عبادت گذار ولی اللہ تھے۔ جب لدھیانہ میں حضرت صاحب نے بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو والد صاحب نے منشی عبدالرحمٰن صاحب سے لدھیانہ چلنے کو کہا۔ منشی صاحب نے فرمایا کہ میں استخارہ کر لوں۔ والد صاحب نے کہا تو تم استخارہ کرو ہم تو جاتے ہیں۔ منشی روڑا صاحب محمد خان صاحب اور والد صاحب یکے بعد دیگرے لدھیانہ کو روانہ ہو گئے۔ پہلے منشی روڑا صاحب نے بیعت کی۔ بعد میں والد صاحب کے بیعت کرتے وقت حضرت صاحبؑ نے دریافت فرمایا آپ کے رفیق کہاں ہیں؟ یہ رفیق کا لفظ بقول والد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر استعمال فرمایا کرتے تھے۔ والد صاحب نے عرض کی کہ منشی روڑا صاحب نے تو بیعت کر لی ہے اور محمد خان صاحب غسل کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں میں نہا کر بیعت کروں گا۔ چنانچہ بعد میں محمد خان صاحب نے بیعت کی۔ اور منشی عبدالرحمٰن صاحب کو استخارہ کرنے پر آواز آئی "عبدالرحمٰن آجا"۔ چنانچہ دوسرے دن آ کر منشی عبدالرحمٰن صاحب نے بھی بیعت کر لی۔

دیکھئے یہ اپنا اپنا رنگ اخلاص ہے۔ ایک وہ تھے جو فوراً چل پڑے۔ ایک نے انتہائی ادب کے پیش نظر غسل کر کے بیعت کرنا چاہی۔ ایک نے استخارہ کو مقدم سمجھا۔ ہر ایک کا اخلاص اپنے ذوق کے مطابق ظاہر ہے۔ اور کسی کو کسی پر ترجیح دینا مشکل۔ اسی قسم کا اختلاف ہے جو برکت کا موجب

---

بقیہ حاشیہ

خط و کتابت رکھا کرو..........

"....... اس ملاقات سے ڈیڑھ دو ماہ بعد میں قادیان آ گیا۔ حضور بہت محبت سے پیش آئے۔ خود اندر سے کھانا لا کر کھلاتے تھے۔ دس بارہ دن قادیان رہا ......" اس کے بعد میں قادیان جاتا رہا بہت دفعہ ایسا ہوتا رہا کہ جمعہ کی نماز میں پڑھاتا تھا۔ حضرت صاحب اور حافظ حامد علی صاحب صرف مقتدی ہوتے........"　(سیرت ظفر صفحہ ۷۸-۷۹)

ہوتا ہے اور جس پر کوئی نکتہ چینی نہیں ہو سکتی ؎

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن ؀ اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

**ادب وانشاء** والد صاحب صحیح معنوں میں منشی تھے یعنی انشاء پرداز تھے۔ اس میں آپ کی ابتدائی تعلیم اور پرورش حضرت صاحب کی کتب کا کثرت مطالعہ مؤثر تھا۔ علاوہ ازیں بہت پاکیزہ خط اور زود نویسی کا ملکہ بھی خاص تھا۔ اور یہ امور بھی حضرت صاحب سے قرب کا باعث ہوئے۔ چنانچہ جب والد صاحب قادیان ہوتے تو حضور کی ڈاک اور جوابات کا لکھنا والد صاحب کے سپرد ہوتا۔ بہت دفعہ حضرت صاحب اشتہار و مضامین بول کر والد صاحب سے لکھواتے۔ جنگ مقدس یعنی آتھم والا مباحثہ بھی والد صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ اس طریق پر کہ حضرت صاحب تقریر فرماتے جاتے تھے۔ اور والد صاحب اور خلیفہ نور الدین صاحب جموں والے لکھتے جاتے۔ خلیفہ صاحب موصوف بھی زود نویس تھے۔ اس زمانے میں شارٹ ہینڈ وغیرہ نہیں تھا۔ بلکہ زود نویسی کی بدولت بھی بہت سی خدمات کا موقعہ والد صاحب کو ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل جو اس وقت مولانا نور الدین تھے ایک دفعہ والد صاحب سے فرمانے لگے کہ مجھے آپ پر رشک آتا ہے۔ کیونکہ آپ کا زود نویس ہونا بھی حضرت صاحب سے قرب کا موجب ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کو کس قدر انتہائی عشق حضرت صاحب سے تھا۔ غرض اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ خدمتِ سلسلہ کے لئے کوئی نہ کوئی خصوصیت حاصل ہونی چاہیئے۔ خواہ کسی رنگ میں ہو۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی کوئی خصوصیت پیدا کر لینا بعض وقت بہت مفید ہوتا ہے ؎

خوب است کہ آدم ہنرے داشتہ باشد

**ملازمت** ...... آپ اپیل نویس تھے لیکن دراصل سررشتہ داری کا کام کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں یہی صورت رہی۔ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضور کے پاؤں دبا رہا تھا۔ میں نے عرض کیا حضور مجھے اپیل نویس ہی رہنے دینا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ اس میں آزادی ہے۔ آپ اکثر ہمارے پاس آجاتے ہیں اور زیادہ عرصہ آپ کو ہمارے پاس رہنا میسر ہے۔ پھر توقف کے بعد حضور نے فرمایا۔ اچھا یوں ہو کہ منشی روڑا صاحب کسی اور ملازمت پر چلے جائیں اور آپ ان کی جگہ پر ملازم ہو جائیں۔ خدا کی شان ہے کہ یہ بات من و عن پوری ہوئی۔ حضور کی زندگی میں والد صاحب اپیل نویس ہی رہے اور حضور کی خدمت میں کثرت سے حاضر باشی کا موقعہ ملتا رہتا۔ حضور کے وصال کے بعد کا واقعہ ہے کہ منشی روڑا صاحب نائب تحصیلدار ہو گئے۔ اور والد صاحب مستقل سررشتہ دار ہو گئے"۔

(سیرتِ ظفر صفحہ ۱۶-۱۷)

باقی صفحہ ۲۶ پر

## تاریخ احمدیت میں

# کپورتھلہ کی اہمیت

ایڈیٹر

> حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-
> "مجھے .... کپورتھلہ کے دوستوں سے دلی محبت ہے ..... میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دنیا اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہوں گے۔"

کپورتھلہ کو ان روشن ستاروں کے ناطہ سے ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے جو انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں افق احمدیت پر اُبھرے۔ اس سرزمین سے ایک بڑی تعداد ایسے فدائیوں اور جاں نثاروں کی پیدا ہوئی جنہوں نے ابتداء سے ہی امام الزّمان کی آواز پہ لبیک کہا اور رفاقت و مصاحبت کا حق ادا کیا۔ اور اپنے قول و فعل سے اپنا مال جان عزت و آبرو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر قربان کر دیا۔ وہ ہر امتحان میں پورے اُترے۔ بلا شُبہ یہ قابلِ رشک پاک وجود تھے جو صدق و وفا کے پیکر، عشق و محبت کے متوالے تھے۔ یہی وہ سعد آء کی جماعت تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بشارت کے حامل قرار پائے کہ

"آپ لوگ اس دنیا میں اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہونگے۔"

(مکتوب حضرت اقدسؑ ۲۷۔ جنوری ۱۸۹۴ء بحوالہ سیرت ظفر صفحہ ۱۳۹)

اس قابلِ رشک کردار سے یہ جستجو کروٹ لیتی ہے کہ اس سرزمین اور اسکے باسیوں، خوش قسمت دلی محبوّں کی شناخت ہو جو تاریخ احمدیت میں اس طور پر اُبھرے کہ اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ان کا امتیاز بنا اور اپنے اخلاص و وفا سے زندۂ جاوید ٹھہرے۔ اسی سرزمین کے سپوت حضرت منشی ظفر احمد .... تھے اور پھر اسی دھرتی سے جنم

لینے والا نامور وجود آپ کے فرزند حضرت شیخ محمد احمد مظہر تھے۔ ایک ماہر لسانیات جس نے علم و معرفت کی رفعتوں میں مقام پایا۔ تقویٰ اور توکل علی اللہ کا حسین کردار۔ ہر لمحہ ایک عظیم قرآنی صداقت کو ثابت کرنے کے ساتھ اپنے مولد و مسکن کپورتھلہ کا نام بھی روشن کر دیا۔

## ○ کپورتھلہ کا تعارف :

کپورتھلہ بھارتی پنجاب میں ضلع جالندھر سے جانب مغرب ریاست کا اہم شہر اور صدر مقام ہے۔ فیروزپور سے شمالی جانب اور لاہور اور قصور کے اضلاع کے مشرقی جانب اسکی حدود ملتی ہیں۔

یہ شہر جالندھر کے قریب، کرتارپور ریلوے اسٹیشن سے آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ۱۰۰ سال قبل اس شہر کی کیفیت کچھ یوں تھی۔ شہر کے مکانات، کوٹھیاں، باغات، سڑکیں وسیع اور عمدہ اور صاف یورپین طرز کی تھیں۔ مہاراجہ کے اپنے مکانات جدید طرز کے تھے اور ان میں ہر طرح کی سہولتیں میسر تھیں۔ مہاراجہ نے اپنے عیش و آرام کے تمام سامان اپنی ہسپانوی رانی کے لئے مہیا کئے ہوئے تھے۔ شعر و سخن کی محفلیں بھی جمتی تھیں اور خود مہاراجہ علم و ادب کی سرپرستی کرتا تھا۔ چنانچہ سیرت ظفر میں ہے۔

> "ریاست کی آبادی ۵۶ فیصد مسلمانوں کی تھی۔ مسلم اور غیر مسلم ایک دوسرے کی تقریبات میں شامل ہوتے تھے۔ بیاہ شادی کے موقعہ پر ایک دوسرے کو تنبول دیتے۔ کھانا اکٹھا کھاتے اور رواداری کا رنگ ہر محفل میں تھا۔" (سیرت ظفر ص۹)

یہ وہ حالات ہیں جو تحریک احمدیت کے پس منظر میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

## ○ قادیان اور کپورتھلہ :

کپورتھلہ کے ساتھ قادیان کے تعلقات کا پس منظر یوں ہے۔

"خاندانی تعلقات کی ابتداء دراصل ۱۸۰۲ء یا ۱۸۰۳ء میں ہوئی۔ جب سکھوں کی رام گڑھیہ مسل نے حضور کے دادا مرزا عطا محمد صاحب کے زمانہ میں قادیان پر قبضہ کر لیا۔ اور مرزا صاحب موصوف کو اپنے خاندان سمیت ریاست کپورتھلہ کے مقام بیگووال میں پناہ لینی پڑی۔ ان ایام میں ریاست کپورتھلہ کے حکمران سردار فتح سنگھ اہلوالیہ تھے۔ جنہوں نے مرزا عطا محمد سے نہایت فراخدلانہ اور شریفانہ سلوک کیا۔ حتیٰ کہ آپ کے گذارہ کے لئے دو گاؤں کی پیشکش بھی کی لیکن مرزا صاحب موصوف نے بشکریہ اس پیشکش کے قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر ہم نے یہ گاؤں لے لئے تو ہماری اولاد کی ہمت پست ہو جائے گی اور انہیں اپنی خاندانی روایات کے قائم رکھنے اور قادیان واپس لینے کا خیال نہ رہے گا۔ کتاب تذکرہ رؤسائے پنجاب کے مصنف سرلیپل گریفن کی تحقیقات کے مطابق مرزا عطا محمد صاحب بارہ سال تک ریاست کپورتھلہ میں مقیم رہے اور وہیں وفات پائی لیکن آپ کے جواں سال اور بہادر

بیٹے مرزا غلام مرتضیٰ صاحب ان کی نعش کو کپورتھلہ سے راتوں رات قادیان لائے اور یہاں اپنے خاندانی قبرستان میں ان کی آخری آرام گاہ بنائی ''۔

(رفقاء احمد جلد دہم ص ۱۵-۱۶)

ان تعلقات کا اس بات سے بھی اندازہ ہوتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ ریاست کپورتھلہ نے حضرت اقدس کو (ماموریت سے قبل) افسر تعلیم کے طور پر ملازمت کی پیشکش کی تھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ آپ نے حضرت والد صاحب سے یہ عرض کر کے انکار کر دیا تھا کہ

''میں کوئی نوکری نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ دو جوڑے کھدّر کے بنا دیا کرو۔ اور روٹی جیسی بھی ہو بھیج دیا کرو۔''

(الحکم ۲۸ مئی ۱۹۲۵ء ص۴ بحوالہ سیرت و روایات حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب ص ۲۳)

## ○ احباب کپورتھلہ کے حضرت اقدس سے تعلق کی ابتداء:

جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت لینے سے قبل اپنی کتاب براہین احمدیہ کپورتھلہ کے مہتمم بندوبست حاجی ولی اللہ صاحب کو بھیجی۔ حاجی صاحب وہ کتاب اپنے قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ لے گئے۔ جہاں یہ نسخہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کو دیا۔ چنانچہ سیرت ظفر میں ہے کہ

''ہم اس کتاب کو پڑھا کرتے اور اس کی فصاحت و بلاغت پر عش عش کر اٹھتے کہ یہ شخص بے بدل لکھنے والا ہے۔ براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے والد صاحب کو حضرت صاحب سے محبت ہو گئی۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد والد صاحب کپورتھلہ آ گئے۔ اور حاجی صاحب والد صاحب سے براہین احمدیہ پڑھوا کر سنتے۔ منشی اروڑا صاحب اور محمد خان صاحب نے بھی کتاب کا مطالعہ کیا۔ اور انہیں بھی محبت پیدا ہوئی۔''

(ص ۱۰)

براہین احمدیہ کے ذریعہ تعارف کے بعد تعلق مزید کیسے بڑھا۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر بیان فرماتے ہیں۔

''اس کے بعد اتفاق ایسا ہوا کہ والد صاحب جالندھر اپنے ایک رشتہ دار کو ملنے گئے ہوئے تھے کہ حضرت صاحب بھی کسی سفر کے اثناء میں جالندھر ٹھہرے ...... والد صاحب کی آمد و رفت قادیان شروع ہو گئی۔ یہ ۱۸۸۴ء - ۱۸۸۵ء کے قریب کا واقعہ ہے۔''

(سیرت ظفر ص ۱۱)

## ○ احباب کپورتھلہ کی بیعت:

جب لدھیانہ میں حضرت اقدس نے بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو روایت کے مطابق حضرت منشی ظفر احمد صاحب اور حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب۔ حضرت منشی اروڑا خاں صاحب۔ حضرت محمد خاں صاحب نے لدھیانہ جا کر

باقی ص ۲۷ پر

# حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ۔ ایک انٹرویو

(نوٹ) حضرت شیخ صاحب کا یہ انٹرویو مورخہ ۷۔ جنوری ۱۹۷۸ء کو محترم مبارک احمد صاحب ظفر ابن مولانا ظفر محمد صاحب ظفر (جو کہ اُن دنوں ایران میں تھے) نے ریکارڈ کیا۔ اس موقعہ پر ایران کے نو احمدی دوست ڈاکٹر منصور نوری بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس انٹرویو میں حضرت شیخ صاحب کا بیان ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ایڈیٹر)

خاکسار محمد احمد مظہر ایڈووکیٹ فیصل آباد چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہے۔ آج ۷۔ جنوری ۱۹۷۸ء ہے۔ اور میری عمر اس وقت ۸۲ سال کے قریب ہے۔ میرے والد صاحب مرحوم حضرت منشی ظفر احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ۱۸۸۵ء سے لے کر حضور کی وفات تک آپ کے دامن سے وابستہ رہے۔ اور اُن کی وفات ۲۰۔ اگست ۱۹۴۱ء کو ہوئی۔

میرا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قلم سے لکھ کر بھیجا تھا۔ حضور کے الفاظ خط میں جو کہ اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ ہیں۔

"مجبی اخویم منشی ظفر احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لڑکا نوزاد مبارک ہو۔ اس کا نام محمد احمد رکھ دیں۔ خدا تعالیٰ باعمر کرے۔"

خاکسار اپنی زندگی میں بہت سی بیماریوں۔ حادثات میں سے گذرا۔ لیکن حضور کی یہ دعا کہ خدا تعالیٰ باعمر کرے خاکسار کے شامل حال رہی۔ جب تک خدا تعالیٰ کو منظور ہے۔ اس وقت میں بیاسیویں (۸۲) سال میں ہوں۔

دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ والد صاحب مرحوم نے ۱۸۹۰ء میں حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ جو اتفاق سے کئی واسطوں سے محفوظ رہ گیا ہے اور مجھ تک پہنچا ہے۔ اور وہ خط اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ اُس سے مَیں چند فقرے پڑھ کر بیان کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں۔

"روحی فداک یا روح اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جب تک حضور کی خدمت میں حاضری کا شرف رہا۔ کچھ خبر نہ تھی کہ دنیا کہاں بستی ہے اور دنیا کے فکر وغم کیسے ہوتے ہیں۔ خدا جانتا ہے کہ حضور کی خدمت میں حاضر رہنے سے میری ایسی حالت تھی کہ اگر خوش قسمتی سے میری موت اُن ایّام میں آجاتی تو مَیں خدا کی طرف ایسا پاک اور صاف ہو کر جاتا جیسا کہ حضور کا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب باری کا منشاء ہے۔"

یہ فقرات اُس اثر اور قوت قدسی کے آئینہ دار ہیں جو حضور کی محبت میں آپ کے متبعین اور وابستگانِ دامن کو حاصل ہوئی تھی۔ اس خط کے آخری فقرے یہ ہیں:۔

"خدا حضور کی ہدایتوں اور برکتوں کو زمین کے کناروں تک پہنچاوے۔ ایسا تو ضرور ہو گا۔ مگر اے خدا تو مجھ کو بھی دکھلا۔ آمین یا رب العالمین۔ آمین

حضور کا ناچیز خادم

خاکسار ظفر احمد از کپور تھلہ"

دیکھنے والی بات یہ ہے کہ ۱۸۹۱ء میں حضور کی معیت میں سَو، پچاس یا اس سے کم و بیش کچھ آدمی تھے۔ کوئی جماعت نہ تھی کوئی تنظیم نہ تھی۔ اُس زمانے کے متعلق حضور خود فرماتے ہیں:

؎ مَیں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہُنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لیکن اللہ تعالیٰ کے وعدے تھے کہ خدا تعالیٰ آپ کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔ اس طرف اس خط میں یہ اشارہ ہے کہ خدا حضور کی برکتوں اور تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاوے۔ ایسی حالت میں یہ خط لکھا گیا۔ جبکہ حضور کو قادیان کے باہر شاید ہی کوئی جانتا ہو۔

پھر والد صاحب مرحوم جب ۱۹۴۱ء میں فوت ہوئے گویا آپ کا زمانہ سلسلہ میں گذرا وہ تقریباً ۵۶ سال بن جاتا ہے۔ اس عرصہ میں خدا تعالیٰ کی جو بشارتیں جو پیشگوئی ۱۸۸۶ء کے سبز اشتہار میں کی گئی تھی کہ خدا تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔ اور جو دعا کی گئی تھی کہ ایسا تو ضرور ہو گا۔

لیکن اے خدا مجھے بھی دکھا۔ اور یہ دعا پوری ہوئی۔ اور والد صاحب مرحوم ۱۹۴۱ء میں جب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے تو حضور کی برکت دنیا کے کناروں تک پہنچ چکی تھی۔

اور والد صاحب اُن برکتوں کو دیکھ کر فوت ہوئے۔ اس کے اندر ایک بہت بڑا ثبوت ہے حضور کی صداقت کا اور حضور کے متبعین کے اخلاص کا اور ایمان کا۔ خاکسار نے جب سے ہوش سنبھالا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اُس کے فضلوں سے یہ بات حاصل رہی کہ سلسلہ کی خدمت کروں۔ میرا پیشہ وکالت کا ہے۔ اور مجھے ابتدا میں ہی یہ نصیحت حضرت مصلح موعود ... نے فرما دی تھی۔ کہ میں دعا کروں گا۔ خدا تعالیٰ تمہیں رزقِ حلال دے گا۔

مَیں نے تا امکان کوشش کی کہ غلط مقدمہ کبھی نہ لوں خواہ کچھ ہو۔ اور صحیح طریق پر اس پیشہ کو جاری رکھنے کی مَیں نے کوشش کی۔ اس عرصہ میں مجھے بیسیوں مقدمات جماعت کے کرنے پڑے اور اللہ تعالیٰ مجھے کامیابی دیتا رہا۔ کشمیر میں مَیں نے ۶۰ کے قریب مقدمات بلا کسی قسم کے معاوضہ کے حضور کی ہدایت کے مطابق ۱۹۳۲ء میں سرانجام دیئے۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے کامیابی دی۔ مَیں یہ تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کر رہا ہوں۔ اور اس لئے کہ سلسلے کی خدمت کرنے والا خدا کے فضل سے کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ وہ خلوص سے اور خدا کے واسطے رُو بخدا ہو کر للّٰہی طور پر خدمت سرانجام دے۔

ہم پر بہت سی مشکلات آئیں۔ بڑے بڑے طوفان برپا ہوئے۔ بڑی بڑی آندھیاں چلیں۔ اور جو تکالیف اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کو ماننے والوں کو اور اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کو سُنّتِ قدیمہ کے ماتحت ہوتی چلی آئی ہیں۔ ہمیں وہ تکالیف پہنچیں۔ ۱۹۲۱ء میں ۱۹۳۵ء میں ۱۹۵۳ء میں اور بالآخر ۱۹۷۴ء میں۔ سب میں سے یہ کشتی جو تھی خدا کے فضل کے ساتھ اپنی منزلِ مقصود کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اور کبھی بھی ایسا نہیں ہوا۔ کوئی دن بھی ایسا نہیں گذرا کہ ہمارا قدم خدا تعالیٰ کے فضل سے آگے نہ بڑھا ہو۔

اِس وقت وہ پیشگوئیاں ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتائی گئی تھیں۔ اُن کا ظہور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ گاؤں قادیان جو گمنام بستی تھی اُس کے اندر جو خدا تعالیٰ نے پیغام بھیجا تھا اور پیغام کیا تھا۔ (دین) کی برتری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا میں پہنچانا۔ رفتہ رفتہ آہستہ آہستہ روز بروز وہ پیغام دنیا میں پہنچتا چلا گیا۔ اور اس وقت کی صورت یہ ہے کہ جماعتیں دنیا کے ہر گوشے میں قائم ہیں۔ اور یہ صحیح بات ہے۔ کہ

جماعت (احمدیہ) پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ تمام دنیا میں اس کا پھیلاؤ اس کی کامیابی کا سہرا ہے۔

اس وقت اتفاق سے میرے برادرِ محترم منصور نوری صاحب جو تہران کے باشندے ہیں۔ میرے دفتر میں تشریف فرما ہیں۔ میرے ساتھیوں کی خواہش ہے کہ مَیں اپنی فارسی نظم کوئی سُناؤں۔

اس غرض سے مَیں نے بہتر سمجھا ہے کہ ایک نعت جو مَیں نے لکھی ہے۔ وہ پیش کر دوں۔ اُس نعت کے اندر ایک دلیل ہے جو نظم کی گئی ہے۔ اور میرے نزدیک کسی اور شخص کو سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ دلیل آج تک نہیں سوجھی۔ دلیل یہ ہے کہ زمین جو سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔ اوقات جو ہیں لمحہ بہ لمحہ دنیا کے ہر خطہ پر بدلتے چلے جاتے ہیں۔ اور ہر جگہ کسی نہ کسی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ اور مسلمان دنیا کے ہر گوشے میں آباد ہیں۔ لہٰذا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کسی نہ کسی نماز کا وقت دنیا کے کسی خطّے پر نہ ہو۔ اور نماز کے اندر دُرود شریف پڑھا جاتا ہے۔ لہٰذا گذشتہ چودہ سو سال میں کوئی آن ایسی نہیں گزری کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود پہنچانے کا انتظام اور سلسلہ جاری نہ رہا ہو۔ اور یہ حضور کی فضیلت کی اور سیدِ لولاک ہونے کی دلیل ہے۔ سوچنے والی بات ہے۔

---

بقیہ: خاندانی کوائف و حالات

**سفر** حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تقریباً ہر سفر میں والد صاحب ساتھ رہے ہیں۔ حضور خود اپنے سفر کی اطلاع پیشتر دے دیتے تھے۔ ........ سفر میں حضور کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا مخالفوں کی روش پر کڑی نظر رکھنا اور تمام حالات سے باخبر رہنا ضروری خدمات کو از خود کسی کی فرمائش کے بغیر ادا کرنا۔ ہر امر میں محتاط اور چوکس رہنا...... یہ امور جا بجا نظر آتے ہیں۔"

حضور سے جو تعلق تھا اس میں ناز و نیاز کا ایک عجیب امتزاج تھا۔ فرماتے کہ ہم حضور کے ادنیٰ خادم اور غلام تھے....."

(سیرت ظفر صـ۲۱)

**نوٹ:** ۲۰۔ اگست ۱۹۴۱ء کو صدق و وفا کا یہ عظیم پیکر اس دنیا سے رخصت ہوا۔ دنیا میں ایک مثالی اور قابلِ رشک رفاقت رکھنے والا یہ مقدس وجود اپنے آقا کے ساتھ جنت میں بھی رفاقت کا مستحق ٹھہرا۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر...... کے خود نوشت حالات کا ایک حصہ اس لئے پیش کیا گیا ہے تا کہ حضرت شیخ صاحب ممدوح کی تعلیم و تربیت کا پس منظر سامنے لایا جائے کہ آپ نے کس پاکیزہ ماحول اور نیک صحبت میں پرورش پائی۔ یہاں تک کہ ان پاک روحوں کا رنگ خود بھی اختیار کر گئے۔ یہ خاندانی کوائف و حالات اصحابِ احمد جلد چہارم (سیرت ظفر) سے لئے گئے ہیں۔ (ایڈیٹر)

# ظلِّ قلندر

گُل افشاں گلزارِ اَدب میں
عِلم کے گُلشن میں قد آور
سَر پر تھی دستارِ فضیلت
اور طبیعت ظِلِّ قلندر
شیخ محمد احمد مظہر

شہرِ لطافت ، حُسنِ بلاغت
ایک محقّق - ایک مدبّر
دینِ متیں سے عشق و محبّت
اُس کا منظر اور پس منظر
شیخ محمد احمد مظہر

شخصیّت بین الاقوامی
لیکن خود کو سمجھا کمتر
اور درویش صفت تھا ایسا
سب سے ملتا تھا وہ جُھک کر
شیخ محمد احمد مظہر

بیعت کی مشعل سے اپنا
قدسیؔ ، سینہ کیا منوّر
شہرِ سخن کا قریہ قریہ
عطرِ سخن سے کیا معطّر
شیخ محمد احمد مظہر

عبدالکریم قدسیؔ

# حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر
# ایک پہلودار شخصیت

## طویل علمی و دینی مصروفیات پر طائرانہ نظر

محترم سلیم شاہجہانپوری صاحب ۔ کراچی

حضرت شیخ صاحب کی شخصیت کے کئی پہلوؤں سے اس کا نکھار نمایاں ہوتا ہے۔ حضرت شیخ صاحب کی پاکیزہ شخصیت، کارناموں اور تعلق باللہ سے آپ کا بلند مقام نظر آتا ہے۔

حضرت شیخ صاحب کی شخصیت کو پہلودار اس لئے قرار دیا جاسکتا ہے کہ زندگی کے ہر مرحلے پر اُن کی شخصیت کا کوئی نہ کوئی دلکش پہلو خراجِ تحسین حاصل کر رہا ہے۔

۱ ۔ وہ زمانہ طالب علمی سے ہی ایک ایسے ہونہار طالب علم کی صورت میں نظر آتے ہیں کہ اپنے ہمعصر طلبہ سے اپنی ذہانت و فطانت میں ممتاز ہیں۔

۲ ۔ جب وکالت کے خارزار میں داخل ہوتے ہیں تو اُن کے ہم عصر وکلاء اور بیرسٹر آپ کی صاف اور سیدھی سادی زندگی پر خراجِ عقیدت ادا کرتے نظر آتے ہیں اور وہ اپنا دامن اس خارزار سے سلامت لے جانے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

۳ ۔ ادب و شعر کی دنیا میں بھی ایک منفرد مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ اردو اور فارسی میں جب اشہبِ قلم کی جولانیاں دکھاتے ہیں تو اہلِ زبان سے بھی اپنی انفرادیت کا لوہا منواتے ہیں۔

۴ ۔ تحقیق کے میدان میں جب داخل ہوتے ہیں تو انہونی بات کو اپنی شبانہ روز کاوشوں سے ہونی کر دکھاتے ہیں۔

۵ ۔ قانونی موشگافیوں، ادبی تخلیقات، شعری نوادرات کی تلاش اور تھکا دینے والے اہم

تحقیقی امور کی انجام دہی کے ساتھ ہی ساتھ دینی خدمات کی باحسن وخوبی بجا آوری، اپنے دینی بھائیوں، اپنے محبوب امام اور اپنے خدا کو راضی کرنے کی کوشش میں بھی منہمک نظر آتے ہیں۔

۶ — اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اُس کی مخلوق کی خدمت کو اپنا شعار بناتے ہیں۔

غرضیکہ جس پہلو پر بھی نظر کریں وہاں تابانی ہی تابانی اور حُسن ہی حُسن نظر آتا ہے۔ اور بے ساختہ یہ شعر زبان پر آجاتا ہے ؎

ز فرق تا بہ قدم - ہر کجا کہ می نگرم ∴ کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

مذکورہ بالا اجمال کی کچھ تفصیل ذیل میں تحریر کرتا ہوں۔ تاکہ ہم حضرت شیخ صاحب کی مبارک زندگی کو مشعلِ راہ بنا سکیں۔

## آپ کی پیدائش۔ مامور زمانہ کی دعا:

حضرت شیخ صاحب کی ولادت ماہ نومبر ۱۸۹۴ء کو کپور تھلہ میں ہوئی۔ اپنی پیدائش کے متعلق حضرت شیخ صاحب یہ فرماتے ہیں:-

"جب میری پیدائش ہوئی تو والد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اطلاع نہیں دی تھی کہ حضور نے خود ہی والد صاحب کو خط لکھا کہ لڑکا نوزاد مبارک ہو، اس کا نام محمد احمد رکھیں۔ خدا تعالیٰ باعمر کرے۔" آمین

## حضرت شیخ محمد احمد صاحب کا بچپن اور تعلیم:

حضرت شیخ صاحب کے متعلق اُن کے بڑے صاحبزادے محترم شیخ حمید احمد صاحب لاہور۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ

"والد صاحب کی پیدائش کے ایک سال بعد اُن کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا۔ تیسری جماعت تک کسی سے کچھ نہیں پڑھا۔ کسی سکول میں داخل نہیں ہوئے۔ چوتھی جماعت میں داخلہ لیا۔ اور پہلے ہی دن استاد صاحب کی غلطی پکڑی۔ استاد نے کہا کہ انگریزی کے واولز (A, E, I, O, U (VOVELS کے بغیر انگریزی کا کوئی لفظ نہیں ہوتا۔ ہر لفظ میں کوئی نہ کوئی واول (VOVEL) ضرور ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا لفظ بتائے تو میں اسے انعام دوں گا۔ تو آپ نے فوراً کھڑے ہو کر کہا کہ 'MY' میں واول نہیں ہے۔"

شیخ صاحب کی ذہانت کا یہ پہلا مظاہرہ تھا۔ سچ ہے

"ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات"

## اپنی تعلیم کے بارے میں حضرت شیخ صاحب کا اپنا بیان :

فرمایا :- "میں نے قاعدہ یسرنا القرآن پڑھنے کے بعد قرآن شریف خود ہی پڑھ لیا۔ پھر تھوڑی بہت اردو سیکھنے کے بعد چوتھی جماعت میں جا بیٹھا پہلی دفعہ سالانہ امتحان دیا تو اوّل رہا۔ پھر ۱۹۱۵ء میں میں نے میٹرک کیا۔ میٹرک تک میں ہر سال اوّل آتا رہا۔ ۱۹۱۷ء میں میں نے ایف۔ اے کیا اور ایف۔ اے تک میں کپور تھلہ ہی میں پڑھتا رہا۔ میٹرک کے بعد مجھے مختلف امراض ہو گئیں۔ اس لئے میٹرک کے بعد کسی پوزیشن پر تو نہ آیا۔ لیکن بہت اچھے نمبروں سے پاس ہوتا رہا۔ پھر ۱۹۱۹ء میں بی۔ اے آنرز فارسی کے ساتھ کیا۔ میٹرک میں اتنی فارسی جانتا تھا کہ آنرز کا امتحان بغیر تیاری کے دے دیا اور تھرڈ آیا۔ اس کے بعد میں انگریزی میں ایم۔ اے کرنا چاہتا تھا مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد پر میں نے ایل۔ ایل۔ بی میں داخلہ لے لیا۔ اور ۱۹۲۱ء میں وکالت کا امتحان پاس کر لیا۔"

## اپنے زبردست حافظے کے متعلق بیان :

خدا تعالیٰ نے حضرت شیخ صاحب کو زبردست حافظہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

"خاکسار کی ولادت نومبر ۱۸۹۴ء کی ہے اور چار سال کی عمر سے مجھے واقعات بخوبی یاد ہیں۔"

(روایات ظفر صا)

حضرت شیخ صاحب اردو اور فارسی زبانوں کے بلند پایہ شاعر تھے۔ لیکن آپ کے حافظہ میں جملہ مشہور اردو فارسی شعراء کے (بقول خود) دس ہزار اشعار محفوظ تھے اور موقع و محل کی مناسبت سے برجستہ اشعار پڑھ دیا کرتے تھے۔

## شادی کے متعلق حضرت شیخ صاحب کی اپنی روایت :

شیخ صاحب نے فرمایا کہ :- میرا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۲۹۔ دسمبر ۱۹۲۰ء جلسہ سالانہ کے ایام میں قادیان میں پڑھا اور رخصتانہ کی تقریب مارچ ۱۹۲۲ء کو عمل میں آئی۔ میرٹھ میں ننھیال اور وہی میرے سسرالی ہیں۔" (بحوالہ ماہنامہ خالد۔ ربوہ بابت ماہ اگست ۱۹۹۳ء)

حضرت شیخ صاحب کی شادی جس خاندان میں ہوئی وہ بھی جماعت میں مکرم و محترم ہے (یعنی حضرت حامد حسین خاں صاحب مشہور رفیق سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام) محترمہ نور جہاں بیگم صاحبہ جو حضرت حامد حسین خاں صاحب کی صاحبزادی تھیں، شیخ صاحب کی رفیقۂ حیات بنیں۔ جن کا انتقال ۱۴۔ اگست ۱۹۸۲ء کو ہوا۔

**آپ کی گوناگوں دینی و ملّی خدمات:** اگر حضرت شیخ صاحب کی دینی و ملّی خدمات پر نظر ڈالی جائے تو وہاں بھی حضرت شیخ صاحب "دست با کار و دل بایار" کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ اور انسان یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ ایک کامیاب و کامران وکیل کی مصروفیات کے باوجود آپ ہر وقت خدمات دینیہ کے لئے کمربستہ نظر آتے ہیں۔ بحیثیت ایک نامور اور کامیاب وکیل آپ نے اڑسٹھ ۶۸ سال خدمات انجام دیں۔ قانون دانی اور حصول انصاف کے لئے آپ کی ماہرانہ موشگافیاں ایک اہم مقام رکھتی ہیں۔ آپ کی قانون دانی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے ہم عصر دیگر وکلاء حتیٰ کہ جج صاحبان بھی آپ کی قانونی مہارت کے قائل اور اکثر اوقات آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ فیصل آباد کے وکلاء میں آپ ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ کیونکہ آپ نے ہمیشہ سچ اور دیانت داری کو مقدم رکھا۔ آپ کے ذہن کے کسی گوشہ میں جھوٹ کو سچ کر دکھانے کا تصوّر ایک لمحہ کے لئے پیدا نہ ہُوا۔

حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے وقف کی رُوح کے مطابق عملاً اپنی ساری زندگی دینی و ملّی خدمات کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ اُن کا وکالت کا آزاد پیشہ اختیار کرنا بھی حضرت مصلح موعود ۔۔۔۔ کے ارشاد کی تعمیل میں وہ پہلا قدم تھا جس نے حضرت شیخ صاحب کے لئے خدمات کا دروازہ کھول دیا اور آپ ساری عمر اس پیشہ کے ذریعہ مخلوق خدا کی خدمت کرتے رہے۔ اور کبھی بھول کر بھی اپنے اس معزز پیشہ کو دنیا کمانے کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ آپ ایک کامیاب اور ممتاز وکیل تھے۔ اور وکلاء برادری میں عزّت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ قانون پر آپ کو پورا عبور حاصل تھا۔ اپنے بے نظیر حافظہ کی مدد سے قانونی نظائر آپ کے حافظہ میں محفوظ تھیں۔ جن سے ہر وقت کام لے کر مقدمات میں کامیابی حاصل کر لیتے تھے۔ اگر آپ چاہتے تو خاصی دَولت جمع کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے ایک متوکلانہ زندگی کو تعیش کی زندگی کے مقابلے میں ہمیشہ کے لئے منتخب کر لیا تھا۔ اور اپنی اسی حالت میں مگن اور مطمئن رہے۔ آپ نے محنتانہ کے طور پر مقدمہ کی نوعیت اور اہمیت کو نظر انداز کرتے ہوئے وہی فیس اپنے مؤکّل سے طلب کی جو اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے مناسب سمجھی۔ آپ کے اس منفرد طرز زندگی اور متوکّلانہ انداز کا آپ کے ہمعصر وکلاء میں بڑا چرچا تھا۔

**اطاعت امام اور خدمتِ دین کیلئے ہمہ وقت تیار رہنے کی مثال:** مکرم چوہدری احمد الدین صاحب فیصل آباد کا

بیان ہے کہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے اپنی ایک تقریر میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ آپ مجلس مشاورت کے موقعہ پر قادیان گئے ہوئے تھے۔ اجلاس کے اختتام پر حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر آپ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ آپ نے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جو سندھ میں ہمارے احباب کے خلاف دائر تھا شیخ صاحب سے استفسار فرمایا کہ کیا آپ اس مقدمہ کی پیروی کے لئے جا سکتے ہیں تو شیخ صاحب نے بلا تامّل عرض کیا کہ مَیں تیار ہوں۔ حضور نے پھر دریافت فرمایا کہ کب تک جا سکتے ہیں۔ آپ نے پھر بلا توقف عرض کیا کہ میں تیار ہوں جب حضور حکم فرمائیں۔ حضور نے تین مرتبہ یہی سوال کیا کہ کب تک جا سکتے ہیں۔ پہلے تو شیخ صاحب یہی عرض کرتے رہے کہ جب حضور حکم فرمائیں۔ لیکن بار بار کے اصرار پر آپ نے بھانپ لیا کہ فوری جانے کی ضرورت ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ حضور مَیں ابھی تیار ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ نیچے گاڑی کھڑی ہے اس میں سوار ہو کر چلے جائیں۔ چنانچہ آپ روانہ ہو گئے اور گھر اطلاع بھیج دی کہ فارغ ہو کر آؤں گا۔

**جھوٹے مقدمات کی پیروی سے انکار:** حضرت شیخ صاحب کسی ایسے مقدمہ کی پیروی کے لئے تیار نہ ہوتے جس میں حقائق کو چھپانے اور جھوٹ کی آمیزش کرنا ناگزیر ہوتا۔ ایسے مقدمات ہرگز نہ لیتے اور اگر بعد میں آپ کے علم میں آتا کہ کسی مقدمہ میں حقائق سے رُو گردانی کی گئی ہے تو ایسے مقدمات کی پیروی فوراً ترک کر دیتے اور پیشگی فیس اگر لی ہوتی تو واپس کر دیتے۔ آپ کے اس اعلیٰ کردار کی بناء پر وکلا آپ کو "حق و صداقت والا وکیل" کہتے تھے۔ اور آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ محترم شیخ لئیق احمد صاحب کا بیان ہے:۔

"حضرت شیخ صاحب وکالت میں دیانت کے پہلو پر بہت زور دیتے۔ فرماتے مَیں نے آج تک جھوٹا مقدمہ نہیں لیا اور سچا نہیں ہارا۔ ایک دفعہ جھنگ کے ایک غیر از جماعت دوست نے اپنی دکان خالی کرانے کے لئے مقدمہ کرنے کی درخواست میری معرفت کی۔ حضرت شیخ صاحب نے مجھے بتایا کہ مدعا علیہ تو میرا ہمسایہ ہے اور بہت اچھا ہے۔ مَیں اس کے خلاف وکیل نہیں بننا چاہتا۔ آپ مدعی سے کہیں اور کوئی درمیانی راہ نکالیں۔ مَیں مدعا علیہ سے کہتا ہوں۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد راضی نامے سے مسئلہ حل ہو گیا۔"

ایک دفعہ فرمایا۔ دو مقدمے بہت یاد آتے ہیں۔ ایک میرا مؤکّل بمبئی میں تھا۔ معمولی مقدمہ تھا مگر لمبا ہو گیا۔ جتنی فیس مَیں نے طے کی تھی اس سے دوگنا میرا خرچ صرف مؤکّل کو مختلف خطوط۔ دستاویزات کے سلسلہ میں ڈاک خرچ پر ہو گیا۔ مگر مَیں نے مؤکّل سے ایک پیسہ بھی زائد مطالبہ نہ کیا۔

ایک اور مقدمہ میں آڑھتی کا دعویٰ تھا کہ بینک نے اس کا مکفولہ مال عدم ادائیگی کی وجہ سے نیلام کیا

تھا۔ مگر اُس کی قیمت اصل قیمت سے کم وصول کی، اس طرح آڑھتی کو نقصان پہنچا۔ فرمایا میں نے پہلی ہی پیشی میں یہ مؤقف اختیار کیا کہ بینک نے آڑھتی کے مال کو وزن کی بنیاد کی بجائے یکمشت لاٹ کی صورت میں فروخت کر کے آڑھتی کو نقصان پہنچایا ہے۔ جبکہ جواب دعویٰ میں یہ موجود ہے کہ بینک نے وزن کی بنیاد پر فروخت کیا ہے۔ جب میں نے دلیل دی کہ بینک نے فروخت کے خرچہ میں مال کی لدائی، پیکنگ۔ آڑھت وغیرہ ہر چیز درج کی ہے مگر "وزن کرائی" درج نہیں ہے تو اسی وقت مقدمہ میرے مؤکّل کے حق میں فیصل ہوگیا۔

## حضرت شیخ صاحب کی دینی خدمات:

حضرت شیخ صاحب نے اپنی زندگی کو خدمتِ دین کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ وکالت کا پیشہ اختیار کرنا بھی اسی مقصد کی تکمیل کے لئے تھا۔ "تحریک شدھی" کے سلسلہ میں آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ اسی طرح تحریک آزادی کشمیر میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور پیشہ ورانہ مہارت کا عدیم المثال مظاہرہ کیا جو تاریخ کشمیر کا ایک اہم باب بن کر محفوظ ہوچکا ہے۔ شاہجہانپور کی احمدیہ بیت الذکر کے مقدمہ کی پیروی کے سلسلہ میں آپ نے حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر ایک لمبا عرصہ شاہجہانپور میں گذارا۔ راقم الحروف حضرت شیخ صاحب کی مقدمہ کی تیاری میں شب و روز کی مشغولیت، اَن تھک محنت کے ساتھ ساتھ شگفتہ مزاجی اور بے تکلفی کا چشم دید گواہ ہے۔ اپنے کام سے کام تھا۔ لیکن جب استاذی المحترم حضرت حافظ سیّد مختار احمد مختار شاہجہانپوری سے محوِ گفتگو ہوتے تو ایک بہار کا سماں ہوتا۔ ایک نابغۂ روزگار کا دوسرے نابغۂ روزگار وجود سے مکالمہ اپنے اندر عجیب قسم کی دلکشی کا رنگ رکھتا تھا۔

## امارت کا اہم عہدہ:

احباب کے علم میں ہے کہ فیصل آباد (سابق لائلپور) جیسے اہم ضلع کی امارت کا فریضہ انجام دینا کتنی انتظامی صلاحیت اور مومنانہ فراست و اصابت رائے کا تقاضہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ صاحب کو اس اہم فریضہ سے عہدہ برا ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور آپ ۱۹۴۸ء سے لے کر مئی ۱۹۹۲ء تک امیر ضلع فیصل آباد رہے۔ حضرت مصلح موعود نے آپ کو ضلع لائلپور کا امیر تجویز فرمایا تھا۔ انتخاب میں بھی آپ اس عہدہ پر منتخب ہوئے۔

## مجلس مشاورت کی نمائندگی اور صدارت:

حضرت مصلح موعود کے عہد سعادت میں ۱۹۲۲ء کو مجلس مشاورت کی ابتدا ہوئی۔ حضرت شیخ صاحب نے پہلی مرتبہ ۱۹۲۳ء میں جماعت کپور تھلہ کی نمائندگی کا فریضہ انجام دیا۔ بعد ازاں تقسیم برصغیر (پاک و ہند) تک اس نمائندگی کا فریضہ باحسن وجوہ انجام دیتے رہے۔ قیام پاکستان کے

بعد سے ۱۹۸۳ء تک آپ جماعت فیصل آباد کی نمائندگی کرتے رہے۔ حضرت مصلح موعود کی علالت کے دوران حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ...... مجلس مشاورت کی صدارت کے فرائض ادا فرماتے رہے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی وفات کے بعد آپ نے دوبار ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۵ء میں مجلس مشاورت کی صدارت فرمائی۔

**مجلس افتاء کے ممبر۔ نائب صدارت اور صدارت:** "تاریخ احمدیت" جلد ۱۵ سے ہمیں یہ معلومات حاصل ہوتی ہیں کہ حضرت مصلح موعود نے ۱۹۴۳ء میں افتاء کمیٹی کے قیام کا اعلان فرمایا۔ اس کمیٹی کے پہلے صدر حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب تھے۔ اس کمیٹی کے ۱۵۔ ممبران تھے۔ حضرت شیخ صاحب بھی ایک ممبر تھے۔ حضرت مصلح موعود کا مذکورہ بالا اعلان ۱۱۔ صلح ۱۳۳۱ ہش کو "الفضل" میں حضور کے قلم مبارک سے شائع ہوا تھا۔ حضرت شیخ صاحب نے ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۷ء تک اس کمیٹی کے ایک ممبر کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے ۱۹۶۷ء تا ۱۹۶۸ء صدر رہے۔ ۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۵ء آپ نے نائب صدر کے فرائض سرانجام دئے۔ بعد ازاں تا دمِ آخر صدر کے عہدہ پر فائز رہے۔

**وقف جدید میں حضرت شیخ صاحب کی خدمات کا طویل ریکارڈ:** حضرت مصلح موعود نے ۲۷، دسمبر ۱۹۵۷ء کو وقف جدید کا اجراء فرمایا۔ اس وقت سے لے کر ۱۹۹۳ء تک حضرت شیخ صاحب اس کے صدر رہے۔ اس طرح "وقف جدید" میں آپ کی خدمات کا پھیلاؤ ۳۶ سال پر محیط ہے۔ سلسلہ کی مسلسل خدمات کی یہ منفرد مثال ہے۔

**نگران بورڈ کا قیام اور حضرت شیخ صاحب کی شمولیت:** رپورٹ مجلس مشاورت ۲۴۔ تا ۲۶۔ مارچ ۱۹۶۱ء کے مطالعہ سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ ایجنڈے کی ایک تجویز کے مطابق ایک نگران بورڈ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس بورڈ کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید اور وقف جدید میں رابطہ قائم رکھے۔ اس فیصلہ کی تعمیل میں جو بورڈ قائم ہوا اس کے ایک ممبر شیخ صاحب بھی تھے۔

**صد سالہ جوبلی کمیٹی:** اس بارے میں خود حضرت شیخ صاحب کا بیان ہے کہ:۔ "میں شروع سے لے کر آخر تک جوبلی کمیٹی کا صدر رہا ہوں یعنی جب سے یہ شروع ہوئی اور ۲۳۔ مارچ ۱۹۹۰ء کو جوبلی کمیٹی تقریباً تمام ممبروں کی موجودگی میں اختتام پذیر ہوئی"۔

## ایک بہت اہم دینی خدمت :

۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش ہونے والے وفد میں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر بھی شامل تھے۔ جو ایک بہت بڑی سعادت تھی۔

## حضرت شیخ صاحب کا اہم ترین علمی کارنامہ :

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے یہ انکشاف فرمایا تھا کہ تمام زبانیں عربی زبان سے نکلی ہیں یا بالفاظ دیگر عربی زبان "ام الالسنہ" ہے۔ اس انکشاف کے پیش نظر اور اس نظریہ کی روشنی میں حضرت شیخ صاحب نے اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کر دیا۔ (اس کی تفصیل ایک الگ مضمون میں دی جا رہی ہے)

## حضرت شیخ صاحب کی اہم تصنیفات :

حضرت شیخ صاحب اردو اور فارسی دونوں اہم زبانوں کے مایہ ناز شاعر تھے۔ ۱۔ آپ کے فارسی مجموعہ کلام کا نام "درد و درماں" ہے۔ جو ۱۹۵۹ء میں فیصل آباد سے شائع ہوا۔ یہ دیوان سات حصوں اور ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۲۔ مضامین مظہر۔ یہ کتاب آپ کے مختلف مضامین اور تقاریر کا مجموعہ ہے۔ جو اخبارات و رسائل میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔ مجلس انصاراللہ فیصل آباد نے ۱۹۷۲ء میں اس کتاب کو شائع کرنے کا کام انجام دیا۔ حضرت شیخ صاحب کے ان مضامین اور تقاریر کے مجموعہ پر جو تبصرہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے (اپنی امامت سے قبل) رقم فرمایا اس سے "مضامین مظہر" کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

> "...... مضامین کا یہ مجموعہ کیا ہے۔ بدلتے ہوئے نظاروں کی ایک سیریز ہے جس کی ہر کروٹ اور ہر حرکت پر مناظر کے زمین و آسمان بدل جاتے ہیں، کہیں "احمدیہ ہوسٹل" کی دلکش یادوں پر مشتمل مضمون، کہیں فن وکالت کے موضوع پر بیش قیمت تربیتی مضامین اور فردوسی اور محمود کے مقدمہ کا تاریخی فیصلہ۔ اور کہیں ایک عظیم الشان درویش شاعر حضرت بسمل صاحب کا تعارف کہ جن کی علمی شخصیت موجودہ نسل کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکی ہے۔"

۳۔ "ARABIC THE SOURCE OF ALL LANGUAGES" (عربی تمام زبانوں کا منبع ہے)

یہ کتاب جو انگریزی کے ۳۱۱ صفحات پر مشتمل ہے ۱۹۶۳ء میں ربوہ سے شائع ہوئی۔ اس میں حضرت شیخ صاحب نے یہ بات ثابت کی ہے کہ عربی تمام زبانوں کی ماں ہے۔ اس کتاب پر پاکستان ٹائمز نے اپنی ۲۸۔ مارچ ۶۵ء کی اشاعت میں مندرجہ ذیل تبصرہ کیا۔

"کتاب زیر نظر کا ہر صفحہ حیرت انگیز و دل آویز ہے۔ مصنّف کے دریافت کردہ فارمولے روشن مثالوں سے مزیّن کئے گئے ہیں اور جو بات بظاہر ناممکن نظر آتی ہے وہ ایک حسابی صداقت کی طرح پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔"

۴۔ "ENGLISH TRACED TO ARABIC"

۳۵۱ صفحات پر مشتمل یہ کتاب نومبر ۶۷ء میں ربوہ سے شائع ہوئی۔ اس میں آپ نے انگریزی زبان کا منبع عربی زبان کو ثابت کیا ہے۔ یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔ موقر ادبی رسالہ "صحیفہ" نے مصنّف کی بیس سالہ محنت شاقّہ کو اس طرح خراج تحسین پیش کیا:۔

"مصنف نے لسانیات کے شعبہ میں ایک ایسا صحیح اور محکم نظریہ پیش کیا ہے جس سے السنۂ عالم کے اوّلین ماخذ کے متعلق اختلافات ختم ہو جانے چاہئیں۔"

۵۔ "SANSKRIT TRACED TO ARABIC"

یہ کتاب جو ۳۷۱ صفحات پر مشتمل ہے جنوری ۱۹۸۲ء میں ربوہ سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں حضرت شیخ صاحب نے سنسکرت زبان کا ماخذ بھی عربی زبان کو ثابت کیا ہے۔ اس میں آپ نے دس فارمولے بیان فرمائے جو آپ نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتاب "منن الرحمٰن" سے اخذ کئے ہیں۔ اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ۷۔ مارچ ۱۹۸۲ء کے الفضل میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"سنسکرت کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ نہایت مشکل زبان ہے لیکن مصنّف نے واضح اصولوں کے تحت آسان پیرائے میں اسے ماخذ کی طرف لوٹایا ہے۔ اس کے نتیجہ میں یہ مشکل زبان بھی لکھ کر عام فہم اور صاف اور روشن ہو جاتی ہے۔ گویا چاند بادلوں سے نکل آیا ہے۔"

۶۔ "JAPANESE TRACED TO ARABIC"

"جاپانی عربی زبان کا ماخذ ہے۔" یہ تحقیق جو ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے، جولائی ۱۹۶۴ء میں ریویو آف ریلیجنز میں شائع ہو چکی ہے۔

۷۔ "DUTCH & SWEDISH TRACED TO ARABIC"

ڈچ اور سویڈش کا منبع بھی عربی ہے۔ یہ تحقیق ۶۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اپریل ۱۹۶۵ء کے ریویو آف ریلیجنز میں اشاعت پذیر ہو چکی ہے۔

۸- "GREEK TRACED TO ARABIC"

یونانی زبان کا منبع عربی ہے۔ ۳۴ صفحات کی یہ تحقیق نومبر ۱۹۶۵ء کے ریویو آف ریلیجنز میں شائع ہو چکی ہے۔

۹- "TEBITAN LANGUAGE TRACED TO ARABIC"

۳۴ صفحات پر مشتمل یہ تحقیقی مضمون ریویو آف ریلیجنز مئی ۱۹۶۷ء میں اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔

۱۰- "ITALIAN TRACED TO ARABIC"

حضرت شیخ صاحب کا یہ تحقیقی مضمون بھی جو پچاس صفحات پر پھیلا ہوا ہے فروری ۱۹۶۸ء کے ریویو آف ریلیجنز میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۱- "EGYPTIAN, SUMERIAN AND BANTU TRACED TO ARABIC"

"مصری، سمیرین اور بنتو زبانوں کا منبع عربی ہے"

آپ کا یہ اہم مقالہ مارچ ۱۹۷۸ء کے ریویو آف ریلیجنز کے ۴۲ صفحات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۱۲- "HAUSA TRACED TO ARABIC"

افریقی زبان "ہاؤسا" کا منبع عربی ہے"

آپ کی یہ کتاب ۱۵۴ صفحات پر مشتمل ہے اور مارچ ۱۹۷۰ء میں لیگوس (نائیجیریا) سے مکرم محمد اجمل صاحب شاہد امیر جماعت ہائے نائیجیریا کے ذریعہ اشاعت پذیر ہوئی۔

۱۳- "YORUBA TRACED TO ARABIC"

"یوروبا کا منبع عربی ہے۔

یہ کتاب جو ۱۳۶ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ امیر جماعت ہائے نائیجیریا کے توسط سے شائع ہوئی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اپنی "جانشینی" سے قبل ایک مضمون میں حضرت شیخ صاحب کے بارے میں رقم فرماتے ہیں:۔

"محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے صاحبِ علم و عمل بزرگوں میں آپ ایک معلوم مقام رکھتے ہیں۔ اردو اور فارسی کے عالم، عربی، انگریزی اور کثیر تعداد میں دوسری زبانوں کے مادوں کا وسیع اور گہرا علم رکھنے

والے ایک ماہر فن، باریک بین وکیل، ایک بلند پایہ شاعر و نثر نگار اور جماعت احمدیہ کے دیرینہ مخلص خادم کی حیثیت سے آپ معلوم و معروف ہیں۔

ایک قابل وکیل کی حیثیت سے اور اس وجہ سے کہ امارت شہر و ضلع لائلپور (فیصل آباد) کے علاوہ بھی مختلف اہم خدمات دینیہ کے انجام دینے کی توفیق پائی ہے۔ آپ جماعت میں ایک منفرد مقام کے حامل ہیں۔"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا اظہار تعزیت جو آپ نے حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی وفات پر فرمایا درج ذیل ہے جس سے آپ کے نافع وجود کا اندازہ ہوتا ہے۔

"حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر سلسلہ کے بہت چوٹی کے بزرگ تھے۔ بہت متبحر عالم تھے۔ مجھے اُن سے ذاتی گہری محبت تھی۔ وہ وقف جدید کے صدر تھے اور مَیں اُن کا ماتحت تھا۔ اُن میں (رفقاء) کا سا رنگ تھا۔ اگر تابعین نے کبھی (رفقاء) کا سا رنگ اختیار کیا ہے تو حضرت شیخ صاحب اُس کی بہترین مثال تھے۔ آپ بہت مرنجان مرنج اور بہت وسیع اخلاق کے حامل تھے۔ بہت متوازن شخصیت تھی۔ مولویت کا کوئی شائبہ بھی آپ میں نہ تھا۔ نیکی کا ہر پہلو آپ میں نمایاں تھا۔ تقویٰ، طہارت اور حُسنِ خُلق کا وہ انداز تھا جو لوگوں کو بے ساختہ اپنی طرف کھینچتا تھا۔ فیصل آباد کی ساری جماعت آپ کی عاشق تھی۔ آپ میں مزاح کی بھی بہت خوبصورت حِس تھی۔ ایک ہی لطیفہ بار بار اس انداز سے سناتے تھے کہ ہر بار نیا لُطف پیدا کر دیتے تھے۔"

حضور انور نے فرمایا

"مَیں نے ایک نظم میں ایک شعر خاص طور پر اُن کو ذہن میں رکھ کر کہا۔ وہ شعر یہ تھا ؎

یہ شجر خزاں رسیدہ ہے مجھے عزیز یارب
یہ اک اور فصلِ تازہ کی بہار تک تو پہنچے"

## ناقابلِ فراموش یادیں

# حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر - ایک فرشتہ سیرت انسان

از محترم مرزا عبد الحق صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ - پنجاب

خاکسار ۱۹۱۷ء میں شملہ سے لاہور تعلیم کے لئے گیا اور احمدیہ ہوسٹل میں رہائش اختیار کی۔ انہی دنوں برادرم شیخ محمد احمد صاحب اور ان کے بڑے بھائی شیخ نذیر احمد صاحب کپورتھلہ سے لاہور گئے۔ اس طرح ہم کئی سال احمدیہ ہوسٹل میں اکٹھے رہے۔

برادرم شیخ محمد احمد صاحب اس وقت بھی نہایت پاکیزہ اخلاق رکھتے تھے۔ طبیعت اور لباس میں بہت سادہ۔ ذہین اور نکتہ سنج۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند۔ علمی مشاغل رکھنے والے۔ اور ہر قسم کی لغویات سے کلیۃً پرہیز کرنے والے تھے۔ ہوسٹل میں کبھی کبھی مشاعرے ہوتے تو ان میں بھرپور حصہ لیتے۔

اس وقت احمدیہ ہوسٹل کو قائم ہوئے ایک دو سال ہی ہوئے تھے۔ زیادہ تر نوجوان قادیان سے آنے والے تھے۔ اعلیٰ درجہ کا دینی ماحول تھا۔ نماز باجماعت کا باقاعدہ انتظام۔ قرآن کریم کا درس۔ اخلاقی قواعد کی پوری پابندی۔ غرضیکہ وہ ایک روحانی تربیت گاہ نظر آتا تھا۔ جو دوسرے ہوسٹلوں سے یکسر مختلف تھا۔ سب طلباء کی آپس میں ایسی محبت کہ ایک دوسرے کو بھائی کہہ کر بلاتے تھے۔ ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ محترم چوہدری محمد حسین صاحب (والد ماجد محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب۔ نوبل انعام یافتہ) تھے۔ بڑے صالح بزرگ تھے۔ اس وقت کے طالب علموں سے اکثر وہ نکلے جنہیں اللہ تعالےٰ نے سلسلہ کی خاص خدمت کی توفیق عطاء فرمائی۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتا ہوں۔

برادرم ملک غلام فرید صاحب نے زندگی وقف کی اور ایک لمبے عرصہ کی محنتِ شاقہ کے ساتھ قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ اور تفسیر کی جو یورپ اور امریکہ میں بہت مقبول ہے۔ برادرم ڈاکٹر بدر الدین احمد صاحب نے ساری عمر اعزازی طور پر خدمت کرنے میں گزاری اور بعض بیرونی ممالک میں رشد و ہدایت کا موجب بنے۔ آپ نے آخری عمر میں قرآن کریم بھی حفظ کیا۔ برادرم میاں عطاء اللہ صاحب ایک لمبا عرصہ راولپنڈی کے امیر ضلع رہے۔ ان کے خطبات جمعہ ایسا گہرا اثر رکھتے

تھے۔ کہ وہاں کے پرانے دوست ابھی تک ان خطبات کو یاد کر کے لطف اٹھاتے ہیں۔ مرکزی جلسہ ہائے سالانہ میں بھی انہوں نے تقاریر کیں جو بہت پسند کی گئیں۔ آپ کی طبیعت بہت شائستہ تھی۔

برادرم شیخ یوسف علی صاحب نے زندگی وقف کی۔ اور سالہا سال حضرت مصلح موعود کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے۔ برادرم سید محمود اللہ شاہ صاحب نے تعلیمی میدان میں ساری عمر جماعت کی خدمت کی۔ برادرم شیخ بشیر احمد صاحب دس پندرہ سال لاہور کے امیر جماعت احمدیہ رہے اور جماعتی مقدمات میں بھی گرانقدر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ ایک اعلیٰ پایہ کے وکیل تھے اور انگریزی زبان پہ بہت دسترس رکھتے تھے۔ چند سال لاہور ہائیکورٹ کے جج بھی رہے۔

برادرم شیخ محمد احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت ممتاز خدمت کی توفیق عطاء فرمائی۔ جو دراصل ایک آدمی کا کام نہیں بلکہ ایک جماعت کا کام تھا۔ اس کی کسی قدر تفصیل یہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک کتاب "منن الرحمٰن" تصنیف فرمائی۔ جس میں آپ نے عربی زبان کو اُمّ الالسنہ ثابت فرمایا۔ یہ ایک نہایت عظیم تصنیف ہے۔ جس میں حضور نے قرآن کریم کے دس قسم کے مفردات کا نہایت عمدہ طریق سے ذکر فرما کر تحریر فرمایا ہے:۔

"ان دس دائروں میں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایسے پاکیزہ اور باہمی امتیاز رکھنے والے مفردات سے کام لیا ہے جو عقل سلیم فی الفور گواہی دیتی ہے کہ یہ اکمل اور اتمّ سلسلہ مفردات کا اسی لئے عرب میں مقرر کیا گیا تھا کہ تا قرآن کا خادم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سلسلہ مفردات کا قرآن کریم کے تعلیمی نظام سے جو اکمل اور اتمّ ہے بلکہ مطابق آگیا۔ لیکن دوسری زبانوں کے مفردات کا سلسلہ ان کتابوں کے تعلیمی نظام سے ہرگز مطابق نہیں آتا۔ جو الٰہی کتابیں کہلاتی ہیں اور جن کا ان زبانوں میں نازل ہونا بیان کیا گیا۔ اور نہ دوائر عشرہ مذکورہ ان کتابوں میں پائے جاتے ہیں"۔

(منن الرحمٰن صفحہ ۲۵ تا ۲۷)

اس کتاب کے متعلق حضور علیہ السلام نے ایک اشتہار دیا۔ جس میں لکھا:۔

"یہ ایک نہایت عجیب وغریب کتاب ہے۔ جس کی طرف قرآن شریف کی بعض پُرحکمت آیات نے ہمیں توجہ دلائی۔ سو قرآن عظیم نے یہ بھی دنیا پر ایک بھاری احسان کیا ہے جو اختلافِ لغات کا اصل فلسفہ

بیان کر دیا۔ اور ہمیں اس دقیق حکمت پر مطلع فرمایا کہ انسانی بولیاں کس منبع اور معدن سے نکلی ہیں اور کیسے وہ لوگ دھوکہ میں رہے جنہوں نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ انسانی بولی کی جڑھ خدا تعالیٰ کی تعلیم ہے۔ اور واضح ہو کہ اس کتاب میں تحقیق الالسنہ کی رُو سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں صرف قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جو اس زبان میں نازل ہوا ہے جو اُمّ الالسنہ اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے۔"

حضور کی اس الہامی اور اعجازی تحقیق کو حضرت شیخ محمد احمد صاحب نے آگے بڑھایا اور باقاعدہ قواعد کے ساتھ ثابت کیا کہ عربی زبان سب زبانوں کی ماں ہے اور اس سے سب زبانیں نکلی ہیں۔ چنانچہ انگریزی زبان کے متعلق آپ نے ایک کتاب لکھی ENGLISH TRACED TO ARABIC اسی طرح سنسکرت۔ لاطینی۔ جرمنی۔ فرانسیسی۔ چینی۔ فارسی اور ہندی کے متعلق آپ نے معین قواعد کے ساتھ ثابت کیا۔ یہ سب آپ نے حضور سے حاصل کردہ روشنی کے ساتھ کیا جو ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ یورپ اور امریکہ میں اس تحقیق کی قدر بھی کی گئی ہے۔ اور ابھی وقت گذرنے کے ساتھ اس کی مزید اہمیت ظاہر ہوگی۔

برادرم شیخ صاحب نے یہ سارا کام اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں اور ضلعی امارت کے فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ادا کیا۔ آپ کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے استغناء بہت رکھا تھا۔ اپنے پیشہ میں بھی اس کا اظہار ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک چیف انجینئر نے واپڈا کے خلاف ایک کیس دائر کرنا تھا۔ اس کے بعض دوستوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ شیخ صاحب کو وکیل کرے۔ چنانچہ وہ کیس دینے کے لئے آپ کے مکان پر آیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ وہ دوپہر کے وقت آیا۔ اس کے بلانے پر آپ باہر اسی کرتہ وغیرہ میں نکلے۔ جو آپ گھر پر پہنتے تھے۔ باہر نکلے تو اس نے کیس سپرد کرنے کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا پانچ بجے آئیں۔ اس نے اسے اپنی تخفیف جانا اور کیس کسی اور وکیل کو دے دیا۔ چند ماہ بعد واپڈا نے وہ کیس اپنی طرف سے پیروی کے لئے آپ کے سپرد کیا۔ جس روز آپ نے مدعی کے گواہان پر جرح کی تو چیف انجینئر مدعی کی حیثیت سے عدالت میں موجود تھا۔ شیخ صاحب نے ایسی خوبصورت جرح کی کہ گواہ ناقابل اعتبار ہوگئے۔ عدالت سے باہر نکلے تو چیف انجینئر نے کہا کہ اس نے ساری عمر میں یہ سب سے بڑی غلطی کی ہے کہ شیخ صاحب کو وکیل نہیں کیا۔ کیس کا بالآخر اس کے خلاف فیصلہ ہوگیا۔

بحیثیت وکیل آپ کی شہرت ایسی تھی کہ بعض دفعہ دونوں فریق آپ کو کیس دینے کی کوشش کرتے۔

باقی صفحہ ۴۴ پر

# اَللہُ بس، باقی ہَوَس

## حضرت شیخ صاحب ممدوح کی آخری نظم

یاری گر[1] فریاد رس، اَللہُ بس، باقی ہَوَس
بخشندۂ ہر دسترس[2]، اَللہُ بس، باقی ہَوَس

خلّاقِ تو جانے دِہد، رزّاقِ تو خوانے نہد
رِزقے مجو از ہیچکس، اَللہُ بس، باقی ہَوَس

اے مُرغِ جانت ہر زماں، از بہرِ رفتن پُر فشاں
ناگاہ، بگذارد قفس، اَللہُ بس، باقی ہَوَس

کوتاہ کُن آمال[3] را، کم کم بجو، اَموال را
تا چند چیدن[4] خار و خس، اَللہُ بس، باقی ہَوَس

با دولتِ کون و مکاں، ہنگامِ رفتن از جہاں
نتواں خریدن یک نفس[5]، اَللہُ بس، باقی ہَوَس

---

[1] یاری گر۔ مددگار [2] دسترس۔ قوّت۔ طاقت [3] آمال۔ (جمع اَمَل کی) امیدیں، آرزوئیں۔ [4] چیدن۔ چُننا۔ جمع کرنا [5] نفس۔ سانس

دَر حضرتِ سلطاں رَوِی، بِنگر چہ سوغاتے بَرِی
اِیں جانِیائی بازپَس، اَللّٰہُ بس، باقی ہَوَس

اُفتادہ مظہر در بلا، دریاب[۶]، یا مُشکل کُشا
در نیم رہ ماندہ[۵] فَرَس، اَللّٰہُ بس، باقی ہَوَس

---

۶ دریاب ۔ مدد کو پہنچ    ۵ ماندہ ۔ تھک کر رہ گیا

---

بقیہ: ایک فرشتہ سیرت انسان

جج صاحبان آپ کی قابلیت اور راست روی کی بہت قدر کرتے تھے۔

آپ کا ایک خاص وصف آپ کا انکسار اور عجز تھا۔ جو سطحی نہیں تھا بلکہ حقیقی تھا۔ ۱۹۶۴ء میں آپ پہلی مرتبہ مجلس مشاورت کے صدر حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی...... کی طرف سے مقرر کئے گئے۔ یہ حکم جس وقت آیا آپ نگران بورڈ کے اجلاس میں خاکسار کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھے تھے۔ حکم پڑھنے کے بعد آہستہ سے مجھے کہا "میں تو ایک غریب آدمی ہوں۔ یہ حضور نے کیا حکم فرما دیا۔ آپ میری اس کام میں مدد کریں۔" چنانچہ اگلے روز مشاورت ہونے پر آپ نے خاکسار کو اپنی معاونت کے لئے سٹیج پر طلب فرما لیا اور تینوں دن ساتھ رکھا۔ اسی طرح ۱۹۶۵ء کی مجلس مشاورت میں کیا۔ اس سے آپ کی طبیعت کی سادگی اور عجز کا پتہ چلتا ہے اور یہ تقویٰ کی بہت بڑی علامت ہے۔

اس سادگی کا اظہار آپ کے دفتر سے ہوتا۔ وکلاء اپنے دفتر کو اپنا اثر رکھنے کے لئے بہت اچھی طرح سے رکھتے ہیں۔ جتنا بڑا وکیل ہو اتنا ہی دفتر شان کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ لیکن آپ اس معاملہ میں اسی طرح بے نیاز تھے جس طرح باقی معاملات میں۔ حالانکہ آپ کو مقدمات دینے کے لئے بڑے سے بڑے آدمی آتے رہے۔ ایک دفعہ برادرم شیخ بشیر احمد صاحب فیصل آباد سے ہو کر خاکسار کے پاس سرگودھا آئے تو بڑی حیرت سے برادرم شیخ محمد احمد صاحب کے دفتر کی سادگی کا ذکر کیا۔ یہ بے نیازی بھی تقویٰ ہی کی ایک بڑی علامت ہے۔

حقیقت میں آپ ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔ ہر قسم کی آلائش سے پاک اور بے شمار خوبیوں کے مالک۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس بھائی پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین



۱۹۸۳ء حضرت شیخ صاحب۔ چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ
(ریٹائرڈ سیشن جج) اور جناب ثاقب زیروی کے ہمراہ



حضرت شیخ صاحب احباب جماعت احمدیہ لاہور کیساتھ

# قومی اسمبلی پاکستان ۱۹۷۴ء میں پیش ہونیوالا جماعت احمدیہ کا نمائندہ وفد



دائیں سے : محترم مولوی دوست محمد صاحب شاہد - محترم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری - سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ــــــ
محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر - (سیّدنا حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب - (خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

## حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی یاد میں

# ایک مشفق امیر مستجاب الدعوات اولیاء اور صاحب کشف و رؤیا وجود

محترم چوہدری غلام دستگیر صاحب ایڈووکیٹ۔ امیر جماعت احمدیہ فیصل آباد

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر عالمِ بقائے دوام ما

### امیر جماعت احمدیہ ــــ تادمِ آخر

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد جب خاکسار قادیان سے لائلپور آیا اس وقت لائلپور میں جماعت احمدیہ کے امیر شیخ نذر محمد صاحب آف چنیوٹ تھے۔ ۱۹۴۹ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... نے حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر..... کو امیر جماعت لائلپور نامزد فرمایا۔ کسی دوست نے حضور کی خدمت میں شکایت کی کہ جماعت لائلپور کو امیر کے انتخاب سے محروم کیا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ بہت اچھا اگر ایسا ہے تو انتخاب کروالو۔ انتخاب کے دن حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر.... ٹوبہ ٹیک سنگھ ایک مقدمہ کی پیروی کرنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ ان کی غیر حاضری میں کثرتِ رائے سے آپ امیر منتخب ہوئے۔ اور ۱۹۴۹ء سے لے کر اپنی وفات یعنی "۲۸ مئی ۱۹۹۳ء" تک امیر جماعتہائے احمدیہ شہر و ضلع فیصل آباد رہے۔

**○ میرا پہلا تعارف :** خاکسار کا تعارف آپ سے ایک ایسے واقعہ کے ساتھ ہوا جو قابلِ ذکر ہے۔ جب میرا تقرر ۱۹۴۹ء کے آخر میں بطور قائد خدام الاحمدیہ لائلپور عمل میں آیا تو خاکسار نے دیکھا کہ بیت الفضل میں نمازِ جمعہ کے بعد خدام کو ٹھہرانے کے لئے کہا جاتا ہے (اس وقت خدام کی تعداد ۲۵ - ۳۰ تھی) لیکن باوجود اعلان کے سب خدام نہیں ٹھہرتے تھے۔ خاکسار نے قادیان میں خدام الاحمدیہ کی جو ٹریننگ حاصل کی ہوئی تھی اسے یاد کر کے مجھے نہ ٹھہرنے والے

خدام کی یہ حرکت سخت پیچ و تاب میں ڈال دیتی تھی۔ ایک دن خاکسار نے تمام خدام کو روکنے کا انتظام کیا اور انہیں سمجھایا کہ آئندہ اگر کسی نے حکم عدولی کی تو سزا دی جائے گی۔ ایک موقعہ پر حضرت امیر صاحب کے ایک صاحبزادے نے تعمیل نہ کی اور میں نے انہیں سزا دی اس واقعہ کا علم شیخ محمد یوسف صاحب مرحوم کو ہوگیا۔ جو اُن دنوں سیکرٹری مال ضیافت اور امور عامہ ہوا کرتے تھے۔ وہ مجھے ملے اور کہنے لگے کہ آپ کو پتہ ہے کہ جس لڑکے کو آپ نے سزا دی ہے وہ کون ہے۔ وہ تو امیر صاحب کا لڑکا ہے، آپ کو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ جواباً میں نے کہا۔ کہ میں نے ایک خادم کو سزا دی ہے نہ کہ امیر صاحب کے لڑکے کو۔ آپ بتائیں کہ کیا امیر صاحب کا لڑکا خادم نہیں ہوتا؟ میرا یہ جواب سُن کر شیخ محمد یوسف صاحب خاموش ہوگئے۔

اگلے دن میں نماز مغرب پڑھنے کے لئے بیت الفضل آیا اور امیر صاحب کے انتظار میں بیرونی دروازہ پر کھڑا تھا۔ امیر صاحب تشریف لائے اور دُور ہی سے ہاتھ ہلاتے ہوئے السلام علیکم کہا اور قریب آکر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا میں آپ سے بہت خوش ہوں بہت خوش ہوں۔ جو امیر کے لڑکے کا لحاظ نہیں کرتا اور اُسے سزا دے دیتا ہے وہ کسی اور کا بھی لحاظ نہیں رکھے گا۔ دراصل یہی وہ دن تھا جس میں میرا اور امیر صاحب کا حقیقی تعارف ہوا۔

## ○ ایک رویاء — اور تعبیر:

انہی دنوں میں نے ایک عجیب رویاء دیکھا کہ نماز مغرب پڑھنے کے لئے بیت الفضل کے بیرونی دروازہ پر کھڑا امیر صاحب کا انتظار کر رہا ہوں۔ بیت الفضل جو اُن دنوں یک منزلہ تھی تین منزلہ ہے اور بیت الفضل کے کنوئیں کے قریب ایک بہت لمبی سیڑھی بانس کی لگی ہوئی ہے۔ جو تیسری منزل سے گذر کر آگے ایک "ممٹی" (بالاخانے) پر جاتی ہے۔ دیکھا کہ امیر صاحب نے بڑی تیز رفتاری سے آکر اس سیڑھی پر چڑھنا شروع کر دیا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ کہیں گر نہ پڑیں۔ اس لئے میں نے لپک کر ان کے پیچھے سیڑھی پر چڑھنا شروع کیا امیر صاحب تینوں منزلیں طے کرنے کے بعد "ممٹی" پر کھڑے ہوگئے اور جُھک کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا۔ اس نظارہ کے بعد میری آنکھ کھُل گئی۔

اُن دنوں شریف احمد صاحب باجوہ نائب امیر ہوتے تھے۔ ہمارے درمیان بطور امیر۔ نائب امیر اور قائد خدام الاحمدیہ بڑا ہی پیار کا رشتہ تھا۔ اور ضلع کے دورے ہم اکٹھے کیا کرتے تھے۔ ایک سفر میں ہم ایک بس پر سوار تھے۔ ساون بھادوں کے دن تھے۔ اور سڑک کے کنارے بارش کے پانی سے کٹے پھٹے تھے۔ اور بس موسلا دھار بارش میں جا رہی تھی۔ ڈرائیور بس کو اتنا تیز چلا رہا تھا کہ مسافروں

کے بار بار کہنے کے باوجود وہ باز نہیں آتا تھا۔ خاکسار کھڑا ہو گیا اور ڈرائیور کو اونچی آواز سے کہا کہ تم مسافروں کی بات کیوں نہیں سنتے۔ اور بس کو اتنا تیز کیوں چلا رہے ہو۔ تمہیں نظر نہیں آتا کہ بارش ہے اور سڑک خراب ہے۔ نائب امیر صاحب (شریف احمد صاحب باجوہ) نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور امیر صاحب کی طرف اشارہ کر کے بڑے اعتماد سے کہا دیکھیں تعویز ہمارے ساتھ ہے۔ ہمیں کوئی فکر نہیں اسے چلنے دو۔

۶۱-۱۹۶۰ء میں چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ سیٹلمنٹ افسر مقرر ہو گئے۔ اور امیر صاحب نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آج سے نائب امیر آپ ہیں۔ محنت سے کام کریں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں، فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ خاکسار کو اپنی رویاء کی تعبیر کا علم اس وقت ہوا جب آپ نے خاکسار کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔

۱۹۶۹ء میں میرا تبادلہ سرگودھا میونسپل کمیٹی میں ہو گیا اور میں نے مخدومی شیخ محمد احمد صاحب مرحوم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کسی اور کو نائب امیر مقرر کر دیں۔ فرمایا ہرگز نہیں میں دعا کروں گا اور آپ انشاء اللہ جلد واپس آجائیں گے۔ چنانچہ ڈیڑھ سال کے بعد میرا تبادلہ واپس لائلپور ہو گیا۔ اس کے بعد دو دفعہ میرا تبادلہ لاہور ہوا۔ لیکن میں ہمیشہ شام کو واپس لائلپور آجایا کرتا تھا۔ اب کے بھی میرے بار بار عرض کرنے کے باوجود آپ نے کسی کو نائب امیر مقرر نہ کیا۔ فرماتے میں دعا کر رہا ہوں۔ آپ جلد واپس آجائیں گے اور ایسا ہی ہوتا رہا۔

## آپ کی قبولیتِ دعا کے واقعات

آپ کی مقبول دعاؤں کا تذکرہ تو ایک لمبا مضمون ہے۔ یہاں صرف چند واقعات ازدیادِ ایمان کیلئے عرض کئے دیتا ہوں۔

○ **جالندھر سے کپورتھلہ منتقل ہونا:** فرمایا کہ سب سے پہلے میں نے جالندھر میں پریکٹس شروع کی۔ پانچ سال تک وہاں رہا۔ جو مقدمہ آئے جھوٹا میں لینے سے انکار کر دیتا۔ منشی میرے پاس کوئی نہ ٹکتا کہ عجیب وکیل ہے کہ لوگ مقدمے لے کر آتے ہیں لیکن لینے سے انکار کر دیتا ہے۔ میری بڑی مشکل سے گذر اوقات ہوتی تھی۔ کپورتھلہ سے لاکر جالندھر میں گذر اوقات کرتا۔ آخر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ... کی اجازت سے جالندھر کو چھوڑ دیا۔ جب میں کپورتھلہ کے لئے روانہ ہونے لگا تو پندرہ روپے میرے پاس تھے۔ سامان میں نے

ریڑھے پر لدوا لیا اور بیوی کو لے کر تانگے پر سوار ہونے والا تھا کہ مجھے بیوی نے بتایا کہ فلاں دکاندار کے ۱۵ روپے دینے ہیں۔ حیران ہوا۔ کہ پندرہ روپے دکاندار کو دے دوں تو سامان لے جانے والے کو کیا دوں گا۔ اور اپنا کرایہ کہاں سے لاؤں گا۔ ایک صورت یہ تھی کہ کپور تھلہ جا کر بھائیوں سے لے کر ادا کر دوں۔ لیکن یہ طبیعت کو گوارا نہ تھا۔ سخت پریشانی کی حالت میں میں خدا تعالیٰ کے حضور گر گیا۔ اور دعا کرنے لگا۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مشکل سے نکال۔ دعا سے فارغ ہو کر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ دو شخص میرے دفتر میں داخل ہوئے اور کہنے لگے کہ کل کپور تھلہ میں ہمارے مقدمہ کی تاریخ ہے۔ کیا آپ ہمارے مقدمہ میں پیش ہو سکیں گے۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ انہوں نے مجھے کاغذات دکھائے۔ مقدمہ ٹھیک تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کیا فیس لیں گے۔ میں نے کہا کہ جو فیس بھی آپ مجھے دیں گے مجھے منظور ہو گی۔ انہوں نے اسی وقت پچاس ۵۰ روپے نکال کر میرے ہاتھ پر رکھ دئے۔ اُن دنوں پچاس روپے بہت بڑی فیس ہوتی تھی۔ پندرہ روپے تو میں نے دکاندار کو دے دئے۔ کپور تھلہ جا کر تانگے والے کو اور سامان لانے والے کو کرایہ دے دیا۔ اور بازار جا کر ایک ماہ کا سودا بھی گھر میں ڈال لیا۔ لیکن ابھی پچیس روپے میرے پاس باقی تھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا۔

## ایک ہندو بچی کیلئے دعا:

فرمایا۔ کپور تھلہ میں میرا ہمسایہ پنڈت سوہن لال وکیل تھا۔ اس کے ساتھ ہمارے بہت ہی اچھے تعلقات تھے۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتب اور بعض دوسری قیمتی کتب بھی اُس نے مجھے بھجوائیں۔ اس کے ساتھ کھانا پینا بھی ہمارے ساتھ بھائیوں کی طرح تھا۔

ایک دفعہ اس کی لڑکی کو ٹائیفائیڈ بخار ہو گیا۔ ان دنوں ابھی اس بخار کا علاج نہیں نکلا تھا۔ قریباً اکیس دن بخار رہتا تھا۔ اور اکثر مریض اس بخار میں مر جاتے تھے۔ پندرہ سولہ دن بعد اس کی لڑکی کی حالت خراب ہو گئی۔ اور ہر قسم کا علاج بے سُود ثابت ہوا۔ میں نے دیکھا کہ نہایت افسردہ اور غمگین حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کے مکان کے باہر ایک تخت پوش ہوتا تھا جس پر ہم اکثر شام کے وقت بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ میں پنڈت سوہن لال کی مایوسی کی حالت دیکھ کر رات کو وہیں ٹھہر گیا۔ اور رات تہجّد کیلئے اٹھا۔ اور پنڈت صاحب کی لڑکی کیلئے دردِ دل سے دعا کی کہ اے میرے پیارے اللہ یہ میرا دوست ہے اس کی لڑکی کو اچھا کر دے تا اس کی پریشانی دُور ہو۔ جب میں دعا سے فارغ ہوا تو سوہن لال نے مجھے دیکھ لیا اور پوچھا کہ آپ میری لڑکی کیلئے ہی دعا کر رہے تھے نا۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ کہنے لگا کہ اب میری لڑکی تندرست ہوئی کہ ہوئی۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ صبح کو وہ لڑکی بھلی چنگی ہو گئی اور کوئی تکلیف باقی نہ رہی۔ جب میں جاتا تو وہ لڑکی کو کہتا کہ شیخ صاحب کو سلام کرو۔ تم تو انہی کی دعا سے اچھی ہوئی تھی۔ اور یہ تمہاری زندگی انہی کی دعا کا نتیجہ ہے۔

## ○ ایک تھانیدار کا انجام:

فرمایا۔ کپورتھلہ سے قریباً ۳ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں بھوانی پور تھا۔ اس میں دو تین گھر احمدیوں کے تھے۔ اُن میں سے ایک احمدی کا نام عبدالستار تھا۔ اُس کے گھر میں چوری ہو گئی۔ وہ میرے پاس آئے۔ میں نے کہا فوراً تھانہ میں رپٹ درج کرادو۔ وہ گئے۔ لیکن غلام محمد تھانیدار نے رپٹ درج نہ کی۔ میرے کہلا بھیجنے کے باوجود پھر بھی غلام محمد نے رپٹ درج نہ کی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں بھی گستاخی کی۔ جب میں نے یہ بات سُنی تو طبیعت میں سخت ملال پیدا ہوا۔ چنانچہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور گر گیا اور تھانیدار کے خلاف بد دعا کی کہ اے قادر و توانا اس ظالم اور متکبر تھانیدار کو اپنی بطشِ شدید میں لے لے۔ چند ہی دن گذرے کہ اُس تھانے کی حوالات میں ایک مجرم مر گیا اور غلام محمد تھانیدار پر قتل کا مقدمہ قائم ہو گیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اُسے بطشِ شدید میں لے لیا۔ اُس کی سخت مخالفت ہوئی اور مقدمہ کی نوعیت سخت ہونے لگی۔ میرے پاس آیا اور نہایت عاجزی سے کہنے لگا کہ آپ کے سوا اب میرا کوئی نہیں۔ خدا کے لئے میرے مقدمہ کی پیروی کریں۔ اُس کے ساتھ اس کا والد بھی تھا۔ جس کے ساتھ میرے پرانے مراسم تھے۔ اس نے کہا کہ میرا لڑکا اب آپ کے رحم و کرم پر ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ خود ہی بد دعا کی اور خود ہی اس مقدمہ کی پیروی کروں یہ کس طرح ہوگا۔ دوسری طرف اس کا والد تھا جو برملا کہہ رہا تھا کہ تمام ہندو اور سکھ غلام محمد کے خلاف ہیں اور انہوں نے اس امر کو مذہبی رنگ دے دیا ہے۔ سوائے آپ کے اب مسلمانوں کی کون مدد کرے؟ خیر میں نے مقدمہ لے لیا۔ اور دعا بھی کی اور پوری دلچسپی سے مقدمہ کی پیروی شروع کر دی۔ ابھی مقدمہ جاری تھا کہ ملک تقسیم ہو گیا۔ اور ہم پاکستان آ گئے۔ غلام محمد تھانیدار راستہ میں (جب گاڑی پر سکھوں نے پاکستان آتے وقت حملہ کیا تو گاڑی سے) اُتر کر بھاگا۔ پیچھے سکھ لپکے اور اُسے قتل کر دیا۔

## ○ "میں اپنے خدا سے کہوں گا":

عزیزم حمید احمد ظفر (مخدومی امیر صاحب کے صاحبزادے جو چیف انجینئر ہو کر ریٹائر ہوئے اور آجکل لاہور میں مقیم ہیں) کی پرموشن کا سوال تھا اور پرموشن کے احکام جاری کرنے والا افسر جناب شیخ بشیر احمد صاحب

جسٹس کا بے تکلف دوست تھا۔ عزیزم مکرم مظفر احمد ظفر صاحب نے حضرت مخدومی امیر صاحب کی توجہ اس طرف دلائی کہ اگر شیخ بشیر احمد صاحب افسر متعلقہ کو کہہ دیں تو پروموشن کا معاملہ حل ہو سکتا ہے۔ حضرت مخدومی امیر صاحب اور شیخ بشیر احمد صاحب یک رنگ دوست تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ بڑے گہرے بے تکلفانہ مراسم تھے۔ اتفاق سے شیخ بشیر احمد صاحب فیصل آباد تشریف لائے۔ تو حضرت مخدومی امیر صاحب نے اُن سے ذکر کیا۔ شیخ صاحب نے کہا کہ اب تو میں مری جا رہا ہوں۔ آکر کہوں گا۔ حضرت مخدومی امیر صاحب نے کہا۔ پھر آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنے خدا سے کہوں گا۔ شیخ بشیر احمد صاحب نے بے تکلفانہ انداز میں مزاحاً کہا کہ "ہاں خدا تیری سُننے کے لئے بیٹھا ہوا ہے نا؟" حضرت مخدومی امیر صاحب نے بڑے اعتماد سے کہا کہ ہاں "وہ میری سُننے کے لئے بیٹھا ہوا ہے۔"

فرمایا کرتے کہ میں نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات میں عزیزم حمید احمد ظفر کی پروموشن کا معاملہ حل کر دیا۔

## ○ تپ دق کے مریض کیلئے دعا:

مورخہ ۱۷۔ دسمبر ۱۹۸۲ء کی بات ہے کہ ہم چند دوست بار رُوم میں حضرت مخدومی امیر صاحب کے ساتھ بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ اور کسی غیر معمولی موت کا ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا ۱۹۲۵ء میں ایک جھگڑا میرے پاس فیصلہ کے لئے آیا۔ ایک خوبصورت محمد حسین نامی نوجوان ۲۰۔ ۲۵ سال کی عمر کا شادی شدہ تھا۔ اور دق کا مریض تھا۔ بیماری اتنی ترقی کر چکی تھی کہ تمام ڈاکٹروں اور ہسپتالوں نے لاعلاج قرار دے کر مایوسی کا اظہار کیا۔ کیونکہ اس کے پھیپھڑوں سے پیپ آرہی تھی اور دق کا ہڈیوں پر بھی بڑا گہرا اثر تھا۔ ان دنوں ٹی۔ بی کا کوئی علاج ایجاد نہ ہوا تھا اور عموماً دق کا مریض فوت ہو جایا کرتا تھا۔ اس کے سسرال نے اپنی لڑکی کی طلاق کا مطالبہ کر رکھا تھا۔ ہر چند میں نے سمجھانے کی کوشش کی کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ آخر طلاق کا فیصلہ ہوا۔ اور محمد حسین نے طلاق دے دی اور مجھے کہا کہ رشتہ تو ٹوٹ گیا ہے لیکن میرے ان سسرال والوں کی دعوت ہونی چاہیئے تاکہ خوشی خوشی ہم علیحدہ ہوں تاکہ کسی قسم کی شکر رنجی پیدا نہ ہو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مجھے اس طلاق کا بہت احساس ہوا اور پھر اس نوجوان کے حُسنِ سلوک کا بھی مجھ پر بہت اثر ہوا۔ میرے دل سے دعا اٹھی کہ قادر و توانا کے آگے کیا مشکل ہے کہ یہ نوجوان اچھا ہو جائے۔ مجھے اس وقت قرآن مجید کی سورۃ لقمان کے رکوع ۴/۷ کی آیت بھی یاد آئی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کا علم اللہ ہی کو ہے وہی

بارش نازل کرتا ہے اور رحموں میں جو کچھ ہے اسے بھی وہی جانتا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا عمل کرے گا اور نہ کوئی شخص جانتا ہے کہ کس زمین میں مرے گا۔ میں نے اس کے بڑے بھائی محمد حسن کو جو مولوی فاضل تھا بلایا اور کہا کہ تمہارا بھائی اچھا ہو جائے گا۔ اُس نے خیال کیا کہ شاید اسکی دلداری کے لئے کہا گیا ہے۔ وہ اپنے بھائی کی بیماری اور اس کی آخری سٹیج کو سمجھتا تھا کہ اُس کے بچنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ خیر وہ میری بات کو یونہی سمجھا اور چلا گیا۔ تیسرے دن کے بعد میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کی وہ بات تو ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ آج اس کی طبیعت میں نمایاں فرق ہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ چند دنوں میں اس کی صحت بحال ہو گئی اور آج یعنی ۱۷ دسمبر ۱۹۸۲ء کو بھی وہ زندہ موجود ہے۔

## ○ حضرت میر محمد اسحاق کے جنازہ میں شرکت:

فرمایا۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی وفات کی خبر ایسے وقت میں ملی۔ کہ آدھ گھنٹے کے اندر اندر آٹھ میل دُور کرتار پور اسٹیشن سے گاڑی پر سوار نہ ہو سکتا تھا جنازہ میں شامل ہونے کے لئے بہت دعا کی۔ اور قادیان جانے کے لئے باہر نکلا۔ ایک تانگہ کھڑا تھا۔ میں نے تانگہ والے سے بات کی۔ اُس نے کہا فوراً تانگہ پر بیٹھ جائیں۔ گھوڑا اتنا اچھا تھا کہ کوچوان نے ایک چابک لگایا اور گھوڑا سرپٹ دوڑ پڑا اور تین میل پر جا کر آہستہ ہوا۔ چنانچہ اُس نے پھر اُسے ایک چابک رسید کیا اور میں وقت پر اسٹیشن پہنچ گیا۔ لیکن پلیٹ فارم پر پہنچتے پہنچتے گاڑی روانہ ہو چکی تھی۔ میں دوڑ کر چلتی گاڑی میں سوار ہو گیا۔ اور وقت پر قادیان پہنچ کر جنازہ میں شامل ہو گیا۔

## ○ کامیابی کیلئے دعا:

۶۱-۱۹۶۰ء کی بات ہے کہ حضرت مخدومی شیخ محمد احمد صاحب مظہر کے صاحبزادے شیخ مظفر احمد صاحب میرے ساتھ لاء کالج میں پڑھا کرتے تھے۔ ایل۔ایل۔بی کا امتحان ہو رہا تھا۔ اور انہوں نے خاکسار کو کہا کہ حضرت والد صاحب کو میرا پیغام دے دیں کہ مظفر کے لئے دعا کی جائے۔ تاکہ پرچہ خراب ہونے کی وجہ سے وہ کہیں فیل نہ ہو جائے۔ کیونکہ پرچہ بہت خراب ہوا تھا۔ خاکسار عزیزم مظفر احمد صاحب کا پیغام دینے کے لئے بیت الفضل فیصل آباد میں آیا تو دیکھا کہ حضرت مخدومی شیخ صاحب نماز عصر پڑھا کر گھر جانے کے لئے جوتا پہن رہے ہیں۔ خاکسار نے عزیزم مظفر احمد کا پیغام پہنچایا۔ آپ نے وہیں خط منگوایا اور کھڑے کھڑے اُس پر لکھا۔ "فکر نہ کریں۔ اطمینان سے امتحان دیں۔ میں تمہارے لئے دعا کر رہا ہوں"۔ والد کے سعید بیٹے نے اُس خط کو اپنے دوستوں کے سامنے

رکھ دیا اور کہا کہ اب مجھے کوئی فکر نہیں ۔ میرا والد میری کامیابی کے لئے دعا کر رہا ہے ۔ چنانچہ جب نتیجہ نکلا تو عزیزم مظفر صاحب کی کالج میں غالباً تیسری پوزیشن تھی ۔

## آپ کے رویاء و کشوف

حضرت مخدومی شیخ محمد احمد صاحب مظہر ــــ اہل اللہ اور صاحب کشف و رؤیاء تھے ۔ آپ کی خوابیں عام طور پر صاف، واضح اور بلا تعبیر ہوتی تھیں ۔ بعض کشوف عین بیداری میں ہوئے ۔ اور اسی طرح پورے ہوئے جس طرح آپ نے وہ نقشہ دیکھا ۔ چند ایک پیش خدمت ہیں ۔

### آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت:

فرمایا ۔ کہ میں نے رؤیاء میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چارپائی پر بہت سفید چادر لئے لیٹے ہوئے ہیں ۔ میرے والد صاحب (منشی ظفر احمد صاحب .....) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں ۔ حضورؐ کا چہرہ بڑا پُر رونق ہے ۔ اور میری طرف دیکھ کر فرماتے ہیں مَآءٌ طَیِّبٌ یعنی خالص پانی پلاؤ ۔ میں نے ایک صاف شفاف مٹی کے کٹورے میں پانی لیا اور کٹورے کے نیچے مٹی کی ایک رکابی رکھ کر ادب سے حضورؐ کی خدمت میں پانی پیش کیا ۔ آپؐ نے پی لیا ۔ میں نے عرض کی ۔ حضورؐ اور لاؤں ۔ حضورؐ نے فرمایا ۔ ہاں ۔ چنانچہ دوبارہ میں نے پانی پیش کیا ۔ مگر وہ مٹی کا کٹورہ اس دفعہ خود بخود چینی کی بنی ہوئی چائے کی پیالی بن گیا ۔ اس میں نصف تک پانی تھا جو میں نے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا ۔ اور حضورؐ نے اسے نوش فرمایا ۔

### ایک خوشخبری ــ ۱۸ کے بعد ختم:

مارچ ۱۹۵۳ء کی بات ہے کہ خاکسار چند خدام کو ساتھ لے کر حضرت مخدومی شیخ صاحب ــ کے مکان پر پہرہ دے رہا تھا ۔ کیونکہ احمدیوں کے خلاف بہت ہنگامہ تھا اور کچہری بازار کی جامع مسجد پر لگے ہوئے لاؤڈ سپیکروں سے دن رات احمدیوں کے خلاف اعلان ہوتے رہتے تھے ۔ حضرت مخدومی بالائی منزل پر ہوتے تھے ۔ اور خاکسار ڈیوڑھی کے ساتھ والے کمرہ میں بیٹھتا تھا ۔ اور خدام کی نگرانی کرتا تھا ۔ ساری رات جاگتے ہوئے گذرتی تھی ۔ ۱۳ یا ۱۴ ۔ مارچ کا واقعہ ہے کہ خاکسار نے حضرت مخدومی کے پاؤں کی چاپ اوپر سے نیچے آتے سُنی ۔ وہ بڑی تیزی سے نیچے تشریف لا رہے تھے ۔ میں نے محسوس کیا کہ شاید کوئی ایسا اعلان ہوا ہے جس کے بارہ میں وہ ہمیں کوئی ہدایت دینے کے لئے آئے ہیں ۔ دیکھا کہ آپ کا چہرہ بڑا مطمئن اور روشن تھا ۔ آتے ہی فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ

نے بتایا ہے "۱۸- کے بعد ختم"- کچھ باتیں کر کے اوپر تشریف لے گئے۔ یعنی "۱۸" تاریخ کو مغرب کی نماز کے بعد فوج شہر میں داخل ہوئی اور جامع مسجد کچہری بازار پر قبضہ کر لیا اور لاؤڈ سپیکروں کی آواز بالکل ختم ہو گئی- ۱۹- مارچ ۱۹۵۳ء کی صبح کو فیصل آباد میں ہنگامے ختم ہو گئے۔ اس کشفی نظارہ کا نہ صرف خاکسار بلکہ جماعت کے بہت سے دوست گواہ ہیں۔

## ○ بیٹی کی شادی اور بارات:

فرمایا کہ- میری اکلوتی بیٹی کی شادی کے موقعہ پر مجھ سے دریافت کیا گیا کہ بارات کتنے افراد پر مشتمل ہو۔ میری مالی حالت خدا تعالیٰ کے فضل سے اُس وقت بہت اچھی تھی۔ مَیں نے کہا کہ جتنے آدمی چاہیں لے آئیں۔ وہ یہ سُن کر چُپ رہے اور مجھے ہرگز اطلاع نہ دی کہ کتنے افراد بارات میں آئیں گے۔ مَیں نے بھی پوچھنا مناسب نہ سمجھا- دن قریب آگئے تو اللہ تعالیٰ نے رؤیاء میں مجھے بارات اور افراد کی صحیح صحیح تعداد بتا دی اور یہ بھی بتایا کہ بارات وقت سے بہت دیر بعد پہنچے گی اور کسی وجہ سے لیٹ ہو جائے گی۔ چنانچہ عین میری رؤیاء کے مطابق بارات لیٹ آئی۔ کیونکہ ایک گاڑی سے بارات رہ گئی اور دوسری میں سوار ہو کر کافی دیر کے بعد پہنچی اور بارات کے افراد کی تعداد وہی تھی جو مجھے رؤیاء میں بتائی گئی تھی۔

## ○ والد ماجد کی وفات کے بعد رؤیاء - حضرت مسیح موعود سے ملاقات:

فرمایا- والد صاحب (حضرت منشی ظفر احمد صاحب ......) کی مقبرہ بہشتی میں تدفین و دعا کے بعد سارے دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر آئے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب...... مزار کے جانب مشرق کھڑے ہوئے دعا میں چشم پُر آب تھے۔ اور سارا مجمع سکوت اور غم کے عالم میں دست بدعا تھا۔ اس وقت قبلہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب..... کے منہ سے بے اختیار اونچی آواز میں یہ فقرہ نکلا "آپ کا دوست پہنچ گیا ہے آپ کے پاس"- اس فقرہ میں والد صاحب کی سیرت یعنی دنیا اور آخرت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت کا نقشہ کھنچ گیا- والد صاحب نے اپنی وفات سے ایک سال قبل رؤیاء کے اندر خود کو حضرت مسیح پاک کی معیت میں دیکھا تھا-

فرمایا- کہ والد صاحب کی وفات کے بعد تیسرے دن مَیں نے رؤیاء میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود مہدی معہود ہمارے گھر تشریف لائے ہیں اور مجھے فرمایا کہ اپنے ابّا کو بلاؤ- مَیں بلا لایا- بڑی محبت سے دونوں میں ملاقات ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام والد صاحب کو اپنے ساتھ لے کر چلے گئے۔

فرمایا- والد صاحب کی وفات کے کچھ عرصہ بعد منشی عبد السمیع صاحب کپورتھلوی نے رؤیاء میں

دیکھا کہ والد صاحب جنت کے اندر ایک عالی شان مکان میں ہیں۔ میں نے حال دریافت کیا تو آپ نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ حال یہ ہے کہ چھ ماہ ہو چکے ہیں۔ ابھی تو میری دعوتیں ہو رہی ہیں۔ حضرت مخدومی شیخ صاحب نے فرمایا کہ پاک انجام پانے والے شخص کیلئے موت یقیناً ایک عظیم الشان عروسی جشن ہے اور کسی شاعر نے بالکل سچ کہا ہے

عروسی بود نوبتِ ماتمت
اگر بر نکوئی شود خاتمت

**○ رویاء میں والد صاحب سے ملاقات:** فرمایا کہ ۔ والد صاحب مرحوم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد میں نے رؤیاء میں انہیں دیکھا۔ مجھے فرمانے لگے محمد احمد میرا یہاں بڑا اثر و رسوخ ہے اگر کوئی کام ہو تو مجھے بتانا۔ جب حضرت مخدومی شیخ صاحب نے اپنا یہ رویاء خاکسار کو بتایا تو خاکسار نے عرض کی کہ کیا آپ نے پھر اپنے والد صاحب کے فرمان کے مطابق کبھی کوئی بات ان سے کہی۔ فرمایا۔ ہاں میں نے کئی دفعہ ان کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور وہ ہمیشہ قبول ہوئی۔

**○ خدا کام آتا ہے:** فرمایا ۔ میری پریکٹس کے ابتدائی ایام تھے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ بیوی سونے کے کڑے بنوانے کا تقاضا کر رہی ہے۔ اور میں نے کڑے بنوا دیئے ہیں۔ ان ایام میں میں تنگ دست تھا۔ اور ابھی گذر اوقات کا مسئلہ ہی بڑا اہم تھا۔ میں یہ خواب بھول چکا تھا کہ میری مالی حالت اچھی ہو گئی اور ایک دن بیوی نے سونے کے کڑوں کا مطالبہ کر دیا۔ مجھے اپنی خواب یاد آ گئی اور میں نے ۱۰ تولے کے کڑے بنوا دیئے۔ وہ سونا میں نے ۳۵/- روپے تولہ کے حساب سے خریدا تھا۔

چند سال بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ میری اہلیہ کہتی ہے کہ میں نے اپنے کڑے وقف کر دئیے ہیں اور میں نے خواب میں ہی ایک شخص کے پاس اس کا ذکر کیا اور وہ کہنے لگا کہ زیور تو مشکل وقت کے لئے سہارا کا موجب ہوتا ہے اور وقت بے وقت کام آنے والی چیز ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ہمیں تو اپنے خدا پر یقین ہے۔ وقت بے وقت وہی ہمارے کام آتا ہے۔ میں نے یہ خواب دیکھا اور بھول گیا۔ کئی سال بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے وقف جائیداد کی تحریک کی۔ میں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ کیا آپ نے حضور کی طرف سے وقف کی تحریک کو الفضل میں پڑھ لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے پڑھا اور اسی وقت وقف کرنے کا عہد کر لیا۔ اس وقت بھی مجھے اپنی خواب یاد نہ آئی۔ چند دنوں

کے بعد میں قادیان روانہ ہوا تو راستہ میں مجھے کرنل الطاف علی کا نواسہ محمد حیات ملا اور باتوں باتوں میں میں نے اس سے حضرت صاحب کی تحریک اور اہلیہ کے کڑے وقف کرنے کا ذکر کیا تو اُس نے فوراً کہا کہ یہ اُس نے کیا کیا۔ زیور تو وقت بے وقت کام آنے والی چیز ہے۔ میں نے کہا ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں۔ وقت بے وقت تو خدا کام آتا ہے۔ کسی چیز نے کیا کام آنا ہے۔ تب اس وقت یک لخت مجھے اپنا رویاء یاد آگیا کہ کس طرح ہو بہو پورا ہوا ہے۔

## ○ رویاء دیکھنے پر ہدایت :

خاکسار۔ حافظ محمد اکرم صاحب حضرت مخدومی امیر صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ کچھ دیر سونے کے بعد اٹھے اور فرمایا کہ ابھی ابھی میں نے رویاء میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور اُن کے پاس ہی میرے والد صاحب (حضرت منشی ظفر احمد صاحب) بیٹھے ہیں۔ حضورؐ نے والد صاحب کو فرمایا کہ "تسبیحیں بنائیں۔ پھر ان کو ختم کر دیں گے"۔ اس نظارہ کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ فرمایا دوستوں کو بہت ذکر الٰہی اور دعاؤں سے کام لینا چاہیئے۔ تاکہ جماعت کی موجودہ حالت تبدیل ہو جائے اور دشمنوں کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں۔

## ○ ایک رویاء۔ خدا تجھ پر خوش ہوا :

مورخہ ۲۴۔ نومبر ۱۹۸۹ء کو خاکسار حضرت مخدومی امیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا۔ آج رات میں نے اڑھائی بجے عین بیداری کی حالت میں دیکھا کہ چارپائی پر بیٹھا ہوا ہوں اور کمرے کی چاروں دیواروں پر نہایت خوبصورت موٹے الفاظ میں ہر جگہ لکھا ہوا ہے۔

"تیری نظر تیز ہو جائے گی کیونکہ خدا تجھ پر خوش ہوا"

میں نے اپنے پوتے فاروق احمد کو جو میرے پاس سویا ہوا تھا اٹھایا اور کہا کہ دیکھو دیواروں پر کیا لکھا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ یہاں تو کچھ نہیں لکھا ہوا۔ لیکن یہ نظارہ ایک گھنٹہ تک قائم رہا اور یہ الفاظ عین بیداری میں دیواروں پر دیکھتا رہا۔ دراصل ایک دن میں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نہایت عاجز انسان ہوں۔ نہایت نالائق۔ نہایت نالائق۔ "نامعلوم تو مجھ پر خوش بھی ہے کہ نہیں"۔

## ○ "سردار صاحب آرہے ہیں" :

عزیزم مکرم شیخ مظفر احمد صاحب ظفر نے بتایا۔ کہ غالباً جنوری ۱۹۹۳ء کی بات ہے کہ میں اور میری اہلیہ عطیہ حضرت مخدومی امیر صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ اچانک امیر صاحب نے فرمایا کہ عطیہ کو کہو کہ وہ دوسرے کمرہ میں چلی جائے۔ میں نے خیال کیا کہ غالباً انہوں نے پیشاب کرنا

ہے۔ عطیہ اٹھ کر چلی گئی اور میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ کو پیشاب کی حاجت ہے۔ فرمایا نہیں۔ میں نے کہا تو پھر عطیہ آجائے۔ فرمایا نہیں "سردار صاحب آرہے ہیں" ابھی چند منٹ ہی گذرے تھے۔ کہ دروازے پر دستک ہوئی اور مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر میاں مبشر احمد صاحب تشریف لائے۔ حالانکہ اُن کے نہ آنے کی اطلاع تھی اور نہ اُنہیں ربوہ سے معائنہ کے لئے بلایا گیا تھا۔ پھر مجھے کہہ کر اپنی الماری سے ایک کاغذ میں لپٹا ہوا ڈرائی فروٹ منگوایا اور ڈاکٹر صاحب کو دے کر کہا۔ یہ میں نے آپ کے لئے رکھا ہوا تھا۔

## ○ مخالفین کے بارہ میں رویاء :

مورخہ ۱۵۔ مارچ ۱۹۹۳ء کو خاکسار اور حافظ محمد اکرم صاحب حضرت مخدومی امیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا۔ آج رات میں بہت رویا۔ آپ کی پوتی نوزی بنت شیخ طاہر احمد صاحب نے بھی بتایا کہ ان کے رونے کی اونچی اونچی آواز آرہی تھی اور ان کی آنکھوں سے بہت آنسو گرتے دیکھے گئے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ آخر کیا وجہ تھی کہ آپ اتنا گڑ گڑا کر روئے۔ فرمایا رات رویاء میں مجھے چوہدری محمد ظفر اللہ صاحب ملے اور انہوں نے کہا کہ یہ مخالف سب برباد ہو جائیں گے۔ ان کی بربادی کا نظارہ پھر مجھے ...... فلم کی صورت میں دکھایا گیا۔ اس کے بعد مجھے چوہدری ظفر اللہ صاحب۔ اُن کے بھائی چوہدری اسد اللہ صاحب۔ میرے بہن بھائی اور والد صاحب اور میری اہلیہ یاد آئیں اور میں دیر تک روتا رہا۔

## ○ ایک خبر :

فرمایا ۴۳-۱۹۴۲ء کی بات ہے کہ میں اعتکاف میں تھا۔ خواب میں یہ عبارت لکھی دیکھی

"TIDE WILL TURN IN FAVOUR OF BRITISH IN THE MONTH OF MARCH 1944."

بعد میں یہی خبر اخبار ٹریبیون TRIBUNE میں چھپی دیکھی گئی

---

باغ میں ملّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

اَب اسی گُلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

گُلشنِ احمدؑ بنا ہے مسکنِ بادِ صبا
جس کی تحریکوں سے سُنتا ہے بشر گفتارِ یار

(درثمین)

# سراپا عجز ــــ سرتاپا مروّت

(یہ نظم ۱۹۹۲ء کے اواخر میں حضرت شیخ صاحب کی ملاقات سے متاثر ہو کر کہی گئی)

ہوئی اِک نابغہ سے کل ملاقات ؛ ہیں دِل پر نقش اب تک اُس کے آثار
ادب، علم و تعلّم، شغلِ محبوب ؛ زباں معجز بیاں۔ خامہ گُہر بار
ذہانت اور فراست کا مرقّع ؛ شعُور و آگہی کا بحرِ ذخّار
خُدادان، خُدادار و خُدادوست ؛ منزّہ عادتیں۔ پاکیزہ اطوار
علومِ دہر اُس کے در کے درباں ؛ مگر وہ آپ دربانِ درِ یار
سراپا عجز۔ سرتاپا مروّت ؛ سمیٹے ذات میں مشرق کی اقدار
وجود اُس کا صداقت کی نشانی ؛ مسیحا کی دُعا کا حُسن و شہکار
جو اپنی ذات میں اِک انجمن ہے ؛ مثالی ہے جہاں میں جس کا کردار
خُدایا اُس کو صحّت بھی عطا کر ؛ جسے بخشا ہے تُو نے قلبِ بیدار

دُعا کرتا ہے ثاقب تجھ سے یا رب
رہیں قائم ہمیشہ اُس کے انوار

ثاقب زیروی

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی متفرق یادیں

# حسینِ اخلاق ۔ دلکش سیرت

محترم رانا منظور احمد صاحب ۔ فیصل آباد

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت شیخ صاحب کے بارہ میں فرمایا:۔
"نیکی کا ہر ایک پہلو آپ میں نمایاں تھا۔ تقویٰ طہارت اور حُسنِ خُلق کا وہ انداز تھا جو لوگوں کو بے ساختہ اپنی طرف کھینچتا تھا۔ فیصل آباد کی ساری جماعت آپ کی عاشق تھی۔"
(الفضل ۱۲ ۔ جون ۱۹۹۳ء)

میری تیس ۳۰ سال سے زائد عرصہ کی ایک لمبی رفاقت ہے۔ حاضری دینے میں کبھی اکتاہٹ نہیں ہوئی، بلکہ ذوق اور شوق میں اضافہ ہوتا رہا۔ چنانچہ ام الالسنہ کی تحقیق میں ٹائپ کے کام کی سرانجام دہی میں لطف اور راحت محسوس ہوتی رہی۔ صحبت صالحین و صادقین کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی شخصیت میں گہری جاذبیت تھی۔ آپ کی گفتگو سننے والے کا شوق بڑھتا رہتا تھا۔ اور دل چاہتا تھا کہ پاس بیٹھا رہے ۔۔۔ اس دلربا وجود کے فیوض و برکات سے ہر کوئی مستفیض ہوا۔ آپ کی دلکش سیرت کے بعض پہلوؤں کو اس مضمون میں پیش کیا جا رہا ہے۔

**○ نمازوں کی پابندی :** ٹائپنگ کرتے ہوئے مغرب کا وقت ہو جاتا۔ اندر سے آواز دیتے "بھئی رانا صاحب پہلے نماز پڑھ لیں۔" دریافت فرماتے۔ وضو ہے؟ اگر میں عرض کرتا۔ جی وضو کرنا ہے۔ تو فاروق صاحب یا کسی اور بچے سے پانی منگواتے۔ بعض اوقات پانی کا لوٹا دونوں ہاتھوں سے تھامے ہوئے خود لاتے۔ اس وجہ سے خاکسار کوشش کرتا کہ وضو کر کے جائے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ جب دریافت فرمایا۔ وضو ہے۔ تو میں نے عرض کیا جی ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ رانا صاحب وضو کر کے ٹائپ کرتے ہیں۔

**گھر کا امام الصلوٰۃ:** خاکسار کو نماز پڑھانے کا ارشاد فرماتے۔ خود تکبیر کہتے۔ بعض اوقات مغرب کے وقت گھر پر مربی صاحب ضلع محترم جناب نائب امیر صاحب (موجودہ امیر صاحب) خاکسار کے استاد محترم حافظ محمد اکرم صاحب حفیظ بھی موجود ہوتے۔ ایسی صورت میں بھی خاکسار کو ہی نماز پڑھانے کے لئے کہتے۔ ایسے ہی ایک موقع پر ان بزرگان کی طرف رُخ کر کے فرمایا

"رانا صاحب ہمارے گھر کے امام الصلوٰۃ ہیں"۔

**آپ کی نمازوں اور خطبہ کی کیفیت:** البیت میں نماز ہلکی پڑھاتے۔ خطبہ جمعہ بھی مختصر ہوتا۔ الفاظ چجے تُلے حکمت کے موتی ہوتے۔ دل چاہتا کہ خطبہ جاری رہے۔ اگر کسی وجہ سے خطبہ دیر سے شروع ہوتا تو دیر اپنے حساب میں ڈالتے اور خطبہ معین وقت پر ختم کر دیتے۔ گھر سے البیت اور واپس گھر تک تیز رفتاری سے چلتے۔ خدام تقریباً دوڑ کر ساتھ ملتے۔ ضعف پیری اور نقاہت اور آخری علالت میں سواری پر جمعہ میں تشریف لاتے اور خدام کے سہارے سے اگلی صف میں مقرر جگہ پر بیٹھتے۔ عموماً مندرجہ ذیل آیات پڑھتے (آواز مترنم اور دھیمی ہوتی):-

سورۃ النساء رکوع ۵ ...... اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ ....

سورۃ المومنون رکوع ۶ ...... اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ

سورۃ الذریات رکوع ۳ ...... وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ

**درمیانی نماز کی حفاظت:** ارشادِ ربانی حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى نمازوں کی حفاظت کرو۔ علی الخصوص درمیانی نماز کی۔ اس حکم کی تعمیل کی طرف توجہ دلاتے رہتے۔ فرماتے بارات۔ ولیمہ۔ تقریبات کے درمیان آنے والی نماز وقت پر ادا کرنی چاہیئے۔ خود اس پر عمل پیرا تھے۔ فرمایا تہجّد گذار کے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

**یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا:** لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرو۔ تنگی نہ کرو پر آپ کا عمل تھا عیدین کی نماز کے لئے احباب سے مشورہ کر کے وقت مقرر فرماتے۔ دُور کے حلقہ جات کے احباب کی رائے کو ترجیح دیتے۔ وقت پر پہنچنے کی تاکید کرنے کے باوجود کمزوروں۔ بچوں اور خواتین کے لحاظ سے نماز کھڑی کرنے میں چند منٹ کا توقف فرماتے۔

**سجدۂ شکر:** ایک روز ڈاک آئی تو پڑھ کر ساتھ والے کمرے میں چلے گئے۔ واپس آئے تو پیشانی پر سفیدی لگی ہوئی تھی (مکان میں سفیدی ہو رہی تھی) فرمایا "مظفر نے وکالت کا فائنل امتحان پاس کر لیا ہے۔ تار آئی ہے۔ میں سجدۂ شکر ادا کر کے آیا ہوں"۔

**○ قرآن کریم:** قرآن کریم آپ کو کافی حد تک حفظ تھا۔ ہر مضمون کی آیت نکال لیتے تھے۔ بعض دفعہ ہم سے بھی دریافت کرتے فلاں آیت کس طرح اور کس جگہ ہے۔ حسب حالات قرآن کریم کی آیت بیان کرنے پر محظوظ ہوتے۔ ایک بڑے معاند نے اپنی تقریر میں دُہری آگ میں مبتلا ہونے کا ذکر کیا تھا۔ خاکسار نے آیتِ قرآنی تلاوت کی۔

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ...... (الزمر: ۱۷)

فرمایا بالکل صحیح آیت نکالی ہے۔

غیر زبانوں کے حل کے سلسلہ میں جو قرآنی لفظ ہوتا اس پر نشان لگاتے۔ بعض دفعہ دریافت کرتے۔ یہ لفظ قرآن شریف میں کہاں آیا ہے۔ عموماً تو معلوم ہو جاتا۔ بعض اوقات صیغہ شکل کے فرق کی وجہ سے ہم سوچ میں پڑ جاتے۔

**○ درس قرآن مجید:** بیت الفضل میں قرآن کریم کا درس دیتے رہے۔ جس میں شیریں معارف و نکات بیان ہوتے۔ حل لغات اور ان الفاظ کی دوسری زبانوں میں موجودہ شکل کا ذکر ہوتا۔ آپ کی شخصیت اور تربیت کے زیر اثر جماعت فیصل آباد کو قرآن کریم سے محبت اور لگاؤ کی ایک خاص کیفیت میسّر آئی۔

**○ نماز تراویح میں ختم القرآن:** رمضان شریف کے اختتام پر۔ تراویح میں قرآن کریم کا دَور ختم کرنے پر جماعت فیصل آباد کے مرد و زن اور بچگان والہانہ انداز میں دعا میں شمولیت کے لئے جمع ہوتے۔ ان دنوں میں مرکزی بیت الفضل اور دیگر دو مقامات پر مختلف ایّام میں یعنی ستائیسویں، اٹھائیسویں اور انتیسویں شب کو قرآن کریم کا دَور مکمل کرنے کی تقریب رکھی جاتی تھی۔ آپ تینوں تقاریب میں شرکت فرماتے۔ حوصلہ افزائی اور اظہارِ خوشنودی کے طور پر ذکر فرماتے کہ رانا منظور احمد صاحب کو دورانِ ملازمت میں قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت ملی ہے۔ اسی طرح ایک اور بزرگ محترم چوہدری نعمت اللہ خان صاحب ریٹائرڈ سیشن جج کا بھی ذکر فرماتے کہ انہوں نے بھی ججی کے عرصہ میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔

**○ قرآن کریم سُنانے پر تحفہ:** خاکسار کو پہلی دفعہ باغ والی البیت فیکٹری ایریا میں ۲۵ سپارے سُنانے کا شرف حاصل ہوا۔ بقایا ۵ پارے خاکسار کے استاد محترم حافظ محمد اکرم صاحب حفیظ نے سُنائے۔ کچھ عرصہ بعد فرمایا کہ وہ صاحبان (مکرم میاں عبد السمیع صاحب اور اہلِ خانہ) کچھ تحفہ پیش کرنا چاہتے تھے۔ میں نے انہیں کہہ دیا تھا۔ کہ رانا صاحب نہیں لیں

گئے۔ کیا میں نے ٹھیک کیا۔ میری تربیت کی۔ ایک سبق دیا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ۔

**○ اجتماعی دعا (صُلح سے مشروط):** ایک ختم قرآن کی تقریب میں البیت اوپر نیچے خواتین و احباب سے پُر تھی۔ جماعت کے دو معزز و مخلص، تاجر اصحاب میں باہم کچھ شکر رنجی تھی۔ فرمایا میں اُس وقت تک دعا نہیں کرواؤں گا جب تک یہ دونوں دوست باہم صُلح نہ کر لیں۔ چنانچہ دونوں صاحب سرِ مجلس بلا توقف اٹھ کر ایک دوسرے کی طرف بڑھے اور باہم مصافحہ معانقہ کیا۔ تب آپ نے دعا کروائی۔ اس طرح کئی چھوٹے چھوٹے مناقشات جنم لیتے ہی آپ کی خیر خواہی اور پُر تاثیر شخصیت کی بدولت نابود ہو جاتے تھے اور جماعت کی شیرازہ بندی لمحہ بہ لمحہ پختہ تر ہوتی چلی گئی۔

**○ احادیثِ شریفہ (سنگریزوں میں جواہرات):** روزہ افطار کرنے کی دعا کے دوسرے حصہ کا ذکر ہو۔ جو نسبتاً کم پڑھی مانگی جاتی ہے۔ ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ پیاس جاتی رہی رگیں تر و تازہ ہو گئیں اور اجر کا بھی انشاء اللہ مستحق ہو گیا ہوں۔ فرمایا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بابرکت پاکیزہ کلام اس طرح شناخت کر لیتا ہوں۔ جس طرح سنگریزوں میں جواہرات۔

**○ بستی میں داخل ہونے کی دعا:** ربوہ سے واپسی پر فیصل آباد شہر میں داخل ہوتے ہوئے فرمایا۔ آپ کو شہر میں داخل ہونے کی دعا آتی ہے؟ خاکسار نے بفضلہ تعالیٰ یہ مسنون دعا بس میں ہی آپ کو سُنائی۔

۱۹۸۳ء سے اب ۱۹۹۳ء تک ۱۰ سال کے عرصہ میں خاکسار پنجاب کے ۵ بڑے شہروں میں بسلسلہ ملازمت۔ لگاتار سفر کر رہا ہے۔ یہ دعا اس طور پر طبیعت کا حصہ بن چکی ہے۔ کہ وقت پر خود بخود وردِ زبان بن جاتی ہے۔ اس دعا کی برکات کا خاکسار شاہدِ حال ہے۔ اس میں مطلوب نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔

**○ آپ فیصل آباد کے ہیں۔ انشاء اللہ واپس آئیں گے:** خاکسار نے متعدد بار عرضِ حال کے بعد دعا کی درخواست گذاری کہ فیصل آباد کے جتنے کارکنان بسلسلہ ملازمت دوسرے شہروں میں تبدیل ہوئے سب واپس آتے رہے ہیں۔ کوئی ۶ ماہ بعد۔ کوئی سال دو سال بعد۔ میرا معاملہ ہی اتنا لمبا ہو گیا ہے۔ دعا کریں میری واپسی بھی ہو جائے۔ اس طرح درخواست کرتا رہا۔ ایک روز فرمایا۔ میں نے ابھی تک دعا نہیں کی۔

بعد کی درخواستوں پر کبھی فرمایا - اچھا دعا کروں گا۔ کبھی فرمایا - بہت اچھا - ایک دفعہ فرمایا - آپ فیصل آباد کے ہیں - انشاء اللہ واپس آئیں گے - اب میں دعا کرتا رہتا ہوں کہ اے سمیع و مجیب آقا! تیرے بندے کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اور دعائیں ہیں تو انہیں شرفِ قبولیت بخش - یقین ہے انشاء اللہ قبول ہوں گی ۔

خاکسار کا تبادلہ ۱۹۸۳ء میں لاہور ہو گیا تھا - ۱۰ سال سے اہل و عیال فیصل آباد ہی رہ رہے ہیں - بڑی وجہ اس ہستی کا وجود تھا - تاکہ کم از کم ہر ہفتے ایک بار زیارت ملاقات ہوتی رہے ۔

**○ درس کُتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام :** البیت میں بعد نماز مغرب ہلکا سا درس دیتے - عبارت کی لطیف تشریح فرماتے - لطائف - نکات حقائق کا بیان ہوتا - پُرحلاوت ایسا کہ دل چاہتا ختم نہ ہو - آواز خاصی دھیمی ہوتی - جس کو صحیح سُننے کے لئے خاص توجہ درکار ہوتی - فرمایا تمام کُتب کا درس ۳ دفعہ کپورتھلہ میں اور ۳ دفعہ فیصل آباد میں دے چکا ہوں ۔

**○ سادگی - سادہ لباس :** آپ کا رہنا سہنا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِیْلٍ (بخاری کتاب الرقاق) کے مطابق تھا - گزر بسر مسافرانہ - زندگی نہایت سادہ - مکان ظاہری ٹیپ ٹاپ سے مبرّا - دیواروں پر پرانی طرز کا گارے کا پلستر - سفروں میں استعمال ہونے والا پُرانا بیگ - اسی طرح پُرانا کوٹ - تبتی چوغہ بھی اوورکوٹ کے طور پر استعمال میں تھا - لباس کی جھاڑ پھونک سے مطلقاً بے نیاز - گھر میں استعمال کرتے وقت جُوتے کی ایڑی بٹھائی ہوئی - اپنے دفتر اور ساتھ والے کمرے میں ننگے پاؤں بھی آجا لیتے تھے ۔

**○ فقیر کی کُلّی :** آپ کے صاحبزادے محترم شیخ مظفر احمد صاحب ظفر نے دفتر والے کمرے کا فرش ٹھیک کروایا - دیواریں سیمنٹ پلستر کروائیں - ایئرکنڈیشنر فٹ کرنے کے لئے دیوار میں ایک جھروکہ نکلوایا تو کئی بار ذکر کیا "مظفر نے فقیر کی کُلّی ڈھا دی"۔

**○ کفایت شعاری :** ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں کفایت شعاری کی تلقین کرتے ہوئے اپنے کفوں کو لگے ہوئے سٹڈ بٹن دکھلائے - فرمایا - ایک دکان سے دریافت کیا - اس نے ایسے سٹڈ دکھلائے جو دو تین روپوؤں کی ایک جوڑی تھی - دوسری دکان سے پتہ کیا تو ایسے سٹڈ موجود پائے جو چند آنوں کی ایک درجن تھے - یہ میں نے خرید لئے - کئی سالوں سے استعمال کر رہا ہوں ۔

**○ انکسار - بے نفسی :** جلسہ سالانہ پر سوائے اس کے کہ آپ کی صدارت ہو یا اور کوئی خاص بات ہو آپ سٹیج کی بجائے پیچھے پرالی پر بیٹھتے تھے ۔

صدر نگران بورڈ کی تقرری کے سلسلہ میں جماعتوں نے اپنی آراء مرکز کو بھجوائیں۔ آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کا نام بھی تجویز کیا گیا ہے۔ سُن کر بیساختہ فرمایا ”یہ آپ نے کیا کہا؟ کہاں راج بھوج۔ کہاں گنگو تیلی“۔ اللہ تعالیٰ نے اس سراپا انکسار کو ایسا نوازا کہ اگلے روز کہاں وہ اور کہاں یہ کہنے والے یہی حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر دوسرے ہی روز مجلس مشاورت کی کرسیٔ صدارت پر تشریف فرما دیکھے گئے۔

آپ کی مجلس میں بیٹھ کر آپ کے علمی مقام۔ روحانی کیفیت۔ سادگی۔ بے تکلفی۔ بے نفسی کا اثر ضرور پڑتا تھا۔ لیکن کسی طور پر بھی آپ کے عمل یا گفتگو سے کسی بڑائی۔ علوِ مرتبت کا شائبہ تک محسوس نہ کیا جا سکتا تھا۔

## ○ صدارت مجلس مشاورت ۱۹۹۴ء اختتامی تقریر:

تیسرا امر جو بہت ہی قابلِ توجہ ہے اور ہر ایک احمدی کے لئے جو یہاں موجود ہے۔ بلکہ جو یہاں نہیں ہے بلکہ دنیا کے کسی گوشہ میں موجود ہے۔ اس کے لئے بھی قابلِ توجہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمارا نظام اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے سانچے پر اس کے موعود .... نے اور مصلح موعود نے بنایا ہے کہ اگر اس کے چلانے کے لئے (امام) ایک ایسے شخص کو جو سب کا خادم ہے۔ ان سب کے لئے صدر مقرر کر دے جو اس کے مخدوم ہیں تو وہ مخدوم اپنے خادم کے ساتھ تعاون کر سکتے اور کام کر سکتے ہیں اس شوریٰ سے یہ بات واضح ہو جانی چاہیئے۔ کہ مَیں جو ایک ادنیٰ ترین خادم ہوں۔ اگر صدر بنایا گیا ہوں ان لوگوں کا جو تمام کے تمام میرے مخدوم ہیں۔ جن میں ایسے بھی میرے مخدوم ہیں۔ جن پر میرے دل و جان قربان ہیں۔ تو یہ صرف نظام کی خوبی اور تاثیر ہے۔ نہ کہ کسی اور چیز کی۔“ (مضامین مظہر صفحہ ۱۲۵)

## ○ خدام پر شفقت و دلداری:

سلسلہ کے خدام کے ساتھ آپ کی محبت اور حسن سلوک کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ جب کوئی موصی وفات پا جاتا۔ تو اس کے حساب کی بے باقی کے لئے نظارت بہشتی مقبرہ کو کھلا رقعہ دے دیتے۔ تاکہ آپ کی امانتِ ذاتی صدر انجمن احمدیہ سے مطلوبہ رقم حاصل کر لی جائے۔ اس شفقت اور سہولت کی بدولت کئی خدام و انصار مقبرہ بہشتی میں پہنچ گئے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ

خدام کے ذاتی معاملات میں پوری دلچسپی لیتے۔ خاکسار کے پسر مقیم جرمنی کے بارے میں وقفے وقفے سے دریافت کرتے۔

”میرے ہم نام کا کیا حال ہے۔“

**○ مکان کی بنیادی اینٹ پر لمبی دعا:** میرے مکان کی بنیادی اینٹ پر لمبی دعا کی۔ فرمایا دعا کرتے ہوئے میرے دل میں سورۃ نور کی یہ آیت ابھری "فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یہ (دئے) ایسے گھروں میں ہیں جن کے اونچا کئے جانے کا خدا نے حکم دے دیا ہے......."

فرمایا۔ پھر میں نے اس آیت کے مضمون کے مطابق ہی دعا کی ہے۔

مکان کی تیاری کے سلسلہ میں کئی بار فرمایا جتنی ضرورت ہے مجھ سے پیسے لے لیں۔ موجودہ تیار شدہ مکان دیکھ کر خوش ہوئے۔

**○ مسیح محمدیؑ کی متابعت:** یہ خاکسار کے ذاتی مشاہدات ہیں۔ ورنہ آپ کا مشفقانہ سلوک ہر ایک کے ساتھ ایک دوسرے سے بڑھ کر تھا۔ اور ساری جماعت ہی مستفیض ہوتی تھی۔ خاکسار کے فرزند عزیزم رانا محمد احمد صاحب کی تقریب شادی پر تشریف لائے۔ احباب کے ساتھ بیٹھ کر فوٹو بنوا رہے تھے۔ مکرم شیخ غلام محمد صاحب نقیب "البیت" کو بلایا۔ جو ایک طرف بیٹھ رہے تھے اور فرمایا۔ آئیں آپ بھی میرے ساتھ فوٹو بنوائیں۔

خاکسار دعا اور برکت کے لئے آپ کو اندرون خانہ لے گیا۔ غض بصر کا یہ حال کہ کچھ خبر نہیں کہ اہلیہ صاحبہ کدھر ہیں اور دختر کدھر۔ آنکھیں پاؤں میں گڑی ہوئی۔

**○ شفیق باپ:** ایک دعوت میں شرکت کے لئے جانے لگے۔ فرمایا آپ بھی چلیں گے؟ میں نے عرض کیا مجھے دعوت نہیں ہے۔ فرمایا۔ میں بطور امیر آپ کو ساتھ لے جا سکتا ہوں۔ یہ اس لئے کہ آپ ساری جماعت کے ساتھ گہری اپنائیت رکھتے تھے اور بطور شفیق باپ کے تھے۔

باوجود کمزوری اور نقاہت کے احباب کی تیمار داری کا خیال رکھتے اور ضرور تشریف لے جاتے۔

**○ خود داری:** تحفہ ہدیہ قبول کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے۔ ٹائپنگ کے کام کے سلسلہ میں اگر کبھی کاربن۔ ربن لایا جاتا تو قیمت ادا کرنے کے لئے اصرار کرتے۔ میں عرض کرتا کہ یہ آپ کا ذاتی کام نہیں ہے۔ قومی کام ہے۔ ہمیں بھی کچھ موقعہ ملنا چاہیئے۔

**○ ٹائپنگ:** خاکسار دفتر سے چھٹی کے بعد حاضر ہوتا اور اوسطاً پانچ چھ صفحات فل سکیپ سائز ٹائپ کر کے پیش کرتا۔ تعطیل کے روز زیادہ صفحات بھی ٹائپ ہوتے۔ کوشش کرتا کہ ٹائپنگ صاف۔ عمدہ اور اغلاط سے پاک ہو۔ آپ کا اپنا ہینڈ رائٹنگ بہت صاف اور خوشخط تھا۔ ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ دکھائی دیتا۔ آپ کی تحریر بسہولت پڑھی جاتی تھی۔ ٹائپنگ

میں نفاست اور سیٹنگ LAY OUT سے بھی محظوظ ہوتے۔ ٹائپ شدہ کاغذات کو ہاتھوں میں لے کر بھرپور نظر ڈالتے۔ بعض دفعہ فرماتے "راناصاحب! کیا موتی پروئے ہیں"۔ موتی تو آپ کے ہی ہوتے۔ پرونے کی سعادت خاکسار کو میسّر آتی۔ فالحمد للہ۔ یہ ٹائپ شدہ کاغذ آپ کے لئے گہرے روحانی سرور کا موجب ہوتے۔ ساتھ کے ساتھ ان صفحات میں عربی کے لفظ کے لئے چھوڑی ہوئی جگہ پر عربی مادہ اپنے ہاتھ سے خوشخط لکھتے جاتے اور تقریباً ساتھ کے ساتھ ان صفحات کو مکمل کرتے جاتے۔ اگر کبھی دوسری مصروفیات کے باعث صفحات جمع ہو جاتے تو فرماتے "میرے سر پر کام بہت چڑھ گیا ہے" اور اس میں بھی خوشی محسوس کرتے۔ اور پھر رات کے وقت لمبی نشست کر کے مکمل کر لیتے۔

**○ کام میں مسرّت وانبساط:** کچہریوں کی تھکاوٹ۔ مقدمات کی بھرمار اور مقامی اور مرکزی جماعتی امور کی بجاآوری کی تھکاوٹ وغیرہ کا جو اثر آپ پر ہوتا اس کام میں مصروف ہو کر یکسر فرحت اور بشاشت میں تبدیل ہو جاتا۔

بعض دفعہ جب جمع شدہ کام نہ ہوتا تو پاس بیٹھ کر ٹائپنگ کے عمل کا مشاہدہ کرتے اور صفحہ اُترتے ہی اپنا کام شروع کر دیتے۔ اگر کوئی لفظ غلط ٹائپ ہو جاتا تو خاکسار خاص احتیاط سے ربڑ استعمال کرتا تاکہ جگہ میلی نہ ہو۔ اور پتہ نہ لگے۔ یا کاغذ کاٹ کر گوند سے چپکا کر اس پر ٹائپ کرتا تو خوش ہو کر فرماتے "آپ ایسی چیپی لگاتے ہیں کہ پتہ ہی نہیں لگتا کہاں لگائی ہے"۔

ٹائپ شدہ صفحات پر مقررہ جگہ میں اپنے قلم سے۔ حافظہ کی بنا پر۔ عربی ماخذ لکھنا آپ کے لئے ایسا راحت بخش عمل تھا گویا آپ علی الصبح کسی خوبصورت صحت افزاء باغ اور گل وگلزار کی سیر سے لُطف اندوز ہو رہے ہیں۔ کوئی مصروفیات ناسازئ طبع یا کوئی اور رکاوٹ اس کام میں حائل نہ ہو سکتی تھی۔ بہت ہی کم ایسا اتفاق ہوا کہ خاکسار کام کے لئے حاضر ہُوا ہو۔ اور آپ نے فرمایا ہو کہ آج نہیں کل کریں گے۔ بعض اوقات سردیوں میں فلو اور حرارت کے باوجود بھی بیٹھ کر کام کرتے تھے۔ تحقیق کے نتائج میں REFINEMENT کا عمل بھی جاری رہتا تھا۔ اس لئے بعض پہلے سے کئے ہوئے کام کو دوبارہ بھی کرواتے تھے۔ یا جو صفحات صاف نہ ہوں ان کو بھی دوبارہ ٹائپ کرواتے تھے۔ بعض دفعہ ڈکٹیشن (DICTATION) بھی دیتے تھے۔

**○ خدام کے آرام کا خیال اور تواضع اور مہمان نوازی:** اتنے شوق اور ولولہ کے باوجود خاکسار کے آرام کا خیال رکھتے۔

جب محسوس ہوتا کہ کام کافی ہوگیا ہے تو فرماتے بس کریں کافی کام ہوگیا ہے۔ ایک بار اسی ضمن میں فرمایا "مَا اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْکَ" میں آپ کو مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

چائے۔ بسکٹ۔ کھانا۔ خشک فروٹ۔ تازہ فروٹ۔ اوولٹین۔ کافی ملتی رہتی۔ سیب اپنے ہاتھ سے چھیل کر کاٹ کر کھلاتے۔ فرماتے یوں نہیں۔ یوں کاٹتے ہیں۔ آم کاٹ کاٹ کر قاشیں بنا کر دیتے کھانے کے دوران میں کئی دفعہ فرماتے یہ بھی لیں۔ اور لیں۔ یہ تواضع ہم سے ہی خاص نہ تھی۔ سب ملنے والوں کے لئے عام تھی۔ چائے کی پیالی کے اوپر چمچہ رکھ کر فرمایا۔ اب اس میں مکھی نہیں گرے گی۔

اتنی مہمان نوازی اور تواضع کے لئے آپ کے اہل خانہ۔ اولاد۔ احفاد۔ بہوئیں۔ پوتیاں لگاتار مصروف رہتیں اور مشروبات اور اشیائے خورد و نوش ملنے کے لئے آنے والوں کے لئے تیار رکھتیں۔ میزبانی کی خدمات خاص طور پر آپ کے پوتے عزیزم شیخ فاروق احمد صاحب کے حصہ میں آئیں۔ پُر وقار لمبی آواز دیتے۔ فاروق! اور فاروق صاحب طرفۃ العین میں حاضر ہو جاتے۔ خاکسار کے مشاہدہ میں عزیزم فاروق صاحب نے صحت کی حالت میں بالعموم اور آخری ایام اور آخری علالت میں خصوصاً خاص خدمات کی سعادت پائی۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ۔ عزیزم فاروق صاحب کا ذکر نمایاں ہے تاہم حضرت شیخ صاحب کے دیگر پوتوں نے بھی اپنی بساط کے مطابق کم حصہ نہیں لیا۔ انشاء اللہ سب اپنی خدمتوں کا اجر پائیں گے۔ عزیز نوید اقبال کم سن تھے۔ جوں جوں ہوش سنبھالی خدمات میں حصہ لیتے گئے۔

## ○ بزرگ کا شہر۔ خدام کی دلداری:

محترم ڈاکٹر دلدار احمد صاحب کی صاحبزادی سلمہا اللہ کے رخصتانہ کی تقریب تھی۔ ربوہ سے آمدہ بارات میں شامل ایک مربی صاحب نے کہا۔ ہم ایک بزرگ کے شہر میں آئے ہوئے ہیں۔ نماز یں وقت پر ادا کرنا ہونگی۔ نماز جمعہ کے بعد بادل آئے۔ بارش شروع ہوئی اور شدید سردی ہوگئی۔ محترم ڈاکٹر صاحب موصوف دعا کی درخواست کرنے گئے تو فرمایا میں ساتھ چلوں گا۔ سخت نقاہت کے باوجود تشریف لائے اور تقریب میں عجیب رونق اور برکت میسر آئی۔ دعائیہ تقریب کے بعد مشروبات سے تواضع۔ ماکولات کے لئے اصرار ہوتا۔ ایک روز پیپسی پینے لگے۔ گلاس خاکسار کی طرف بڑھا کر فرمایا۔ پہلے آپ پی لیں۔ میں نے عرض کیا آپ پی لیں۔ بچا ہوا میں لے لوں گا۔ فرمایا پہلے آپ پی لیں۔ خاکسار نے دو گھونٹ لئے۔ بعد میں آپ نے پیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ کیا ہی اسوۂ رسولؐ کے مطابق عمل تھا!

**ایک نصیحت:** ایک روز دوپہر کے وقت آپ نے فرمایا ۔ کھانا کھائیں ۔ مَیں نے عرض کیا بھوک نہیں ہے ۔ پھر فرمایا ۔ جتنی بھوک ہے کھالیں ۔ مَیں نے پھر اسی طرح عذر کیا ۔ پھر خود کھانا شروع کر دیا اور فرمایا کھانے کے بعد ایک بات بتاؤں گا ۔ جب آپ کھانا کھا چکے تو مَیں نے عرض کیا ۔ اب وہ بات بتائیں ۔ فرمایا :۔

ایک شخص ریل سے اُترا اور ایک مزدور سے کہا میرا سامان لے چلو ۔ مزدوری کی بجائے مَیں آپ کو تین نصیحتیں کر دوں گا ۔ سفر کا ایک حصہ طے ہونے پر اس نے مزدور سے کہا ۔ جب کوئی شخص کھانا پیش کرے تو نہ نہیں کرنی چاہیئے اور کھانا کھا لینا چاہیئے ۔ فاصلے کا دو تہائی چل کر مزدور نے کہا دوسری نصیحت کریں ۔ اس نے کہا کہ اگر کوئی شخص سواری پیش کرے تو سوار ہو جانا چاہیئے یہ نہیں کہ آپ چلیں مَیں آتا ہوں ۔ پھر آگے چلے اور منزل پر پہنچ کر مزدور نے تیسری نصیحت پوچھی ۔ تو اس نے کہا کہ اگر کوئی شخص بوجھ اُٹھوائے اور مزدوری نہ دے اور صرف نصیحتیں کرے تو اس کے ساتھ مت چل پڑنا ۔ اس پر مزدور نے کانچ کے سامان کی گٹھڑی زمین پر پھینک دی ۔ اور کہا کہ اگر کسی مزدور کو اُجرت نہ دینی ہو تو اس سے سامان مت اٹھوانا ۔

**وکالت ۔ کارکنان جماعت کے مقدمات کی پیروی:** ایک دن اپنے فرزند اصغر مکرم شیخ مظفر احمد صاحب ظفر کو فرمایا

"مَیں نے سلسلہ کے مقدمات میں کبھی فیس نہیں لی"۔

خاکسار کو اور مکرم چوہدری غلام دستگیر صاحب کو مکانوں کی سیٹلمنٹ کے مقدمات پیش آئے ۔ ہمارے کاغذات منگوائے ۔ نماز مغرب درس کے بعد فرمایا ۔ "البیت" میں دنیا کا کام کرنا منع ہے ۔ یہ جماعت کے کارکن ہیں ۔ اس لئے مَیں یہ دینی کام ہی کر رہا ہوں ۔ خاکسار کو ابھی زیادہ واقفیت نہ تھی ۔ کچھ نہ کچھ فیس دینے کی نیت سے گھر چلا گیا ۔ جب مدعا عرض کرنے کی کوشش کی تو فرمایا ۔ پیسے دینے ہوں تو اور وکیل تھوڑے ہیں ۔ خاکسار اپنی غلطی کی معافی طلب کر کے واپس آگیا ۔ اس مقدمہ کا فیصلہ خاکسار کے خلاف ہوگیا ۔ فرمایا مَیں لاہور اپیل دائر کروں گا ۔ مَیں آپ کے لئے تانگہ دیکھنے لگا کہ یکایک میرا سائیکل پکڑ کر احاطہ زرعی یونیورسٹی سے چنیوٹ بازار تک اس پر سوار ہو کر آگئے ۔

موکل کے بارے میں اگر معلوم ہو جاتا کہ سچ پر نہیں ہے تو لی ہوئی فیس واپس کر دیتے ۔

**مقدمہ کا آسمانی فیصلہ:** کئی دفعہ ذکر کیا کہ بہت سے مقدمات ۔ معاہدات کی عدم تحریر کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں ۔ اس لئے کاروباری شراکت وغیرہ میں تحریری معاہدہ کی تاکید فرماتے ۔

ایک صاحب کے مقدمے کا ذکر کیا ۔ مکرم رحمت اللہ صاحب مرحوم چک ۶۶ ۔ ج ب کی ایک شخص نے ظلم اور زیادتی سے ٹانگ توڑ دی ۔ ریاست میں مقدمہ چلا ۔ غیر معمولی طور پر دادرسی نہ ہوسکی ۔ فرمایا ۔ ایک حاکم اعلیٰ جو مجھ سے حُسنِ ظن رکھتا تھا ۔ اسے مَیں نے ماجرا سمجھایا ۔ لیکن اس نے بھی یہ کہتے ہوئے معذرت کر لی کہ کل ہی میرا تبادلہ ہوگیا ہے ۔ اس پر مَیں نے رحمت اللہ صاحب کو کہا ۔ آپ کا مقدمہ آسمان پر چلا گیا ہے ۔ جلد بعد ہی خدا تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا ، کہ وہ ظالم شخص کھجوریں اُتارنے کے لئے درخت پر چڑھا ۔ ادپر زہریلے ناگ نے ڈسا اور دھڑام نیچے آیا ۔

**احمدی بچیوں کیلئے پیشۂ وکالت کی ناپسندیدگی:** بچیوں کی وکالت کی تعلیم کو پسند نہ کیا ۔ خاکسار نے اپنی بیٹی کے متعلق مشورۃً عرض کیا ۔ قانون کی تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہے ۔ فرمایا نہیں ۔ میری طرف سے اسے پیغام دیں کہ یہ ارادہ ترک کر دے ۔

**انتقالِ قرضہ:** ایک ادارے کا خاکسار کے ذمہ کچھ قرض باقی تھا ۔ اسی ادارے سے ایک اور صاحب نے کچھ رقم وصول کرنی تھی ۔ باہم طے پایا کہ مَیں واجب الادا رقم ادارے کی بجائے اس قرض خواہ کو ادا کر دوں ۔ اُس نے جلد ادائیگی کے لئے مجھ پر روز بروز دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ جلد ادائیگی کروں ۔ مَیں نے چڑ کر کہا ۔ مَیں نے آپ کا قرض نہیں دینا اس ادارے کا دینا ہے ۔ آپ ان سے جا کر مطالبہ کریں ۔ انہوں نے حضرت شیخ صاحب کی خدمت میں شکایت کر دی اور پھر جلد بعد ایک اور درخواست دے دی کہ اگر جلد ادائیگی نہیں کروائیں گے تو وہ حضرت شیخ صاحب کی بھی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں شکایت کر دیں گے ۔

خاکسار کو لاہور خط لکھا کہ فوراً عید سے پہلے قرضہ ادا کریں ۔ خواہ زیور بیچ کر ۔ ملاقات پر فرمایا ، جلد ادا کریں ورنہ آپ کی بھی اور میری بھی حضرت صاحب کی خدمت میں شکایت ہو جائے گی ۔ فرمایا جب کوئی دوسرے کے قرض کی ذمہ داری لے لے تو وہی مقروض ٹھہرتا ہے ۔

**تقویٰ اور توکّل:** ایک روز محترم ڈاکٹر ممتاز احمد صاحب عزیزم طاہر عزیز صاحب مرحوم کو ساتھ لے کر ازراہِ ہمدردی مشورہ کے لئے تشریف لائے ۔ اور کہا ۔ کہ

کچہری بازار والے مکان کا مختار نامہ ان کے نام ہے۔ ان کے والد صاحب بوجہ احمدیت ان پر اور ان کی والدہ صاحبہ پر بہت سختی کرتے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ مختار نامہ کو استعمال کر کے جائیداد مذکورہ کو منتقل کروا لیا جائے۔ طاہر عزیز صاحب مرحوم کو فرمایا یہ جائیداد آپ کے والد صاحب کی ہے۔ اس کا خیال بھی دل میں نہ لانا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی جناب سے اور بہت عطا فرمائے گا۔

**○ ذہانت و فطانت:** آپ ذہانت و فطانت رکھنے والے اور بہت زود فہم تھے۔ بات کو طول دینا گوارا نہ تھا۔ تھوڑی بات سن کر نتیجہ اخذ کر لیتے تھے۔ معمور الاوقات ہونے کے باعث زوائد کو سننا ناپسند تھا۔ اور ٹوک بھی دیتے تھے کہ مطلب کی بات کریں۔ اس وجہ سے ناواقف دوست آپ کی طبیعت میں ایک رنگ کا جلال محسوس کرتے تھے۔ حالانکہ آپ بات کرنے میں قرآنی اسلوب کی متابعت چاہتے تھے۔ اور خود مَاقَلَّ وَدَلَّ BE BRIEF AND TO THE POINT پر عمل پیرا تھے۔ لمبی کہانیاں اپنے موکل سے بھی نہ سنتے تھے۔ اگرچہ اس نے کتنی بھاری فیس ادا کی ہوتی۔ اور یہاں معاملہ اس طرح چلتا گویا آپ نے اس کا کیس لے کر اس پر احسان کیا ہوا ہے۔

**○ جماعتی شیرازہ بندی - گہرا اثر اور رعب:** ایک مخلص دوست نے جو اب بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ کسی بات پر ناراض ہو کر مقررہ امام الصلوٰۃ کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ آپ حسب معمول نماز مغرب کے وقت تشریف لائے تو ان صاحب نے بڑھ کر مصافحہ کرنا چاہا۔ آپ ایک طرف ہٹ کر البیت میں داخل ہو گئے۔ "آپ جماعت میں تفرقہ پیدا کرنا چاہتے ہیں؟ میں آپ سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ نماز اور درس سے فارغ ہو کر آپ ابھی گھر پہنچے ہی تھے کہ وہ دوست حاضر ہو گئے۔ زار زار روتے ہوئے معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے یہ نصیحت کرتے ہوئے معاف کر دیا کہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کرنی۔

آپ میں یہ ایک نمایاں وصف تھا کہ جس قدر بھی آزردہ اور ناراض ہوتے۔ معافی مانگنے پر غصہ غیر معمولی طور پر فرو ہو جاتا اور معافی مل جاتی۔

ایک اور واقعہ جس سے آپ کے محبت بھرے رعب کا اظہار ہوتا ہے۔ مکرم محترم شیخ خالد مسعود صاحب مرحوم جو مخلص اور مخیر خادم سلسلہ تھے آپ کی کتب کی تقسیم میں شوق سے حصہ لیتے۔ انہوں نے ایک نکاح پڑھا۔ جس کے بارے میں ابھی باضابطہ جماعتی تصدیق حاصل نہ ہوئی تھی۔ ایک بارات کے ہمراہ ربوہ جا رہے تھے۔ حضرت شیخ صاحب بھی اس بارات میں شامل تھے۔ جب محترم شیخ خالد مسعود

صاحب کو پیغام ملا کہ حضرت امیر صاحب نے بلایا ہے تو پیشی کے خوف سے ربوہ میں داخل ہوتے وقت بارات سے ہی الگ ہو گئے۔ ان کے دو غیر از جماعت برادران کے قیام و طعام اور ضروریات کا خاکسار کو خیال رکھنا پڑا۔

**○ تصدیق نکاح فارم:** جن دوستوں کا جماعتی رابطہ کمزور ہوتا اور عدم تعاون کی شکایت ہوتی انہیں جماعت سے پیوستگی کی اہمیت اور ضرورت کا احساس دلانے کے لئے یہ فیصلہ فرمایا ہوا تھا کہ ان کی تصدیق آپ خود یا محترم نائب امیر صاحب کریں گے۔ صدر یا نگران حلقہ کے دستخط بطور سفارش ہوتے۔

**○ نکتہ نوازی:** ضلع سرگودھا کی جماعتوں کے نائب امیر محترم میاں عبد السمیع صاحب نون لاہور سے تشریف لائے۔ اور مکرم حافظ مسعود احمد صاحب آف سرگودھا کی علالت اور لاہور ہسپتال میں داخل ہونے کا ذکر کر کے کہا کہ حافظ صاحب موصوف نے جن الفاظ میں دعا کی درخواست کی ہے میں اسی کو دہراتا ہوں۔ اگر کوئی امر ناگوارِ خاطر ہو تو اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ یہ کہتے ہوئے انہوں نے محترم حافظ صاحب کا ارسال کردہ رومال پیش کیا اور کہا کہ حافظ صاحب نے درخواست کی ہے کہ اس رومال کو پاؤں پر پھیر کر اس پر دعا کر کے بھیج دیں۔ آپ نے وہ رومال پکڑا۔ اسے کھول کر دونوں ہاتھوں میں لیا۔ اپنے منہ پر پھیرا۔ پھر اپنے سر سے پگڑی یا تولیہ جو اس وقت سر پر تھا۔ اتار کر اس رومال کو اپنے سر پر پھیلا کر دعا کی اور پھر تہ لگا کر رومال مکرم نون صاحب کے حوالے کر دیا۔

**○ مہمان نوازی۔ استقبال والوداع:** حضرت شیخ صاحب عیدین پر خاص احباب کو دعوت پر بلاتے۔ نہایت مزیدار کباب کھلاتے۔ حضرت مسیح موعود کے حوالے سے فرماتے۔ گائے کا گوشت کھانے والے کو سچی خوابیں آتی ہیں۔ خود بہت کم خوراک لیتے تھے۔

بعض دفعہ آنے والوں کے لئے دروازہ خود کھولتے۔ رخصت کیلئے دروازہ تک آتے اور دروازہ خود بند کرتے۔ ایک روز محترم ڈاکٹر دلدار احمد صاحب نے دروازہ پر دستک دی۔ میں نے عرض کیا میں گیٹ کھولتا ہوں۔ فرمایا میں خود جاؤں گا۔

**○ حال نہیں مستقبل:** خدام الاحمدیہ کے نو تعمیر شدہ ہال "ایوان محمود" کو دیکھ کر فرمایا۔ یہ حال (ہال) نہیں "مستقبل" ہے۔

**تذکرہ نعماء:** ایک دفعہ نعماء خداوندی کے تذکرہ میں مندرجہ ذیل کو شامل کیا۔ گھر کی خادمہ۔ جنت بی بی صاحبہ، منشی۔ محمد علی صاحب، دو حافظ۔ محترم حافظ محمد اکرم صاحب حفیظ اور خاکسار، احفاد خدمتگار۔ عزیزم فاروق صاحب۔ نوید صاحب۔

**قریب ترین رشتے:** محترم میاں بشیر احمد صاحب مرحوم امیر جماعتہائے ضلع جھنگ کی رفیقۂ حیات کا انتقال ہوا (والدہ ماجدہ محترم میاں محمود احمد صاحب امیر ضلع جھنگ) خاکسار محترم میاں صاحب کی خدمت میں بغرض تعزیت حاضر ہوا تو انہوں نے درد بھرے انداز میں فرمایا کہ قریبی رشتے بیٹا۔ بیٹی۔ بھائی۔ بہن تو کئی ہیں مگر جذباتی لحاظ سے سب سے قریب والدہ اور رفیقۂ حیات ہیں۔ یہ بات خاکسار نے حضرت شیخ صاحب کے سامنے دہرائی۔ آپ نے فرمایا۔ بڑی بہن کو بھی ان میں شامل کریں۔ مجھے میری بڑی بہن نے پالا تھا۔

## کشمیر میں قانونی خدمات

سیدنا حضرت مصلح موعود..... کی ہدایات کے تابع جماعت احمدیہ نے کشمیر میں جو اہم قانونی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت شیخ صاحب نے بارہا ان کا تذکرہ کیا۔ چند ایک واقعات حسب ذیل ہیں:

- چیف جسٹس دلال۔ انصاف پسند۔ بااصول جج تھا۔ وکلاء میں اس کی سخت گیری کا چرچا تھا۔ حضرت مصلح موعود.... نے اپنی خداداد فراست کی بنا پر خاکسار کو نصیحت کی کہ خود پسند ہے اپنی تعریف پسند کرتا ہے۔ مقدمات کی پیروی میں اس پہلو کو مدنظر رکھنا۔ فرمایا۔ خاکسار نے حضور کی اس نصیحت پر عمل درآمد سے بہت فائدہ اٹھایا۔ مقدمات کی سماعت کے دوران میں وکلاء حیرت زدہ رہ جاتے کہ اس باہر سے آئے ہوئے وکیل نے جسٹس دلال جیسے شخص کا کیسا اعتماد حاصل کر لیا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت سے سخت اور پیچیدہ فوجداری مقدمات میں کامیابی حاصل کی اور مظلوم کشمیری مسلمانوں کی بریت اور رہائی کا سامان کیا۔

- ایک دفعہ شیخ محمد عبداللہ صاحب نے یہ غلطی کی کہ جسٹس دلال صاحب کا جنازہ بنا کر جلوس نکال دیا۔ جس سے وہ سخت برہم ہوا۔ خاکسار نے مظلوم مسلمانوں کی حالتِ زار کی تفاصیل سامنے رکھ کر اسے یہ تاثر دیا کہ جو کچھ ہوا ہے بامر مجبوری ہوا ہے۔ بڑی مشکل سے جسٹس صاحب کو ٹھنڈا کیا۔ اور مسلمانوں کے مقدمات کو نقصان پہنچنے کا خطرہ دُور ہوا۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب بہت ممنون ہوئے اور بعد میں تمام معاملات میں خاکسار کے مشورہ پر عمل کرتے رہے۔

○ محترم برادرم شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم ایک ماتحت عدالت میں ایک مقدمہ کی پیروی کر رہے تھے۔ حاکم علاقہ نے مخالفین کی اس شکایت پر کہ باہر سے وکیل آکر نقصِ امن کی صورت پیدا کر رہے ہیں۔ محترم شیخ صاحب کا داخلہ اس علاقہ میں ممنوع قرار دے دیا۔ جس میں عدالت لگتی تھی۔ خاکسار نے جسٹس دلاّل صاحب کو صورتِ حال سے آگاہ کیا کہ اس طرح انصاف اور فریاد رسی کی راہ میں رکاوٹ ڈالی گئی ہے۔ جسٹس صاحب نے کہا اگرچہ میں حاکم علاقہ کی عملداری میں دخل انداز نہیں ہو سکتا لیکن عدالت تو میرے ماتحت ہے۔ میں عدالت کو حکم دیتا ہوں کہ علاقہ ممنوعہ کی سرحد پر آکر مقدمہ کی سماعت کرے۔ اس طرح محترم شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم (ریٹائرڈ جج ہائیکورٹ۔ لاہور) تاریخ پیشی پر سرحدی مقام پر پہنچ جاتے اور عدالت برائے سماعت مقدمہ اس جگہ پہنچ جاتی۔

○ مسلمانوں کی ایک اجتماعی فوجداری کی تفاصیل سناتے۔ کس طرح انہوں نے تنگ آکر پولیس مقابلہ کر ڈالا۔ اور بعض ملازمین کو ضربات بھی پہنچیں۔ سخت مقدمہ قائم ہوا۔ شہادتیں پختہ اور سزایابی ناگزیر کی صورت پیدا ہوگئی۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے انہی چیف جسٹس صاحب کی عدالت سے جو خود مصر تھے کہ توہین سرکار کا جرم ہے سزا ضرور دی جائے گی۔ خاکسار نے ایک ایک کو بری کرالیا۔ الحمدُ للہ۔

## تحریک شدھی

علاقہ ملکانہ میں فتنہ شدھی کے خلاف کام کرنے کی بھی سعادت آپ کو میسر آئی۔ حالات و واقعات آپ سے کئی بار سنے۔ کس طرح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ..... کی زیر قیادت جماعت احمدیہ کے مبلغین۔ مجاہدین۔ وکلاء حضرات نے فتنہ شدھی کو فرو کیا۔

ایک خطرناک علاقے سے آپ بھیس بدل کر گذرے۔ تہ بند نیچے سے کس کر۔ قمیص اور پیسے گڑوی میں چھپا کر۔ اس گڑوی کو کندھے کے پیچھے سوٹی سے لٹکا کر۔ جوگیانہ طریق پر اس علاقہ سے گذرے۔

## القاءِ ربّانی

۱۹۵۳ء میں جماعت کے خلاف شورش بپا کی گئی۔ دن بدن ہنگامہ آرائی بڑھتی گئی جماعت پر اضطراب کے حالات وارد ہوئے۔ ایک روز پریشان ہو کر درد دل سے دعا کی۔ خدایا! کب امن

ہوگا۔ آواز سُنائی دی جس میں تاریخ بتائی گئی۔ چنانچہ عین اسی روز خوف کے حالات دُور ہو گئے۔ اور امن قائم ہو گیا۔

## زمانہ طالبعلمی کا ایک یادگار واقعہ

یہ واقعہ مضامین مظہر میں بھی درج ہے۔ ہم نے آپ سے خود بھی سُنا۔

مارچ ۱۹۲۱ء میں غیر احمدی علماء نے قادیان میں جلسہ کرنا چاہا۔ جن کے بُد ارادوں سے فساد کا اندیشہ تھا۔ جمعہ کا دن تھا۔ نماز کے بعد امیر صاحب (حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب) نے فرمایا کہ احمدیہ ہوسٹل (لاہور) کے تمام طلباء رات کو ۹ بجے کی گاڑی سے قادیان کے لئے روانہ ہو جائیں۔ یونیورسٹی کے امتحان عین قریب تھے۔ خاکسار نے بغرض اطمینان استصواب کیا کہ آیا آئندہ امتحان دینے والے طلباء بھی پابند ہیں۔ امیر صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ اس دفعہ ان کا امتحان قادیان میں ہی ہو جائے گا ..... رات کے ساڑھے بارہ بجے گاڑی بٹالہ سٹیشن پہنچی۔ ہم میں سے بعض طلباء نے یکوّں کو تلاش کرنا چاہا۔ اتنے میں کسی نے بتایا کہ امیر صاحب پیدل ایک فرلانگ آگے نکل گئے ہیں۔ اس پر سب طلباء پیدل چل پڑے ..... صبح کو ہماری ڈیوٹی بہشتی مقبرے کی حفاظت قرار پائی.... تین دن پہرہ کے بعد جب (مخالفین) کا جلسہ ختم ہوا۔ تو پہرہ ہٹا لیا گیا۔ قادیان سے واپسی پر میرا یکّہ اُلٹ گیا اور میرے جسم پہ آپڑا۔ میرے کندھے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ شدید درد و کرب کی حالت میں مجھے میو ہسپتال لایا گیا۔ ۱۸ دن کے بعد ہسپتال سے فارغ ہوا۔ ہڈی کے جوڑ کی وجہ سے میرا بازو نصف اِنچ کے قریب چھوٹا ہو گیا ہے۔ درزی کو دونوں بازوؤں کا الگ الگ ناپ دیا کرتا ہوں۔ سردی کے موسم میں اس جگہ ہلکا ہلکا درد ہوتا ہے۔ لیکن کتنا میٹھا ہے یہ درد۔ (کالج کا فائنل امتحان پھر آپ نے اگلے سال پاس کیا)

**○ اصلاحِ اغلاط:** آپ کی مجلس میں بیٹھ کر ہماری تلفّظ اور الفاظ کی غلطیوں کی اصلاح ہوتی رہتی۔ رُستگاری ر کی پیش سے غلط قرار دیتے۔ رَستگاری۔ ر کی زبر سے رَستن مصدر سے۔

بابری مسجد کے قضیہ کے ضمن میں فرمایا۔ اجودھیا کا مطلب ہے امن کی جگہ (ا نفی کا ہے جودھیا۔ جاھَدَ۔ جہاد ہے۔ جہاں لڑائی نہ کی جائے۔ فرمایا کوئی انہیں یہ حقیقت سمجھائے۔ "مَن دَخلہٗ کان اٰمنا"

○ **خوش خطی:** حضرت شیخ صاحب نے مضامینِ مظہر صفحہ ۸۷-۸۸ پر حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کے ذکرِ خیر میں فرمایا:۔

"خط نہایت پاکیزہ تھا۔ کارڈ کو ہتھیلی پہ رکھ کر لکھنا شروع کرتے اور ایک کارڈ پہ پچیس تیس سطریں لکھ لیتے۔ چاہو تو مسطر سے ناپ لو کسی سطر میں کوئی جھول یا جھکاؤ نہ ہوگا۔ تحریر ایسی کہ گویا موتی پروئے ہوئے ہیں۔

بدخطی ایک بہت بڑا نقص ہے۔ اور خوش خطی بڑی مؤثر چیز ہے۔ یہاں تک کہ ؎

خطِ خوب رقیمۂ سفارش است"

○ **خط حضرت مسیح موعودؑ:** آپ کی پیدائش پر جو خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے والد ماجد حضرت منشی ظفر احمد صاحب کو از خود تحریر فرمایا۔

اس کی زیارت کے لئے خاکسار کو لمبا عرصہ ۲۰ سال سے زیادہ عرصہ انتظار رہا۔ آپ فرماتے اچھا نکال کر دکھاؤں گا۔ خاکسار احتراماً اصرار نہ کرتا۔ یہاں تک کہ صد سالہ احمدیہ جوبلی کی تقریبات کے سلسلہ میں اُس خط کا عکس اور آپ کا انٹرویو ریکارڈ کیا گیا۔

آخر خاکسار کی تاکید پر آپ کے پوتے عزیزم فاروق احمد صاحب ابن مکرم طاہر احمد صاحب سلمہما اللہ تعالیٰ نے اس خط کی فوٹو کاپی مہیا کی۔ جس پر مَیں نے یہ خط آپ کو دے کر درخواست کی کہ یہ مجھے عنایت فرمادیں۔ جس پہ آپ نے تحریر کر دیا۔

"تصدیق شد۔ محمد احمد مظہر ۹۲-۱۰-۳۰"

## شعر و سخن

نامور شعراء کے ہزارہا اشعار از بر تھے۔ جنہیں اپنے کلام اور مضامین میں موقعہ کی مناسبت سے استعمال کرتے تھے۔ آپ کا فارسی کلام شائع شدہ ہے" درد و درماں" خاکسار آپ کی صرف دو نظموں کا ذکر کرنا چاہتا ہے۔

○ **ہفت بندِ مظہر** پہلی کا عنوان ہے۔ "ہفت بندِ مظہر دربیانِ مظالم ۱۹۷۴ء" "آغاز فتنہ گری" سے لے کر "استقبالِ استقبال"، یعنی احمدیت کے شاندار مستقبل تک اس نظم کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ۴/۳ ۴ × ۲/۱ ۴ کے ۲۶ صفحات پر مشتمل کُل ۱۰۷ اشعار ہیں۔ آپ کے ہاتھ کی تحریر کردہ۔ آپ کے ہاتھ کی سلائی کی ہوئی کتابچہ کی صورت میں

خاکسار کو عنایت کی ہوئی ہے۔ ٢٣ صفحات پر نظم ہے۔ دو پر فرہنگ اور ایک صفحہ خالی ہے۔

آپ نے یہ فرما کر کہ لاکر دیتا ہوں اندر تشریف لے گئے اور جلد باہر نہ آئے۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید دوسرے دروازے سے لجنہ کی کوئی ممبر ملاقات کے لئے آئی ہونگی۔ نصف گھنٹہ کے قریب عرصہ کے بعد دفتر میں تشریف لائے تو یہ کتابچہ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ شادی بیاہ کے دعوتی کارڈ کے بیرونی سخت کاغذ کی جلد بنا کر اندر نظم کے کاغذات رکھ کر اپنے ہاتھ سے سلائی کی ہوئی تھی۔ دعوت ناموں کے بیرونی سخت کاغذ اس طرح کے استعمال کے لئے آپ محفوظ کر لیتے تھے۔

کئی دفعہ ذکر کیا کہ مَیں جِلد بندی جانتا ہوں۔ سُوا مارنے والی نہیں بلکہ جُز بندی والی۔

## ○ مناجات اور انکی قبولیت :

عشاء کے قریب مَیں کام کر چکا تو اپنے فرزندِ اصغر کو فرمایا مظفر! رانا صاحب کو میری نظم لاکر سناؤ۔ ٹیپ ریکارڈر پر آپ کی آواز میں جب خاکسار نے اس کا تیسرا بند "مناجات بدرگاہِ احکم الحاکمین" سُنا تو میرا دل یقین سے بھر گیا کہ انشاء اللہ یہ دعائیں مقبول ہونگی۔ اور خاکسار نے عرض کیا کہ آپ کی مناجات تو عرش پر پہنچ گئیں بعد ازاں جیسے جیسے اللہ تعالےٰ کی تائید اور نصرت احمدیت کے حق میں ظاہر ہوتی گئی آپ نے فرمایا "آپ نے کہا تھا میری دعائیں قبول ہوں گی۔" دیکھیں میری یہ دعا بھی قبول ہوگئی۔ میری یہ دعا بھی قبول ہوگئی کئی دفعہ ایسا ہوا۔ ان مناجات کے ایک شعر کے بارے میں فرمایا کہ یہ میری اہلیہ صاحبہ نے روزانہ کا ورد بنالیا ہوا ہے۔ وہ شعر ہے ؎

برفضلِ تُست مُنحصر اے داورِ جہاں    تعمیرِ ہر ولایتے یارب عنایتے

## ○ ایک غیر مطبوعہ قطعہ وفات :

عزیزم مکرم ملک عبدالماجد صاحب شمس ابن محترم ملک عبدالقادر صاحب مرحوم برادر خورد مکرم ملک عبدالحلیم صاحب نہایت زیرک۔ مخلص۔ فدائی خادم۔ معتمد مجلس خدام الاحمدیہ۔ سرگودھا ڈویژن۔ ایک المناک حادثہ میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ حضرت شیخ صاحب نے ان کا قطعہ وفات تحریر کیا۔ جو عزیزم مرحوم کی لوحِ مزار پر کندہ ہے ؎

جوان خردمند ماجد بنام
بدارُ البقاء چوں اقامت گزید
پئے سالِ رحلت بگوشم ندا
فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْماً رسید

١٣٨٧ھ

**ذکر دو شعراء کا :** فارسی کے دو مشہور شعراء کا ذکر کیا۔ ایک ان میں سے آزاد منش تھا جب فوت ہوا تو دوسرے نے خواب میں دیکھا کہ بہشت کے گل و گلزار میں شاداں و فرحاں ہے۔ اس نے حیران ہو کر سوال کیا کہ تُو تو دنیا میں دین و مذہب سے لاپرواہ تھا۔ تُو یہاں کیسے پہنچ گیا۔ اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے توحید کے متعلق میرے دو شعر پسند کر لئے اور مجھے بخش دیا۔ وہ شعر یہ ہیں :-

۱- ستائش کنم داورِ پاک را — کہ گویا و بینا کند خاک را
۲- بموئے دہد مالشِ نرّہ شیر — کند پشّہ بر پیلِ جنگی دلیر

حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کہ ان اشعار میں شاعر نے بڑی خوبی سے اضداد کو جمع کر دیا ہے :-

**ترجمہ :** ۱- میں اُس پاک پروردگار کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جو خاک کو بولنے والا اور دیکھنے والا بنا دیتا ہے۔

۲- ایک چیونٹی کو شیرِ نر کی گوشمالی کی قدرت عطا کر دیتا ہے اور مچھّر کو جنگی ہاتھی پر حملہ آور ہونے کی قدرت بخش دیتا ہے۔

**بیان جہل و علم کا :** فرمایا جہل و علم کی بعض شاخیں ہیں :-

۱- آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند — در جہل مرکب ابدالدہر بماند
۲- و آں کس کہ بداند و بداند کہ بداند — او نیز خرِ خویش بمنزل نرساند
۳- و آں کس کہ بداند و بداند کہ نداند — اسپ طرب از گنبدِ گردوں بدواند

(مضامین مظہر صـــ ۸۶)

**نوٹ :** مضامین مظہر میں نرساند کو برساند لکھنا سہوِ کتابت ہے۔

خاکسار کے استفسار پر فرمایا۔ یہ کسی پرانے شاعر کے شعر ہیں۔

**ترجمۂ اشعار :** ۱- وہ شخص جو علم نہیں رکھتا۔ لیکن سمجھتا ہے کہ وہ بہت کچھ جانتا ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیش جہل مرکب میں گرفتار رہتا ہے۔

۲- اور وہ شخص جو کہ علم تو رکھتا ہے لیکن یہ بھی احساس رکھتا ہے کہ میں بھی عالم ہوں۔ یہ بھی کسی طور اپنے گدھے کو منزل پر پہنچانے میں کامیاب نہیں ہوتا ہے۔

۳- اور وہ شخص جو کہ عالم ہے لیکن اپنی بے بضاعتی کا ادراک رکھتا ہے۔ یہ شخص ہے جو اپنے

خوشی کے گھوڑے کو آسمانوں سے بلند تر لے جاتا ہے۔

**○ آخری نظم :** وصال سے چند ماہ پیشتر یہ اغلباً آپ کا آخری کلام ہے۔ عنوان ہے ؎

اللہ بس باقی ہوس

ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

در حضرتِ سلطان روی۔ بنگر چہ سوغاتے بری
ایں جانیائی باز پس۔ اللہ بس باقی ہوس

## آخری ملاقاتیں

اس "باعمر" شخصیت کی زلیست کے آخری ایّام میں خاکسار کو حاضر باشی کا شرف حاصل ہوتا تو مختلف امور کا ذکر چلتا۔ اس قطعہ وفات کا بھی تذکرہ ہوا تو آپ نے اسے بھی اپنی نوٹ بک میں درج کرنے کا ارشاد فرمایا۔ ایک روز فرمایا۔ آپ آجاتے ہیں طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ بڑھتی ہوئی نقاہت۔ آخری علالت میں بھی وہی مہمان نوازیاں۔ وہی دلداریاں۔ وہی نوازشات۔ وہی تلطّفات۔

الغرض اللہ تعالیٰ کا یہ عالی وقار بندہ۔ نابغہ روزگار ہستی۔ تواضع اور سراسر فروتنی کا پیکر دنیا سے اپنی خداداد علمیّت کا لوہا منوا کر۔ بین الاقوامی اعزاز حاصل کر کے پیاروں سے رخصت ہو کر پیاروں سے جاملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کی تحقیق ام الالسنہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت ہوئی۔ قرآن کریم کی حقّانیت۔ توحید باری تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام دنیا کی طرف مبعوث ہونے کے ثبوت میں ایک اور علمی دلیل پیدا ہوئی۔ اور آپ کا نام رہتی دنیا تک زندۂ جاوید ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں

"...... ہم نہایت خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے مخلص دوستوں نے اشتراکِ السنہ ثابت کرنے کے لئے وہ جانفشانی کی ہے جو یقیناً اس وقت تک اس صفحۂ دنیا میں یادگار رہے گی جب تک کہ یہ دنیا آباد ہے......"

زہے خوش نصیب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"مجھے ان سے گہری ذاتی محبت تھی۔ نیز فرمایا۔ میں نے ایک نظم میں ایک شعر خاص طور پر ان کو ذہن میں رکھ کر کہا۔ وہ شعر تھا ؎

**یہ شجر خزاں رسیدہ ہے مجھے عزیز یارب**
**یہ اِک اور فصلِ تازہ کی بہار تک تو پہنچے**

(الفضل ۱۲۔ جون ۱۹۹۳ء)

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

---

بقیہ: کپورتھلہ

بیعت کرلی (اس کی تفصیل دوسرے مضمون میں ہے)

سیرت ظفر میں کپورتھلہ کے بارہ ۱۲ رفقاء کا ذکر ہے جن میں پانچ احباب تین سو تیرہ ۳۱۳ رفقاء میں سے ہیں۔ صرف ایک علاقہ سے یہ تعداد بڑی نمایاں ہے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی خدمت اور قرب خاص کے متعلق حضرت شیخ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں:

"جب والد صاحب قادیان ہوتے تو حضور کی ڈاک اور جوابات کا لکھنا والد صاحب کے سپرد ہوتا۔ بہت دفعہ حضرت صاحب اشتہار و مضامین بول کر والد صاحب سے لکھواتے۔ جنگ مقدس یعنی آتھم والا مباحثہ بھی والد صاحب کا لکھا ہوا ہے .... حضرت خلیفۃ المسیح الاول .... ایک دفعہ فرمانے لگے کہ مجھے آپ پر رشک آتا ہے۔ کیونکہ آپ کا زود نویس ہونا بھی حضرت صاحب سے قرب کا موجب ہے۔"

حضور سے یہ مقامِ قرب اتنا تھا کہ ایک مرتبہ جب حضرت منشی ظفر احمد صاحب نے عرض کیا حضرت اس خط پر لکھا ہوا ہے کہ سوائے حضور کے اس خط کو کوئی نہ کھولے اس لئے حضور ہی اس کو کھول کر پڑھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خط..... واپس دیتے ہوئے فرمایا "منشی صاحب آپ ہی اس کو پڑھیں۔ ہم اور آپ کوئی دو ہیں۔" (سیرت ظفر ص ۱۱، ۴۲)

## ○ کپورتھلہ کا اعزاز:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام دو بار احباب کپورتھلہ کو ملنے کیلئے تشریف لے گئے۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب بھی سفر کرتے تو احباب کپورتھلہ کو اطلاع کرتے۔ سیرت ظفر میں ہے۔ "حضور خود اپنے سفر کی اطلاع پیشتر دے دیتے تھے۔ اور علاوہ ازیں کپورتھلہ کے (احباب) نے مرکز میں رہنے والے دوستوں کو پابند کیا ہوا تھا کہ وہ روزمرہ حضور کے حالات اور الہامات بھی لکھ کر بھیج دیا کرتے تھے۔" ص ۲۱

العرض احباب کپورتھلہ کو حضرت اقدس علیہ السلام سے اور آپ کے جانشینوں اور قادیان کے دوستوں سے بے حد محبت تھی۔ انہوں نے قربانیوں میں قابلِ رشک مثالیں قائم کیں۔ ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے۔ خلاصہ کلام یہ کہ قادیان اور کپورتھلہ کے احباب یک جان دو قالب تھے۔

---

# حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی یادیں

ذاتِ عالی صفات کا مظہر
رونقِ شش جہات کا مظہر

آدمی ایک تھا فرشتہ صفت
دائمی باقیات کا مظہر

رُوحِ انسانیت تھی اسکی ذات
تھا وہ اعلیٰ صفات کا مظہر

نام اُس کا محمد احمد تھا
تھا وہ ملّی حیات کا مظہر

ایک دانشور و مصنّف تھا
عِلم و عقل و ثبات کا مظہر

بن گئیں اس کی ساری تصنیفات
عِلم و فن کی حیات کا مظہر

شاعرِ نامدار و ماہرِ فن
ادبی نادرات کا مظہر

ہے تمام اُس کا شاعرانہ کلام
شعر و فن کے نکات کا مظہر

فخرِ اسلاف و مردِ خوش اخلاق
بن گیا باقیات کا مظہر

نیک دل نیک خو، شریف النفس
ملکوتی صفات کا مظہر

تھا بہشتی وہ خُلق کا پیکر
مشفقانہ صفات کا مظہر

فانی انسان تھا بن گیا آخر
ہستیٔ بے ثبات کا مظہر

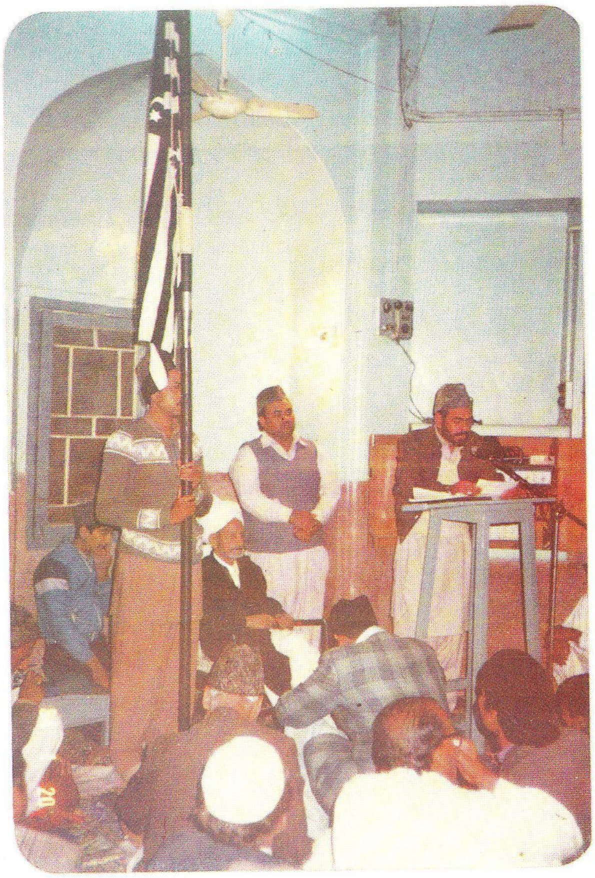
رحمتِ حق سے بن گئی ہے سلیمؔ
اُس کی تُربت نجات کا مظہر

—— سلیم شاہجہانپوری ——

## فضل عمر فاؤنڈیشن ـــ ممبران بورڈ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ـــ کے ساتھ




دائیں سے بائیں (کرسیوں پر) : حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر۔ ایڈ محترم کرنل محمد عطاء اللہ صاحب )) حضرت خلیفۃ المسیح الثالث...
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب (صدر)۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب۔
(کھڑے ہوئے) : محترم شیخ مبارک احمد صاحب۔ محترم میر محمد بخش صاحب۔ محترم شیخ محمد حنیف صاحب۔
محترم چوہدری انور حسین صاحب۔ محترم چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں۔ محترم سید میر داؤد احمد صاحب۔



مجلس خدام الاحمدیہ فیصل آباد کو
علمِ انعامی ملنے پر اجلاس۔
حضرت شیخ صاحب صدارت
فرما رہے ہیں۔



لاہور میں حضرت شیخ صاحب اپنے پوتے مبین احمد ظفر (ابن شیخ حمید احمد صاحب ظفر) کی شادی کے موقع پر

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر۔ صدر سٹینڈنگ کمیٹی صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ۔ اراکین کمیٹی کے ساتھ



دائیں سے بائیں (کرسیوں پر): محترم چوہدری حمید اللہ صاحب۔ محترم شیخ محمد حنیف صاحب۔ محترم چوہدری احمد مختار صاحب۔
حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر۔ محترم رانا محمد خاں صاحب۔ بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) محمد وقیع الزمان صاحب
(کھڑے ہوئے): محترم حضرت اللہ صاحب پاشا۔ محترم شیخ مظفر احمد صاحب ظفر۔ محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب۔
محترم سیّد میر مسعود احمد صاحب۔ محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب۔ کیپٹن شمیم احمد صاحب خالد



جنوری ۱۹۹۲ء - حضرت شیخ صاحب دو برٹش احمدیوں کے ساتھ ملاقات کے موقعہ پر



حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت احمدیہ فیصل آباد

بیت الذکر لاٹھیانوالہ میں مقامی عہدیداران کے ساتھ

## حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر

# ایک بلند پایہ ماہرِ لسانیات، ممتاز قانون دان اور قادر الکلام شاعر

### چند دلچسپ حقائق اور ناقابلِ فراموش واقعات کی روشنی میں

از قلم محترم چوہدری غلام دستگیر صاحب ایڈووکیٹ فیصل آباد

### اُمّ الالسنہ کا عظیم الشّان کارنامہ ۔ چند دلچسپ حقائق

مخدومی حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب ..... کی زندگی کا نچوڑ اور معرکۃ الآراء کارنامہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتاب منن الرحمان کی صداقت کے اظہار میں عربی زبان کو ام الالسنہ ثابت کرنا ہے۔ آپ نے ۱۹۴۶ء میں اس عظیم الشان کام کو شروع کیا اور تادمِ آخر اسے جاری رکھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس سلسلہ میں ایک لاکھ سے بھی زائد فل سکیپ کاغذ میں نے حروف کے ردو بدل کرنے میں لکھ کر پھاڑا ہوگا۔ حضور کی کتاب منن الرحمان کا بار بار مطالعہ کرنے اور اس میں بیان کردہ اصولوں پر غور کرنے کے بعد جب میں نے ام الالسنہ کا کام شروع کیا تو ابتداء میں بہت آسان معلوم ہوا۔ لیکن جوں جوں آگے بڑھا مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا گیا۔ ۱۹۵۲ء میں ایک مرحلہ ایسا آیا کہ میں بالکل بے بس ہو کر رہ گیا اور سمجھ نہ آئے کہ پیش آمدہ مسئلہ کو کس طرح حل کروں۔ تب میں نے بڑے الحاح سے دعا شروع کی۔ اور کرتا چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد کشفی رنگ کی عین بیداری کی حالت میں زبان پر قرآن مجید کی آیت ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ جاری ہوئی چنانچہ اس وقت کے بعد بندھ ٹوٹ گیا اور ہر لفظ حل ہوتا چلا گیا۔ بڑی بڑی دقتیں چند دنوں میں ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہو جائیں۔

آپ کے کمرہ کے اندر ہر طرف کتابیں ہی کتابیں پڑی ہوتی تھیں، جن میں سے اکثر لغات اور

ڈکشنریاں ہوتیں۔ اکثر پارکر کا پین استعمال کرتے اور ہمیشہ گلا کرتے کہ پین میں سیاہی بڑی جلدی ختم ہو جاتی ہے۔ سیاہی کی دوات کبھی نہ خریدتے بلکہ بڑی بوتلیں لے کر رکھتے۔ آپ کے پاس ازیوں کے حساب سے سفید کاغذ ہمیشہ موجود رہتے۔

اکثر فرمایا کرتے کہ اللہ کی شان ہے کہ عیسائی مشنریوں اور علماء نے ارب ہا روپیہ خرچ کر کے جہاں جہاں یورپین قوموں کی حکومت رہی ان ملکوں کی زبانوں کو سیکھ کر رومن حروف تہجی میں ان کی ڈکشنریاں تیار کیں تاکہ محمد احمد ان سے کام لے سکے اور حضرت مسیح موعود کی صداقت کا اظہار ہو۔

ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی اس شان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ خاکسار کو سنسکرت کی لغت جس میں سنسکرت کے الفاظ رومن حروف تہجی میں لکھے ہوئے ہوں درکار تھی۔ کیونکہ بعض نامور یورپین فلالوجسٹ اس مفروضہ پر مصر رہے ہیں کہ سنسکرت زبان سب سے پرانی۔ بہترین اور ام الالسنہ ہے۔ اور میں اس خیال کو باطل اور پارہ پارہ کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ

(ترجمہ) "بعض جلد بازوں پر افسوس ہے جو عیسائیوں میں حد سے زیادہ تجاوز کر گئے ہیں اور انہوں نے سنسکرت زبان کو سب زبانوں میں سے بہتر سمجھ لیا ہے اور واہی خیالات کے ساتھ اس کی تعریف کی ہے اور ان کی مثال ایسی ہے جیسا کوئی رات کو لکڑیاں اکٹھی کرے یا سیلاب کا خس و خاشاک لے لے اور پانی کو چھوڑ دے یا مکدر پانی سے ایک گھونٹ لے اور صاف پانی کو چھوڑ دے۔"

"کیا تم ہندی زبان یعنی سنسکرت وغیرہ عجمی زبانوں کو نہیں دیکھتے کہ کیوں کر ان کے اکثر الفاظ ان کے تراش خراش کے قبیل سے ہیں ...
پس ان کو خالص مفردات سے کیا نسبت ہے۔ غرض ان کے مفردات کا ناقص ہونا اور ان کی پونجی کا کم ہونا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ وہ زبانیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ ابتدائی زمانہ سے ہیں"۔ (منن الرحمٰن طبع ۹۹)

میں نے اندرون اور بیرون ملک دور و نزدیک ایسی لغت کی تلاش کی مگر مجھے دستیاب نہ ہوئی۔ اور میں اس کتاب کو حاصل کرنے کے لئے بڑا بے قرار تھا۔ آٹھ سال اس تلاش میں گذر گئے۔ اب قدرتِ خداوندی کا ایک کرشمہ دیکھئے :۔

"۹۔ مارچ ۱۹۵۴ء کا واقعہ ہے کہ میں ایک مقدمے کی پیروی کے لئے لاہور گیا۔ حافظ

صاحب (حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری) کی تاکید کے مطابق جب مَیں لاہور یا ربوہ جاتا تھا تو اُن سے ملاقات کے بغیر واپس نہیں ہوتا تھا۔ ... مَیں حافظ صاحب سے ملاقات کرنے کے لئے گیا۔ مَیں السّلام علیکم کہہ کر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ حافظ صاحب نے فرمایا کہ ابھی ابھی آپ کے آنے سے دو منٹ پہلے ایک لڑکا ایک کتاب لایا تھا اور اسے چھ روپے میں فروخت کرنا چاہتا تھا کیونکہ پانچ روپے میں اس نے خود خریدی ہے۔ حافظ صاحب نے وہ کتاب میری طرف بڑھائی۔ مَیں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کتاب جو میرے ہاتھ میں ہے وہ سنسکرت کی لُغت ہے جس میں سنسکرت کے الفاظ رومن حروف تہجی میں لکھے ہوئے ہیں۔ میکسمولر کے شاگرد میکڈانل کی نہایت مستند تصنیف ہے۔ ...... اس کے بعد گذشتہ سولہ سال میں خاکسار نے لغت مذکور کے سارے مادوں اور ان کے مشتقات کا سراغ عربی زبان تک پہنچایا۔"

(مضامین مظہر صـ۸۱ - ۸۲)

حضرت مخدومی امیر صاحب نے ہر زبان کے لفظ کو واپس عربی زبان میں لانے کے لئے دس فارمولے ایجاد کئے ہیں۔ غیر زبان کا ہر معروف لفظ ان دس میں سے کسی نہ کسی ایک فارمولے کے APPLY کرنے سے حل ہو جاتا ہے۔

پاکستان ٹائمز ۲۸۔ مارچ ۱۹۶۴ء کے فاضل تبصرہ نگار نے حضرت مخدومی امیر صاحب .... کی کتاب ARABIC THE SOURCE OF ALL LANGUAGES کے بارہ میں لکھا کہ

"جو فارمولے مصنف نے دریافت کئے ہیں۔ اُن کی وضاحت برجستہ اور مؤثر مثالوں کے ذریعہ بخوبی کی گئی ہے۔ کتاب کا مطالعہ نہایت دلکش ہے اور اس کا ہر صفحہ حیرت انگیز ہے۔ اس کتاب کی تالیف دو امور پر مبنی ہے۔ یعنی لمبے عرصہ تک بڑی بڑی زبانوں کا موازنہ کرنا اور علم اللسان کی کتابوں کا گہرا مطالعہ۔ اور جو بات بظاہر ناممکن نظر آتی تھی اس کتاب کے ذریعے سے آسان اور ایک حسابی صداقت ہو گئی ہے۔"

"کتاب زیرِ نظر نے ایک مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ نیز یہ کتاب ایک کھلا چیلنج ہے ہم چاہتے ہیں کہ اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کراچی اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مؤلفین اور اورینٹل کالج لاہور کتاب زیرِ نظر کا سررشتۂ تحقیق ہاتھ میں لیں۔ اور اس کام کو مکمل کریں۔"

سفیر مصر نے ستمبر ۱۹۸۶ء کو ٹیلی ویژن پر اسلام آباد میں ایک انٹرویو میں نہایت عمدہ الفاظ میں بغیر حضرت شیخ صاحب کا نام بتائے یہ کہا

"AN EMINENT SCHOLAR OF PAKISTAN HAS PROVED THAT ARABIC IS THE MATRON OF ALL LANGUAGES"

اسی طرح مجلہ صحیفہ نے ایک مفصّل تبصرہ لکھا اور تحریر کیا کہ:

"زیرِ نظر کتاب مصنّف کی بیس سال کی محنت کا ثمرہ ہے۔ اس کتاب کی صورت میں مصنّف نے لسانیات کے شعبے میں ایک ایسا صحیح اور محکم نظریہ پیش کیا ہے جس سے السنۂ عالم کے اولین ماخذ کے متعلق اختلافات ختم ہو جانے چاہئیں۔"

ام الالسنہ کی تحقیق پر حضرت مخدومی شیخ صاحب کی شب و روز کی محنتِ شاقہ ایک لمبا مضمون ہے اور اس کی چند جھلکیاں رسالہ الفرقان اکتوبر ۱۹۶۰ء، ستمبر ۱۹۶۴ء، اپریل ۱۹۶۶ء، اپریل ۱۹۷۲ء اور جنوری ۱۹۷۴ء کے علاوہ الفضل ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۶۰ء، ۲۶۔ جولائی ۱۹۶۸ء، ۱۶۔ نومبر ۱۹۷۱ء اور ۱۷، ۱۸، ۱۹۔ جولائی ۱۹۸۴ء میں قارئین ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ذیل میں چند دلچسپ باتیں بہ سلسلہ ام الالسنہ درج ہیں۔

۱۔ کئی سال پرانا واقعہ ہے کہ خاکسار مخدومی حضرت امیر صاحب کے ہمراہ ایک دوست کے دعوت میں شامل ہوا۔ مٹھائی وغیرہ کے علاوہ تلی ہوئی دال بھی تھی جسے کھانے کیلئے چمچے نہ تھے۔ خاکسار نے حضرت امیر صاحب سے کہا کہ "آج تو پھکّے مارنے پڑیں گے"۔ فرمایا یہ پھکہ بھی عربی لفظ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ قریب بیٹھے ہوئے دوست حیران ہوئے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ امیر صاحب نے فرمایا یہ عربی لفظ کَفّ کا الٹایا ہوا لفظ ہے۔ جس طرح بعض لوگ چاقو کو قاچو کہتے ہیں۔ اور حرف "ف" کو پنجابی لہجہ میں "پھ" بنا لیا گیا ہے۔

۲۔ غالباً ۹۔ مئی ۱۹۸۰ء کا واقعہ ہے کہ اپنے چیمبر کچہری میں فرمایا کہ لفظ "داغ" نے تین دن تک مجھے پریشان رکھا کہ یہ کس عربی لفظ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ کئی مادے میرے ذہن میں آئے لیکن کوئی بھی فٹ نہیں بیٹھتا تھا۔ دعا میں مشغول رہا۔ چوتھے دن زور سے میرے دل میں القا ہوا کہ اس لفظ کا "ص" گرا ہوا ہے۔ ص شروع میں لگانے سے صداغ بنا۔ پھر مجھے لغت سے یہ لفظ صداغ نکال کر دکھایا اور کہا اس طرح اللہ تعالیٰ میری مدد کرتا ہے۔

؎ کارسازِ ما بہ سازِ کارِ ما ٭ فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

۳۔ فرمایا عربی زبان ایسی ہے کہ اس کے الفاظ سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ یہی زبان ہے جو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان کو سکھائی۔ اس میں بعض ایسے حقائق ہیں جو موجودہ زمانہ میں آکر سائنسی طور پر بھی ثابت ہو گئے ہیں مثال کے طور پر فرمایا کہ عربی کے لفظ رَجَعَ کے معانی ہیں۔ ۱۔ بارش۔ ۲۔ منافع۔ ۳۔ گونج۔ جہاں بھی یہ تین حروف ر۔ ج۔ ع آئیں گے وہاں ہی اس کے یہی معنے ہونگے لوٹ کر آنے والی چیز۔ بارش وہ پانی ہے جو سمندروں سے بخارات کی صورت میں اوپر جاتا ہے اور پھر وہ بارش کی شکل میں واپس آتا ہے۔ روپیہ تجارت میں لگایا جاتا

ہے اور منافع کی صورت میں واپس آتا ہے۔ جس قسم کی آواز پیدا ہوتی ہے اُسی قسم کی گونج پھر واپس آتی ہے۔

۴۔ ایک دن کچہری سے ہم واپس گھر آرہے تھے کہ راستہ میں ایک مزدور روئی بلونے والا اپنی تندی لئے آرہا تھا۔ حضرت مخدومی شیخ صاحب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ بتاؤ اس شخص کو کیا کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی "پینجا"۔ فرمایا یہ لفظ بھی عربی لفظ کا بگاڑ ہے۔ الف تو "پینجا" کا فاعلی ہے۔ 'پ' عربی حرف "ف" ہے۔ 'ن' غنہ ہے۔ اصل عربی لفظ فجّ تھا جس کے معنے ہیں کمان کھینچنا۔ تندی پر کوئی چیز مارنا۔ اور یہی کام "پینجا" کرتا ہے۔

## پیشہ وکالت میں آپ کا منفرد مقام

پیشہ کے لحاظ سے حضرت مخدومی شیخ صاحب بڑے ہی ذہین و فطین وکیل تھے۔ کپورتھلہ میں دیوانی اور فوجداری میں چوٹی کے وکیل مانے جاتے تھے۔ پاکستان آتے وقت پانچ سو سے زائد مقدمات کپورتھلہ میں آپ کے پاس تھے۔ حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر لائلپور میں وکالت شروع کی۔ یہاں آکر آپ نے فوجداری وکالت کو خیرباد کہہ دیا۔ اور صرف دیوانی وکالت کا آغاز کیا۔ فیصل آباد میں ہر چوٹی کا وکیل نہ صرف آپ کا گرویدہ تھا۔ بلکہ آپ کی قابلیت طرز استدلال، حُسن بیان کا قائل تھا۔ وکلاء آپ سے مشورہ طلب کیا کرتے تھے۔ خاکسار نے بعض قابل اور مشہور ججوں کو آپکی قانون دانی، نکتہ آفرینی اور قابلیت کا معترف پایا۔ ہماری جماعت کو جب کبھی بھی قانونی راہنمائی کی ضرورت پڑی تو حضرت مخدومی شیخ صاحب کی رائے کو ہمیشہ صائب اور وقیع گردانا گیا۔ جماعت کے خلاف ناجائز مقدمات کی بھرمار کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ ۱۹۱۹ء میں جب میں بی۔ اے کر کے ایم۔ اے انگلش میں داخلہ لینا چاہتا تھا تو حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ آئندہ زمانہ میں جماعت کو وکلاء کی بڑی ضرورت پیش آئے گی۔ اس لئے ایم۔ اے انگلش کی بجائے ایل۔ ایل۔ بی کریں۔ چنانچہ میں نے ۱۹۲۱ء میں ایل۔ ایل۔ بی کر کے جالندھر میں وکالت کا پیشہ اختیار کر لیا لیکن میں اس پیشہ کی مکروہات سے بہت خائف تھا۔ اور اس خوف کا اظہار میں نے حضرت مصلح موعود...... کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ کیا تو حضور نے تحریر فرمایا:۔

> "میں دعا کروں گا۔ خدا تعالیٰ آپ کو رزق حلال کمانے کی توفیق عطا فرمائے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی پیشہ نہیں جس کو آدمی دلیری کے ساتھ اختیار کرے اور بددیانتی کرنے پر مجبور ہو۔ ہمیشہ دل کی کمزوری انسان کو بدی کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔"

حضرت مخدومی شیخ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مجھے رزق حلال کی توفیق دی اور اس قدر مقدمات فوجداری و دیوانی کی بھرمار ہوئی کہ ان کو میرے لئے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ میں نے کبھی جھوٹے مقدمے کی پیروی نہیں کی۔ لوگ ایسے مقدمات کیلئے بڑی بڑی پیشکش (OFFER) کرتے تھے۔

آپ نے کبھی کسی ایسے مقدمے کی پیروی نہیں کی جو جھوٹ۔ فریب اور دغا بازی پر مبنی ہو۔ مقدمہ کی نوعیت اور غرض و غائیت کو خوب اچھی طرح دیکھ کر اگر صحیح سمجھتے تو پیروی کرنا قبول کر لیتے۔ اگر کسی مقدمے میں خود غرضی، ظلم اور حق تلفی کا ذرا بھی شائبہ پاتے تو اسے ردّ فرما دیتے اور اکثر اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کرتے کہ "مَیں یہ کیس لینے کو تیار نہیں کیونکہ اس میں مجھے مکھی نظر آتی ہے۔"

فرماتے "اللہ کی شان دیکھو کہ اس نے اپنے پیارے مصلح موعود کو فراست اور پیش بینی سے نوازا اور اسکی ۱۹۱۹ء میں کہی ہوئی بات کہ آئندہ زمانے میں احمدیوں کو وکلاء کی بہت ضرورت پڑے گی آج ہم پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں۔"

مقدمات میں آپ کے تقویٰ و طہارت کی گواہی غیر از جماعت وکلاء بھی دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ موسم سرما میں بار رُوم کی بیرونی طرف گراؤنڈ پر بہت سے وکلاء بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ وکلاء کس طرح جنت میں جائیں گے جبکہ اس پیشہ میں کوئی وکیل بھی ہیرا پھیری سے باز نہیں آتا۔ اور سب نے کہا کہ بات ٹھیک ہے۔ ایک وکیل نے کہا کہ شیخ محمد احمد صاحب مظہر ضرور جنت میں چلے جائیں گے۔

آپ کی سادگی اور منکسر المزاجی کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ ایک سول جج نے ایک دوسری جگہ جا کر شیخ صاحب کا یوں تعارف کرایا کہ "جب مَیں پہلی بار لائلپور گیا تو میری عدالت میں ایک دبلا پتلا شخص پیش ہوا۔ مَیں نے سمجھا کہ سائل ہوگا۔ پھر اس نے مقدمے کا لفافہ نکالا۔ مَیں نے سمجھا کسی وکیل کا منشی ہوگا۔ پھر جب اس نے بحث شروع کی اور بڑی روانی سے چچے تُلے الفاظ میں انگریزی میں بحث شروع کی تو مَیں حیران رہ گیا۔ کہ اس قسم کا سادہ انسان اور تجربہ کار۔ یہ شخص محمد احمد وکیل تھا جس سے پہلی بار مجھے واسطہ پڑا......

...... کوئی پہلو قانون یا دلیل کا نہیں تھا جو اُس نے تشنہ رہنے دیا ہو اور مَیں اسکے حق میں فیصلہ کرنے کیلئے مجبور تھا۔

ایک دفعہ ایک بڑے عدالتی افسر لائلپور تشریف لائے، بد مزاج اور خود پسند مشہور تھے۔ انہیں حضرت مخدومی شیخ صاحب کی قابلیت کا کچھ پتہ نہ تھا۔ ایک مقدمہ کے دوران جو پہلی دفعہ حضرت شیخ صاحب اس کی عدالت میں پیش ہوئے۔ پرانی اچکن اور ڈھیلی ڈھالی پگڑی اور نہایت سادہ لباس دیکھا تو کہنے لگا آپ نے کیا وکالت کرنی ہے۔ کسی مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کریں۔ شیخ صاحب نے فرمایا

؎ خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

وہ فارسی جانتا تھا بہت متاثر ہوا اور جب دوسرے وکلاء نے اسے بتایا کہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب تو نہ صرف چوٹی کے دیوانی وکیل ہیں بلکہ سکالر اور زبردست فلاسفر جسٹ بھی ہیں اور کئی ایک کتابوں کے مصنّف ہیں۔ اور پاکستان ٹائمز میں ان کی تحقیق پر مضامین شائع ہوئے ہیں تو مبہوت رہ گیا۔ معذرت کی۔ پھر جتنی دیر فیصل آباد میں رہا حضرت مخدومی شیخ صاحب کی تعریف میں رطب اللسان رہا۔

خاکسار بہشتہٴ وکالت میں حضرتِ مظہر کے اخلاقِ فاضلہ کے چند واقعات افادہ احباب کیلئے پیش کرتا ہے۔

○ چنیوٹ کے رہنے والے دو اشخاص حضرت مخدومی امیر صاحب کے پاس ایک قطعہ زمین کا مقدمہ لے کر آئے اور عرض کی کہ ہم اس کیس میں آپ کو وکیل کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت مخدومی امیر صاحب نے تمام کاغذات کا مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا کہ رجسٹری کراتے وقت آپ نے احتیاط نہیں کی۔ آپ کو اس لفظ کی بجائے فلاں لفظ لکھنا چاہیئے تھا۔ پھر فرمایا۔ لیکن کوئی بات نہیں میں اس غلطی کو انشاء اللہ بخوبی COVER کر لوں گا۔ آپ نے فیس اور مقدمہ کی فائل لے لی اور دستاویز رجسٹری اُن کے حوالہ کر دی اور فرمایا۔ کہ اس کی فوٹو کاپی مجھے دے دیں۔ جب مقدمہ کے دوران اصل کی ضرورت پڑے گی میں آپ سے منگوا لوں گا۔ وہ رجسٹری لے گئے اور اگلے دن وثیقہ نویس سے مل کر وہ لفظ بدل دیا۔ اور اس کی فوٹو کاپی بھی کرالی۔ اور امیر صاحب سے آکر کہا کہ لو جی شیخ صاحب ہم نے وہ غلطی بھی وثیقہ نویس سے درست کرالی ہے۔ اب تو آپ کو کوئی دقت نہ ہوگی۔ جب آپ نے وہ رجسٹری دیکھی تو آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فوراً اندر گئے۔ مقدمہ کی فائل اور فیس موکلان کے حوالہ کی اور کہا یہاں سے چلے جائیں۔ میں ہرگز جعلسازوں کا مقدمہ لینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

○ کپور تھلہ میں ایک سکھ عورت رام کور بیوہ ہوگئی۔ اس کا خاوند تین چار گاؤں کا مالک تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے بھائیوں نے زمین پر قبضہ کر لیا۔ رام کور نہایت درماندگی کی حالت میں میرے پاس آئی۔ میں نے اس مظلومہ کا وکیل بننا قبول کر لیا۔ اور مقدمہ دائر کر دیا۔ وہ باوجود سکھ ہونے کے پردہ کرتی تھی اور ہاتھ میں تسبیح لے کر کچھ پڑھتی رہتی تھی۔

میری ہمدردانہ مقدمہ کی پیروی سے مخالف وکیل نے خیال کیا کہ بیوہ چونکہ بہت امیر ہے اس لئے ضرور شیخ صاحب نے اس سے مقدمہ کی کامیابی کے بعد کچھ زمین لینے کا وعدہ لے رکھا ہے۔ چنانچہ ایک دن عدالت میں جج صاحب کے سامنے اس نے کہا۔ اس مقدمہ میں شیخ صاحب کا بھی کچھ حصہ ہے۔ مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے عدالت میں ہی اسے ایسا جواب دیا کہ وکیل بہت شرمندہ ہوا اور جج پر بھی اس کا اثر پڑا۔ پیداوار کے سلسلہ میں میں نے بیس ہزار روپے کی ڈگری لی۔ (جو آج کل لاکھوں روپے کے برابر ہے)

روپیہ وصول کر کے رام کور میرے گھر آئی اور دس ہزار روپے مجھے پیش کئے۔ لیکن باوجود اس کے اصرار کے میں نے اُس مظلوم سے کوئی روپیہ لینا قبول نہ کیا۔

○ ۱۹۳۹ء کی جنگ عظیم کے ایام تھے۔ ایک ستر سالہ مسلمان کا داماد فوج میں بھرتی ہوگیا۔ اور

محاذ جنگ سے بھاگ آیا۔ اُس کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ بوڑھے آدمی کی ایک ہی لڑکی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا داماد واپس نہ جائے۔ اُس نے جھوٹ موٹ مشہور کر دیا کہ اس کا داماد مر گیا ہے اور اس کی موت کا اندراج میونسپل کمیٹی کے رجسٹر اموات میں اپنے اثر ورسوخ سے کرا دیا۔ اور فوج میں موت کا سرٹیفکیٹ دو ہندو گواہان کی تصدیق کے ساتھ بھجوا دیا کہ ملزم فوت ہو گیا ہوا ہے فوج میں کارروائی ختم ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد کسی نے شکایت کی کہ رپورٹ غلط تھی۔ گورنمنٹ کو دھوکا دیا گیا ہے۔ چنانچہ چیئرمین میونسپل کمیٹی کیور تھلہ ہر دو ہندو گواہان اور لڑکے کے سُسر کا چالان ہوا۔ وہ شخص میرے پاس آیا اور مقدمہ کی پیروی کے لئے مجھے کہا۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے مقدمہ کی پیروی اس شرط پر کروں گا کہ آپ بلا حیل وحجت عدالت کے سامنے اقرار کر لیں کہ سب کچھ آپ نے ہی کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میرے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ میں نے کہا۔ بس یہ شرط منظور ہو تو حاضر ہوں۔ ورنہ جائیے کسی اور کو وکیل کر لیجئے۔ وہ اٹھ کر چلا گیا۔ اور صلاح مشورہ کرتا رہا۔ میری وکالت کی بڑی شہرت تھی۔ کسی نے اس سے کہا کہ اگر محمد احمد کہتا ہے تو مان جاؤ۔ ضرور کوئی راز کی بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے۔ چنانچہ وہ آیا اور کہا کہ آپ کی شرط مجھے منظور ہے۔ میرے مقدمہ کی پیروی کریں۔ مجسٹریٹ ہندو اور پکا کانگرسی تھا۔ میں نے اسے کہا یہ دو ہندو گواہ تو بالکل بے قصور ہیں ان سے جو کچھ کرایا ہے میرے مسلمان موکل نے کرایا ہے۔ انہیں تو بَری کیا جائے۔ کیونکہ قصور ان کا نہیں۔ چنانچہ وہ بَری ہو گئے۔ پھر میں نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ جب جنگ نے زور پکڑا تو مسٹر چرچل نے اپنے اور دوسرے بڑے لوگوں کے بچے امریکہ بھیج دیئے اور کہا کہ اگر خدا کو منظور ہو گا تو واپس آجائیں گے۔ جب یہ حال تھا تو اس لڑکے کے دل پہ کیا گذری ہو گی۔ یہ نہ بھاگتا کیا کرتا۔ یہ ستّر سالہ بوڑھا جس کی ایک ہی لڑکی تھی وہ بیوہ ہو جاتی اگر اس کا خاوند محاذ جنگ پہ مارا جاتا۔ جب چرچل جیسا اپنے بچوں کی حفاظت کیلئے انہیں امریکہ بھیج دیتا ہے اور ہمارے بچوں کو انگلینڈ کے بچاؤ کے لئے محاذ پہ بھیج دیتا ہے تو کیا اس ستّر سالہ کے دل میں اپنے داماد کے لئے بچاؤ کا خیال نہ آتا جس کی ایک ہی لڑکی ہے۔ مجسٹریٹ پکا کانگرسی تھا اور انگریز کے خلاف کہنے لگا۔ بات تو آپ کی ٹھیک ہے لیکن میں کیا کروں۔ میں نے کہا کہ اگر آپ قید کریں گے تو بوڑھا ہے جیل میں جا کر مر جائے گا۔ آپ فلاں ضابطہ کے تحت چھوڑ سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ بوڑھا بَری ہو گیا۔

## آپ کی شعر و شاعری

حضرت مخدومی شیخ صاحب اردو اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ۱۹۲۳ء تک آپ نے اردو میں شعر کہے اور اس کے بعد فارسی میں اشعار کہتے رہے۔

فارسی کلام میں آپ فردوسیٔ زماں حضرت عبید اللہ بسمل صاحب .... کے شاگرد تھے اور ہمیشہ اس پر فخر کیا کرتے تھے۔ آپ کے فارسی مجموعہ کلام کا نام "درد و درماں" ہے۔ اس بارہ میں آپ فرماتے ہیں:۔
"سلسلہ حقہ احمدیہ سے متعلق جو واقعات رونما ہوتے رہے اُن میں سے بعض کے اثرات ان نظموں کے محرکات میں سے ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ یہ نظمیں خاکسار کے وہ تاثرات ہیں جنہوں نے مختلف اوقات میں پیرایۂ شعری اختیار کیا۔ اور اسی لحاظ سے اس مجموعے کا نام "درد و درماں" ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ اکثر نظمیں وکالت کی مصروفیات کے باوجود بے اختیاری کے عالم میں سپردِ قلم ہوئیں۔ یعنی بعض محرکات کے نتیجے ہیں۔ اور جب وہ محرکات باقی نہ رہے تو سلسلۂ نظم بھی موقوف ہوگیا۔"
"دُرد و درماں" کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کس پایہ کے شاعر تھے۔ ہر فارسی ادب سے واقف ادیب اور شاعر یہ کہنے پر مجبور ہے کہ یہ کلام کسی ایرانی باکمال شاعر کا ہے نہ کہ کسی ہندوستانی شاعر کا۔
آپ کے کلام میں ربط و ترتیب بدستور قائم رہتی ہے اور مضمون بڑھتا جاتا ہے اور نظم کبھی اپنے عنوان سے ہٹنے نہیں پاتی۔ آپ کی نظموں میں ایرانی اور فارسی اہل زبان کے محاورات اور روزمرہ کے مقبول الفاظ کثرت سے ملتے ہیں۔ فارسیوں نے بعض عربی الفاظ میں تصرّف کیا ہے۔ اس کی مثالیں بھی عام ہیں۔ ایک دن خاکسار نے حضرت مخدومی امیر صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل شعر میں کافِر کو کافَر باندھا گیا ہے:۔

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمّرم ⁘ گر کفر ایں بُوَد بخدا سخت کافرم

فرمایا۔ "فارسی میں کافَر ہی استعمال ہوتا ہے اور چونکہ یہ نظم فارسی میں لکھی گئی ہے اس لئے فارسی قافیہ تحریر کیا گیا ہے۔ پھر اس کی کئی مثالیں مجھے بتائیں۔ مثلاً فارسیوں کا عمامہ کو عمَّامہ کہنا۔ اس موقع پر فردوسی کا ایک شعر بھی سنایا کہ دیکھو جب فردوسی نے شاہنامہ ختم کیا تو آخری شعر میں اس نے عربی لفظ عمر کو عمّر کہہ کر تصریف کی اور وہ شعر یہ ہے

کنوں زیں سپس دورِ عمّر بود ⁘ چوں دین آور د تخت منبر بود

یعنی مجوسی بادشاہی ختم ہوئی اور اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دَور آگیا اور اس دَور میں چونکہ دین کا غلبہ ہوا تو بادشاہی تخت بھی منبر میں تبدیل ہوگیا۔"

## آپ کی ظرافتِ طبع:

فرمایا۔ "ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ میزبان نے ملازم کو گرما گرم چائے لانے کے لئے کہا اور پھر کہا کہ دیکھنا لب سوز ہو۔ میزبان حضرت مختار احمد صاحب شاہجہانپوری تھے۔ میں نے اسی وقت فی البدیہہ کہا

؎ لب سوز ہو لب دوز ہو لب بند ہو ✤ تھوڑا سا اس میں دودھ ہو تھوڑی سی قند ہو"

خاکسار حضرت مخدومی شیخ صاحب کے لئے چائے کا تھرماس کچہری لایا کرتا تھا۔ جسے نوش فرما کر بہت خوش ہوتے۔ ایک دن میری بھینس کا "کٹا" دودھ دوہنے سے پہلے ہی بھینس کا سارا دودھ پی گیا۔ اور میں چائے نہ لاسکا۔ خالی ہاتھ دیکھ کر فرمایا۔ کہ چائے والی تھرماس کو کیا ہوا۔ میں نے نہ لانے کی وجہ بتائی تو ہنس کر بولے

؎ لال کتاب کہے ہے یوں ✤ بن چائے تو آیا ہے کیوں

سندھ کے ایک جماعتی مقدمہ کی پیروی کے لئے حضرت مخدومی شیخ صاحب وہاں کئی بار گئے۔ آپ کے ساتھ دو تین اور وکلاء بھی ہوتے تھے۔ ڈاکٹر احمد دین صاحب نے تمام وکلاء کو دعوت پر بلایا۔ مرغ کا شوربا تھا۔ لیکن گوشت گلا ہوا نہیں تھا۔ اور توڑنے سے بھی کم ہی گوشت ہاتھ آتا تھا۔ دوست ایک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں بتا کر مسکراتے رہے۔ کھانے کے بعد چائے کا دور چلا۔ ڈاکٹر احمد دین صاحب بھی موجود تھے۔ کسی نے بے تکلفانہ انداز میں گوشت کے سخت ہونے کا ذکر کیا۔ حضرت مظہر نے فی البدیہہ فرمایا۔ کہ انہوں نے :-

دعوتِ مہماں کا ساماں کر دیا ✤ ہفت سالہ مُرغ قرباں کر دیا

ایک مخلص دوست کی لڑکی کی آمین کی تقریب تھی اور اُن کا اصرار تھا کہ امیر صاحب ضرور تشریف لائیں۔ خاکسار نے سہارا دے کر کار میں بٹھایا۔ حافظ محمد اکرم صاحب بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ بیٹھتے وقت فرمایا۔

؎ اب تو گھٹنوں سے دم نکلتا ہے ✤ ایسا مصرعہ بھی کم نکلتا ہے

عرض کی کہ آپ کار میں آرام سے بیٹھ کر چلے جائیں گے کوئی فکر کی بات نہیں۔ ہنس کر فرمایا

ع فرشِ مخمل پہ مرے پاؤں چھلے جاتے ہیں

---

**قارئین تصحیح فرمالیں:** ۱۔ ماہنامہ انصار اللہ کے شمارہ جنوری ۱۹۹۵ء صٓ فارسی منظوم کلام کے شعر ۳ کے دوسرے مصرعہ میں نہ کا لفظ سہواً رہ گیا ہے۔ یہ مصرعہ یوں ہے۔ اُو رساند نہ دلستاں اسرار

۲۔ ماہ مارچ کے شمارہ میں ص۲۱ پر ایک شعر کے دوسرے مصرعہ میں "نہ" کا لفظ رہ گیا ہے۔ یہ مصرعہ یوں ہے۔

ع ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روباہِ زار و نزار

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر

# ایک مایہ ناز علمی اور ادبی شخصیت

محترم محمد خاں رانا ایڈووکیٹ بہاولنگر

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایک متبحر عالم، نامور وکیل، اُردو، عربی اور فارسی میں مکمل دسترس رکھنے والے بزرگ نظم و نثر دونوں میں اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی مکمل قدرت کے حامل اور ماہرِ لسانیات ہونے کی بناء پر نابغۂ روزگار شخص تھے۔ آپ کا تقویٰ۔ زُہد و ورع، سلسلہ عالیہ احمدیہ سے اخلاص، امام جماعت سے فدائیت۔ عشق و محبت و اطاعت کا تعلق۔ نرم خوئی اور خوش خُلقی اور حُسنِ سلوک، ہر ملنے جلنے والے کی کشادہ پیشانی اور متبسم چہرہ سے پذیرائی آپ کا شعار تھا۔ عجز و انکسار، مہر و وفا، خوش خُلقی و ہمدردی اور احسان و مروّت آپ کا طرۂ امتیاز تھے۔ آپ کے حلقۂ احباب کا ہر شخص یہی خیال کرتا تھا کہ شیخ صاحب میرے ہی ہیں اور میرے ساتھ ہی خاص تعلق ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ۱۸۹۵ء میں اپنی کتاب "منن الرحمٰن" میں یہ دعویٰ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو پہلی زبان بنی نوعِ انسان کو سکھائی وہ عربی تھی اور دیگر سب زبانیں عربی زبان ہی سے پیدا ہوئی ہیں اس طرح عربی اُمّ الالسنہ ہے۔ پھر ۱۸۹۶ء میں لاہور میں منعقد ہونے والے جلسۂ مذاہب میں آپ نے اپنے مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں تحدّی سے اعلان فرمایا "کہ عربی کے الفاظ وہ الفاظ ہیں جو خدا کے منہ سے نکلے ہیں اور دنیا میں فقط یہی ایک زبان ہے جو خدائے قدّوس کی زبان اور قدیم اور تمام علوم کا سرچشمہ اور تمام زبانوں کی ماں اور خدا کی وحی کا پہلا اور آخری تخت گاہ ہے۔ خدا کی وحی کا پہلا تخت گاہ اس لئے کہ تمام عربی خدا کا کلام تھا۔ جو قدیم سے خدا کے ساتھ تھا۔ پھر وہی کلام دنیا میں اُترا اور دنیا نے اس سے اپنی بولیاں بنائیں"۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۳۲-۱۳۳) مخدومی شیخ صاحب کا یہ عدیم النظیر اور رہتی دنیا تک قائم رہنے والا کارنامہ ہے کہ آپ نے بیسیوں سالوں کی محنت اور ریاضت سے یہ ثابت کر دکھایا کہ واقعی عربی ہی تمام زبانوں کی ماں ہے۔ آپ نے مشہور زمانہ ماہرِ لسانیات 'میکس مُلر' اور 'ایلیس' سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے مرتب کردہ دس اصولوں سے یہ ثابت کر دیا کہ الفاظ جب ایک زبان سے دوسری زبان میں سفر کر کے داخل ہوتے ہیں تو صَوتی اعتبار سے اُن میں کس طرح تغیّر و تبدّل ہوتا ہے۔ کس طرح بعض حروف گر جاتے ہیں اور کس طرح زائد حروف سے اس لفظ کی شکل بدل جاتی ہے لیکن جب آپ کے وضع کردہ دس اصولوں کی بنا پر اُن زائد حروف کو اس لفظ سے جُدا کر دیا جاتا

ہے یا گرا دیا جاتا ہے تو عربی مصدر نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۶۳ء میں جب آپ کی شہرہ آفاق کتاب "ARABIC - THE SOURCE OF ALL LANGUAGES" شائع ہوئی تو علمی اور ادبی حلقوں میں اس کا بہت چرچا ہوا۔ آپ کی اس کتاب کے غیر ملکی زبانوں میں تراجم ہوئے۔ پھر کئی سال کی شب و روز محنت اور عرقریزی کے بعد آپ نے ۱۹۶۷ء میں اسی سلسلہ کی دوسری کتاب "ENGLISH TRACED TO ARABIC" اور ۱۹۸۲ء میں تیسری کتاب "SANSKRIT TRACED TO ARABIC" شائع کی۔ ثانی الذکر دونوں کتابوں کی اشاعت کے بعد آپ کی تحقیقی اور علمی کاوشوں کو اندرون ملک اور بیرون ملک سراہا گیا۔ سنسکرت کے قدیم اور دقیق زبان ہونے کا رُومانوی سحر جو ماہرِ لسانیات کے دماغوں پر طاری تھا آپ نے بکھیر کر رکھ دیا اور عربی زبان کے بارہ میں اُنکے دلوں میں نئی جستجو پیدا ہوئی۔ ان کتابوں کی اشاعت کے بعد مؤقر روزنامہ پاکستان ٹائمز کی ۲۱ مئی ۱۹۸۲ء کے ادبی ایڈیشن میں جناب خالد احمد نے "سنسکرت اور عربی" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا۔ جس میں فاضل کالم نگار نے مخدومی شیخ صاحب کی ان ہر سہ کتب پر سیر حاصل تبصرہ کرتے ہوئے آپ کی کئی سالوں پر محیط محنت اور ریاضت کی دل کھول کر داد دی۔

مخدومی شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے وہ دس اصول جن کی اساس پہ آپ نے عربی کو اُمّ الالسنہ ثابت کیا ہے اپنے نام سے معنون نہیں کئے بلکہ ان کو "مِنن الرحمٰن تحقیوری" کے نام سے متعارف کرایا۔

ان تصانیف کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے مخدومی شیخ صاحب کو علمی میدان میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ نے سلسلہ کے وفات یافتہ بعض نامور علماء اور مشاہیر کے سوانح پر مشتمل مضامین اور خاکے تحریر کئے۔ نیز سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اداروں اور وقتی ضروریات پر مشتمل امور کے بارہ میں بیش قیمت آرٹیکل اور کالم تحریر کئے۔ جو ۱۹۷۲ء میں "مضامینِ مظہر" کے عنوان کے تحت شائع ہوئے۔ یہ مضامین علمی، ادبی، اخلاقی اور تربیتی امور کے نقطۂ نظر سے "کلاسیک" کا درجہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح ۱۹۵۹ء میں آپ کے فارسی کلام کا مجموعہ "درد و درماں" کے عنوان سے شائع ہوا۔ مذکورہ مجموعہ بھی سراسر اخلاقی، تربیتی اور خدام سلسلہ کے محاسن پر مشتمل ہے۔ نیز ایک حصہ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور ثناء و حمد باری تعالیٰ پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ کلام کے سرسری مطالعے سے یہ امر کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ فارسی نظم کی تراکیب، اسالیب اور بندشوں پہ آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ سنگلاخ سے سنگلاخ زمین اور قافیہ کی تنگی آپ کے رہوارِ قلم کے آگے روک بننے سے عاجز رہے ہیں۔ نیز موضوعِ سخن سے انصاف کرنے کیلئے "ذخیرۂ الفاظ آپ کیلئے کوئی مسئلہ نہیں۔

؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست ؛ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہماری رائے میں فارسی زبان کے محاورہ اور اسلوبِ بیان کا ادراک رکھنے میں آپ کا ہم پلّہ شخص ملنا محال ہے۔

## نامور ماہر لسانیات اور محقق حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی

# تحقیق اُمّ الالسنہ

—— محترم رانا منظور احمد صاحب "معاون تحقیق اُم الالسنہ"

> حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-
> "جب کوئی محقق کسی لفظ کے اصل کی تلاش کرتے کرتے محنت اور کوشش کے انتہائی درجہ تک پہنچ جائے گا تو دیکھے گا کہ وہ لفظ عربی کا مسخ شدہ ہے" (منن الرحمٰن)

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے ۵۹-۱۹۵۸ء سے لے کر ۱۹۹۱ء تک خاکسار کو حضرت شیخ صاحب مرحوم و مغفور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تقریباً ۵۰ زبانوں کے حل شدہ مسودات ٹائپ کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ ان مسودات میں پوری کی پوری ڈکشنریاں حل کی گئی ہیں۔ جن میں سے کچھ کتابی شکل میں چھپ چکی ہیں۔

نوٹ : یہ مضمون حضرت شیخ صاحب ممدوح کی تحریرات سے لیا گیا ہے۔

"سب سے پہلے قرآن کریم نے یہ دعویٰ کیا کہ عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے اور حدیث نبوی میں بھی یہ اشارہ موجود تھا۔ لہذا یہ مکمل علم جو ایک مستقل سائنس کا درجہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر منکشف کیا۔ چنانچہ آپ نے قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں عربی کے ام الالسنہ ہونے پر قاطع دلائل دئے۔ آپ نے ۱۸۹۵ء میں کتاب منن الرحمٰن عربی زبان میں لکھی۔ جس میں نسان کے آغاز۔ عربی زبان کے الہامی ہونے اور دنیا کی تمام زبانوں کا منبع اور ماخذ ہونے کا ذکر فرمایا۔ مغربی محققین کے خیالات کا ذب کا دفاع۔ سنسکرت کی بے بضاعتی اور عربی زبان کے خداداد کمالات پر مفصّل بحث فرمائی اور دنیا کے سامنے بڑی تحدّی کے ساتھ یہ دعویٰ مع دلائل و براہین پیش کیا کہ دنیا کی ہر زبان عربی سے نکلی ہے اور دراصل عربی کی ہی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اور اس بگاڑ کے متعلق

کتاب مذکورہ میں وہ اصول و قواعد بھی بتائے گئے جن کے ذریعہ سے زبانوں کا عربی الاصل ہونا بپایۂ ثبوت پہنچ جائے۔ آپ نے یہاں تک فرمایا

"لَيْسَ لَفْظٌ عِنْدَهُمْ إِلَّا مِنْ هٰذِهِ اللَّهْجَةِ"

(روحانی خزائن جلد ۹ صـ۲۱۰)

یعنی غیر زبانوں میں بجز اس زبان کے ایک لفظ بھی نہیں۔

نیز فرمایا

"اور میں نے اپنی طرف سے نہیں لکھا۔ بلکہ میرے خدا نے مجھے الہام کیا اور میرے امر میں میری تائید کی۔"

## زبانوں کے بگڑنے اور اختلاف کی وجوہات

فرمایا

"اختلاف السنہ کے لئے صرف باہمی بُعدِ زمان یا مکان سبب نہیں بلکہ اس کا ایک قوی سبب یہ بھی ہے کہ خطِ استوا کے قرب یا بعد یا ستاروں کی ایک خاص وضع کی تاثیر اور دوسرے نامعلوم اسباب سے ہر ایک قسم کی زمین اپنے باشندوں کی فطرت کو ایک خاص حلق اور لہجہ اور صورتِ تلفظ کی طرف میلان دیتی ہے۔ اور وہی محرک رفتہ رفتہ ایک خاص وضع کلام کی طرف لے آتا ہے۔"

(منن الرحمٰن صـ۹ ۔ روحانی خزائن جلد ۹ صـ۱۳۴)

## زبانوں کا بگاڑ مطابق مشیّتِ الٰہی

حضرت شیخ صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

"زبانیں عربی سے نکلیں۔ بگڑیں اور مسخ ہوئیں۔ لیکن یہ بگاڑ مشیّت الٰہی کے ماتحت معیّن اور مقررہ اصول کے مطابق ہوا ہے اور یہ مقررہ اصول منن الرحمٰن میں منضبطہ ہیں۔ علاوہ ازیں علم اللسان کی روشنی میں بھی مسلّمہ ہیں اور دائم و قائم ہیں۔ خاکسار نے اپنی کتاب میں ان اصولوں کو ترتیب دیا ہے۔"

## معیّن اور حسابی طریق پر الفاظ کی واپسی ممکن ہے

نیز فرمایا

" دنیا کی تمام زبانیں عربی کے سہ حرفی رُوٹوں پر مبنی تھیں۔ مرورِ ایام سے ان میں کمی بیشی اور تغیر و تبدّل ہوا۔ اور وہ ایک نئی شکل اختیار کر گئے۔ لیکن یہ تغیر و تبدّل ایسے معیّن اور حسابی اصولوں پر ہوا ہے کہ ہر زبان کے رُوٹ اپنے سہ حرفی رُوٹ کی طرف لوٹائے جا سکتے ہیں۔ ..... گویا ایک کیمیائی عمل کے تجزیہ سے کمی کو پورا اور بیشی کو خارج کیا جا سکتا ہے۔ اس کیمیائی عمل کے نتیجے میں ہر زبان کے لفظ دس بڑی قسموں میں بٹ جاتے ہیں اور عربی مادہ صاف اور شفاف ہو کر بحال ہو جاتا ہے۔ نیز اس کیمیائی عمل اور اس نسخے کے اجزاء فلالوجی کے مسلمات سے ہیں۔ اس لئے کوئی بالغ نظر فلالوجسٹ ان کا انکار نہیں کر سکتا۔"

(مضامینِ مظہر صـ ۱۴۷)

## آئندہ تحقیق اور تصدیق کی پیشگوئی

منن الرحمٰن صـ ۱۰۶ کی عربی عبارت کا ترجمہ حضرت شیخ صاحب نے اس طرح کیا ہے۔

" اور جب کوئی محقق کسی لفظ کے اصل کی تلاش کرتے کرتے محنت اور کوشش کے انتہائی درجہ تک پہنچ جائے گا تو دیکھے گا کہ وہ لفظ عربی کا مسخ شدہ ہے ........"

اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ حضرت بانی جماعت کے عظیم الشان انکشاف ام الالسنہ کے بارے میں آپ کی کتاب منن الرحمٰن میں بیان فرمودہ صداقتوں کی تصدیق اور انہیں اَلَمْ نَشْرَحْ کرنے کی سعادت حضرت شیخ صاحب کے حصہ میں آئی۔ اور اپنی محنت اور کوشش کو انتہائی درجہ تک پہنچا کر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسی کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہوئے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

## ۴۴ سال کی تحقیق

چنانچہ حضرت شیخ صاحب نے اپنے اس مضمون میں جو ستمبر ۱۹۷۱ء میں رسالہ "الفرقان" ربوہ میں شائع ہوا۔ اور مضامینِ مظہر صـ ۱۲۹ تا صـ ۱۵۵ پر موجود ہے۔ فرمایا:-

" یہاں یہ ذکر کر دینا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ منن الرحمٰن کی روشنی میں گذشتہ ۲۳ سال کی شبانہ روز محنت سے بہ توفیقِ الٰہی خاکسار نے مندرجہ ذیل چوالیس (۴۴) زبانوں کا عربی الاصل ہونا بپایۂ تکمیل پہنچایا ہے۔ ..... یہ سرمایہ تقریباً ایک لاکھ الفاظ پر مشتمل ہے۔ اور لَيْسَ لَفْظٌ عِنْدَهُمْ

اِلَّا مِنْ هٰذِهِ اللَّهْجَةِ کا اصول ان پر راست بلا کم و کاست صادق آتا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک"

## پچاس ۵۰ زبانیں تقریباً ایک لاکھ پندرہ ۱٫۱۵٫۰۰۰ ہزار الفاظ

اس حساب سے آپ نے مارچ ۱۹۹۲ء تک جب کہ آپ نے CHINESE TRACED TO ARABIC کا مسودہ نظر ثانی کے بعد سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں انگلستان ارسال کیا مسلسل ۴۴ سال دن رات انتھک محنت کی توفیق پاکر ۵۰ زبانوں کے تقریباً ۱٫۱۵٫۰۰۰ الفاظ حل کئے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اظہارِ تشکر اور دعائیں

نفس مضمون کے ضمن میں مزید معروضات سے پیشتر خاکسار اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ اظہار تشکر و امتنان درج کرنا مناسب سمجھتا ہے جو آپ نے اُن ۹ خوش نصیب رفقاء کی نسبت منن الرحمٰن میں تحریر فرمایا۔ جنہوں نے اس کتاب کی تصنیف کے سلسلہ میں تحقیقی مواد کی فراہمی کے لئے کام کیا۔ نیز حضور ؑ نے انہیں بیش بہا مستجاب دعاؤں سے نوازا۔ یہ تحریر ظاہر کرتی ہے۔ کہ ماموریں اور برگزیدگان میں احسان مندی اور قدردانی کے جذبات کی کیسی فراوانی ہوتی ہے۔ اور وہ جذبات کس تلاطم سے اُمڈے پڑتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں کہ انہیں اپنے محبوب آقا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی جبلّی متابعت عطا کی جاتی ہے۔ اور وہ تحریر یہ ہے:-

"اور ہم اس جگہ اپنے اُن دوستوں کا شکر ادا کرنے سے رہ نہیں سکتے جنہوں نے ہمارے اس کام میں زبانوں کا اشتراک ثابت کرنے کے لئے مدد دی ہے۔ ہم نہایت خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے مخلص دوستوں نے اشتراک السنہ ثابت کرنے کیلئے وہ جانفشانی کی ہے جو یقیناً اس وقت تک اس صفحۂ دنیا میں یادگار رہے گی۔ جب تک کہ یہ دنیا آباد ہے۔ ان مردانِ خدا نے بڑی بہادری سے اپنے عزیز وقتوں کو ہمیں دیا ہے اور دن رات بڑی محنت اور عرقریزی اٹھا کر اس عظیم الشان کام کو انجام دے دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کو جناب الٰہی میں بڑا اجر

ثواب ہوگا۔ کیونکہ وہ ایک ایسے جنگ میں شریک ہوئے جس میں عنقریب (دین) کی طرف سے فتح کے نقارے بجیں گے۔ پس ہر ایک ان میں سے الٰہی تمغہ پانے کا مستحق ہے۔ مَیں اس کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا کہ وہ کیونکر ہر ایک جلسہ میں اشتراک نکالنے کے لئے اندر ہی اندر صدہا کوس نکل جاتے تھے اور پھر کیونکر کامیابی کے ساتھ واپس آکر کسی لفظ مشترک کا تحفہ پیش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اسی طرح دنیا کی زبانیں ہمارے پاس جمع ہوگئیں۔ مَیں کبھی اس کو فراموش نہیں کروں گا کہ اس عظیم الشان کام میں ہمارے مخلص دوستوں نے وہ مدد دی جو میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ مَیں اس کا اندازہ بیان کر سکوں اور مَیں دُعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ یہ ان کی محنتیں قبول فرماوے اور ان کو اپنے لئے قبول کر لیوے۔ اور گندی زیست سے ہمیشہ دور اور محفوظ رکھے اور اپنا انس اور شوق بخشے۔ اور اُن کے ساتھ ہو۔ آمین ثم آمین

(منن الرحمٰن صـ۱۸-۱۹ رُوحانی خزائن جلد ۹ صـ۱۴۳-۱۴۴)

آگے حضور علیہ السلام نے اُن ۹ خوش قسمت رفقاء کے اسمائے گرامی درج فرمائے ہیں جن میں سرفہرست " اخویم حکیم مولوی نور دین صاحب بھیروی "، اور " اخویم مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی " ہیں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص لطف و کرم سے ان مردانِ خدا میں شامل فرما دیا ہے جنہوں نے " دن رات بڑی محنت اور عرق ریزی اٹھا کر اس عظیم الشان کام کو انجام دے دیا ہے "، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بشارت کے مطابق آپ بھی انشاء اللہ تعالیٰ الٰہی تمغہ پانے والے ہوں گے۔

آپ نے حضرت اقدس علیہ السلام کے بیان فرمودہ اصول و قواعد کی صداقت روز روشن کی طرح عیاں اور حسابی کتابی طور پر ثابت کر کے دکھلانے کی توفیق پائی ہے اور گویا ۹ کی ٹیم کو ۱۰ کرنے کا شرف حاصل ہوگیا ہے۔ اس لئے آپ حضرت بانی جماعت ؑ کی مذکورہ بالا دعاؤں اور اظہارِ تشکر" کے اجر سے حصہ وافر پانے والے ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

**رفیق پسر رفیق**

اس جگہ یہ عجیب اتفاق بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب ۱۹۶۳ء میں آپ کی پہلی کتاب ARABIC THE SOURCE OF ALL THE LANGUAGES اشاعت پذیر ہوئی تو کتاب کے بیرونی سرورق پر پچھلی طرف آپ کی تصویر کے ساتھ جو مختصر تعارف شائع ہوا اس میں منجملہ دیگر کوائف کے لکھا گیا "خود رفیق و پسرِ ممتاز رفیق"۔ اور اب تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ یکم جنوری ۱۹۹۳ء میں فرمایا ہے۔ "ان کی ادائیں بھی رفقاء والی ہیں"۔ نیز آپ کے لئے دعا کی ہے کہ "اللہ کے رجسٹر میں ان کا شمار رفقاء میں ہو۔" آمین ثم آمین
بہشتی مقبرہ میں آپکی تدفین بھی قطعہ رفقاء میں عمل میں آئی ہے۔

اس موقعہ پر یہ امر بھی بیان کرنے کے لائق ہے کہ محترم حضرت شیخ صاحب نے بھی ام الالسنہ کی تحقیق و اشاعت سے متعلق خدمات سرانجام دینے والوں کی از حد قدر افزائی فرمائی ہے۔ دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کیا ہے اور دعاؤں سے نوازا ہے۔

# آغاز تحقیق اُم الالسنہ حضرت شیخ صاحب

## کرشمۂ قدرت ــــــ تصرفِ الٰہی

آپ فرماتے ہیں:-

"۱۹۴۶ء میں خاکسار کا میلان تحقیق ام الالسنہ کی طرف ہوا۔ مجھے سنسکرت کی ایک ایسی لُغت کی ضرورت تھی جس میں سنسکرت کے الفاظ رومن حروف تہجی میں لکھے ہوئے ہوں۔ دُور و نزدیک اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک ایسی لغت کی تلاش کی۔ مگر مجھے دستیاب نہ ہوئی اور میں اس کتاب کے حاصل کرنے کے لئے بڑا بے قرار تھا۔ آٹھ سال اس تلاش میں گذر گئے۔ اب قدرتِ خداوندی کا ایک کرشمہ دیکھئے۔ ۹ مارچ ۱۹۵۴ء کا واقعہ ہے۔۔۔۔ میں جودھامل بلڈنگ۔ لاہور میں حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری سے ملاقات کرنے کے لئے گیا۔۔۔۔ میں السلام علیکم کہہ کر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ حافظ صاحب نے فرمایا کہ ابھی ابھی آپ کے آنے سے دو منٹ پہلے ایک لڑکا ایک کتاب لایا تھا۔۔۔۔ حافظ صاحب نے وہ کتاب میری طرف بڑھائی۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کتاب جو میرے ہاتھ میں ہے وہ سنسکرت کی لُغت ہے۔۔۔۔ فردوسی کو پاستان نامے کے ملنے سے جو

خوشی ہوئی تھی میری خوشی اس کتاب کے ملنے پر اس سے کم نہ تھی ......"

(الفضل ۲۔ جنوری ۱۹۸۸ء مضامین مظہر صفحہ ۸۱-۸۲)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ لغت میکسمولر کے شاگرد میکڈانل کی لکھی ہوئی تھی۔ اور میکسمولر ہی وہ یورپی ماہر السنہ ہے جس کے وساوس اور شبہات کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف منن الرحمٰن میں درج فرمایا ہے۔

## مغربی محققین کی اغلاط کی نشاندہی

یہ لغت آپ کو اس لئے مطلوب تھی کیونکہ یورپ کے ماہرین السنہ لمبے عرصہ تک سنسکرت کو ہی ام الالسنہ قرار دیتے رہے تھے۔ تاکہ اس کے الفاظ کو حل کر کے بیٹی کو ماں تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ آپ نے نہ صرف اسی کو حل کیا بلکہ SANSKRIT TRACED TO ARABIC کتاب شائع فرمائی۔ اور یورپ کے بڑے بڑے ماہرین السنہ جن کو سند اور اتھارٹی کا مقام حاصل تھا جیسے MAX MULER ، JESPERSON ، SKEAT وغیرہ ان کے حل الفاظ کی غلطیاں نکالیں۔ اپنی کتب میں ان کی اغلاط کے بارے میں ابواب قائم کئے۔ اور ان بڑے بڑے علماء کی حیثیت طفلِ مکتب کی سی ثابت کر دکھائی۔

انگریزی روزنامہ پاکستان ٹائمز نے آپ کی تحقیق پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ کی بڑے سائز کی فوٹو کے نیچے ان یورپین علماء کی چھوٹی چھوٹی تصویریں شائع کیں۔

یورپ میں تحقیق السنہ کے کام کے بارے میں آپ نے فرمایا:۔

"عیسائی مشنریوں نے دنیا کے ممالک میں عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت جاری کی اور ان ملکوں کی زبانیں سیکھیں اور ان کی لغتیں طبع ہوئیں اور علم اللسان کی طرف خصوصاً اہلِ یورپ نے توجہ کی...."

فرمایا:۔

"اہلِ یورپ نے جب موازنۂ السنہ شروع کیا تو ابتداء میں ہی ایک ایسی سکندری کھائی کہ آج تک سنبھالے نہ سنبھلے۔ وہ غلطی یہ تھی کہ انہوں نے عربی کو قطعاً نظرانداز کر دیا۔"

(مضامین مظہر صفحہ ۱۴۶)

فرمایا:۔

"دنیا کی مختلف زبانوں کی لغتیں بالعموم عیسائی مشنریوں نے اپنی غرض کے لئے بنائیں۔ مگر

اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھئے کہ وہ سب ہمارے لئے مسخّر کی گئیں"۔ (مضامین مظہر ص۱۵۴)

## تحقیق کا ابتدائی رجسٹر

"الفضل" مورخہ ۹۳-۷-۱۷ میں آپ کے صاحبزادے مکرم حمید احمد صاحب ظفر کا مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کے وقت آپ کے پاس ایک رجسٹر تھا۔ جسے آپ نے اپنے سارے اثاثے پر ترجیح دی تھی۔ لکھا ہے

"اس رجسٹر میں ایک درویش کا خزانہ تھا۔ عربی زبان کو ام الالسنہ ثابت کرنے کا ابتدائی کام۔ آکسفورڈ ڈکشنری کے ان الفاظ کا مجموعہ جن پر ان دنوں کام ہو رہا تھا۔"

## ماہنامہ الفرقان ربوہ میں مضامین

پاکستان آنے کے بعد آپ اس تحقیق میں آگے سے آگے بڑھتے گئے اور دوسری مصروفیات کی طرف پہلے جیسی توجہ نہ رہ سکی۔ چنانچہ اپنے مختصر دیوان "دَرد و دَرماں" مطبوعہ ۱۹۵۹ء کے عرض حال میں فرمایا:-

"۱۹۴۷ء کے بعد خاکسار کو نظم لکھنے کا بہت کم اتفاق ہوا ہے..... کیونکہ ام الالسنہ ایسے وسیع مضمون کی تحقیق میں خاکسار منہمک ہو گیا۔ جیسا کہ "الفرقان" ربوہ میں مندرجہ مضامین سے ظاہر ہے۔"

## ریویو آف ریلیجنز میں اشاعتِ مضامین

اس کے بعد آپ کے مضامین ریویو آف ریلیجنز۔ ربوہ میں شائع ہونے شروع ہوئے۔ مختلف زبانوں کے حل لغات بعض اوقات قسط وار اور بعض دفعہ پورا پورا شمارہ اسی تحقیق پر مشتمل شائع ہوا۔
نومبر ۱۹۶۰ء تک آپ ۱۲ زبانیں حل کر چکے تھے۔ ریویو نومبر ۱۹۶۰ء تا دسمبر ۱۹۶۱ء تک آپ کے مضامین ریویو کے گیارہ شماروں میں شائع ہو چکے تھے۔

## اشاعتِ کُتب

۱- ۱۹۶۳ء میں محترم حضرت سید میر داؤد احمد صاحب ........ مینیجنگ ایڈیٹر رسالہ ریویو آف

ریلیجنز کے زیر اہتمام آپ کی پہلی کتاب ARABIC THE SOURCE OF ALL THE LANGUAGES شائع ہوئی جس میں آپ نے بطور نمونہ ۱۳ زبانوں کے الفاظ حل کئے ۔ اس کتاب کے ۳۱۱ صفحات ہیں ۔ اس کتاب کا عکس مشہور جرمن فرم KRUS REPRINT نے ۱۹۷۲ء میں شائع کیا ۔ یہ فرم جرمنی اور امریکہ میں پبلشنگ کا کام کرتی ہے ۔

۲- دوسری کتاب ENGLISH TRACED TO ARABIC ۱۹۶۷ میں شائع ہوئی ۔ صفحات ۳۴۷ - ۱۹۷۷ء میں افریقہ کی دو زبانوں کے متعلق دو کتب محترم جناب محمد اجمل شاہد صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ نائیجیریا نے لیگوس سے شائع کیں ۔

۳-۴ HOUSA TRACED TO ARABIC ۱۵۶ صفحات YORUBA TRACED TO ARABIC ۱۳۶ صفحات ۔

● ریویو آف ریلیجنز کے شمارہ جات مارچ اور اپریل ۱۹۷۸ء میں مندرجہ ذیل چار زبانیں شائع ہوئیں :
EGYPTIAN, SUMERIAN, AKKADIAN AND BANTU TRACED TO ARABIC صفحات ۷۲

چنانچہ ۱۹۷۸ء تک ۱۱۵۹ صفحات پر مشتمل ۱۳ ۔ زبانوں کا کام اشاعت پذیر ہوا ۔

● ریویو کے مئی ۱۹۶۷ء شمارہ میں TIBETAN اور فروری ۱۹۶۸ء میں ITALIAN زبانوں کا کام شروع ہوا ۔ صفحات ۷۲ ۔ تعداد اوپر کی گنتی میں شامل ہے ۔

۵- ۱۹۸۲ء میں SANSKRIT TRACED TO ARABIC شائع ہوئی ۔ صفحات ۲۷۱ ۔

● ریویو آف ریلیجنز جون ۱۹۶۴ء ۔ جاپانی زبان ۔

● اپریل ۱۹۶۵ء ۔ سویڈش اور ڈچ زبان ۔

## اقرار امکان سہو

باوجود اس امر کے کہ آپکی تحقیق اور تصانیف نے لسانیات کے میدان میں انقلاب برپا کر دیا یوروپیئن ماہرین کی تگ و دَو کو فیصلہ کن انجام تک پہنچا دیا اور نامور دانشوروں سے خراجِ تحسین وصول کیا ۔ تاہم آپ نے بعض الفاظ کے حل میں سہو اور خطاء کے امکان کو رد نہیں کیا ۔ کئی مواقع پر تحریر فرمایا کہ چونکہ یہ کام خاکسار نے اکیلے ہی سرانجام دیا ہے ۔ اس لئے اگر کوئی صاحب کسی جگہ غلطی کی نشاندہی کریں یا کوئی تجویز دیں تو اسے بشکریہ قبول کیا جائے گا ۔ فرمایا ۔ غلطی کے امکان سے

مبرّا ہونے کا خاکسار کا ادّعا نہیں ہے۔ لسانیات کا باقاعدہ علم حاصل نہ کرنے اور صرف ذاتی شوق اور تدبّر کے نتیجہ میں "منن الرحمٰن" سے روشنی حاصل کر کے تحقیق کا کام سرانجام دینے کے بارے میں فرمایا ؎

گاہ باشد کہ کودکِ نادان　　بہ غلط بر ہدف زند تیرے

(ریویو آف ریلجنز نومبر ۱۹۶۰ء) ✣

## الٰہی رہنمائی

فرمایا۔ ایک مرحلہ ایسا آیا کہ تحقیق کا کام آگے بڑھنے سے رُک گیا۔ مجھے کوئی حل اور راستہ سجھائی نہ دیتا تھا۔ میں سخت پریشان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے القاء فرمایا

"ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْم"

فرمایا۔ اس القاء کے بعد میرے راستے کھل گئے اور مشکلیں آسان ہو گئیں۔

## عربی لُغت کا غیر معمولی علم

دنیا کی زبانوں کی ڈکشنریاں حل کرنے کے لئے ان الفاظ کا تلفّظ اور اس تلفّظ کے قریب تر عربی زبان کے مفردات اور مادوں کے علم کی ضرورت تھی۔ اوّل الذکر تلفّظ ڈکشنری کے مرتبین نے رومن انگلش میں مہیا کر دئے۔ عربی کی مستند لغات پر حضرت شیخ صاحب کی اپنے غیر معمولی حافظہ اور غیر معمولی انہماک کی بدولت۔ ایسی گہری نظر تھی گویا آپ کو ازبر تھیں۔ الفاظ کے مختلف معانی آپ کو معلوم ہوتے تھے۔

دوست احباب۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مشنری و مبلغین کرام جس زبان کی ڈکشنری میسّر آتی آپ کو بھجوا دیتے۔ نئی ڈکشنری میسّر آنے پر از حد مسرور ہوتے۔ تھوڑی دیر کے غور کے بعد آپ معلوم کر لیتے کہ اس زبان کے انداز اور خصوصیات کیا ہیں۔ کس طور سے اور کس کس قاعدہ کے

---

✣ تاہم آپ نے اپنی تحقیق کے نتائج کو مجموعی طور پر حتمی اور واشگاف الفاظ میں درست اور ناقابلِ تردید قرار دیا۔ تبصرہ کرنے والے دانشوروں نے اس تحقیق کو حسابی کتابی طور پر ثابت صداقت اور حرفِ آخر قرار دیا۔

تحت یہ واپس عربی مادوں تک جائیں گے۔

## عربی دانشور کا خراجِ تحسین

دوسری بین الاقوامی جنرل اسلامک ایجوکیشنل منعقدہ اسلام آباد میں بہت سے اہم مندوبین شریک ہوئے۔ جن میں جناب محمد عزّ الدین شرف سابق مصری سفیر بھی تھے۔ جو اس وقت نائب وزیر برائے اسلامک ریلیشنز اینڈ انٹرنیشنل کانفرنسز ہیں۔ آپ کا انٹرویو اسلام آباد ٹیلیویژن سے نشر کیا گیا۔ جس میں آپ نے عربی زبان کی تعلیم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ

"آپ کے ایک نہایت ممتاز سکالر ہیں۔ ان کا نام اس وقت ذہن میں نہیں آرہا۔ سردست یہ بھی یاد نہیں کہ وہ لاہور میں رہائش پذیر ہیں یا کہیں اور۔ انہوں نے اس موضوع پر نہایت عمدہ کتاب لکھی ہے کہ عربی تمام زبانوں کی ماں ہے۔ جو بہت دلچسپ کتاب ہے۔ ہمیں اس حقیقت کو سامنے رکھ کر کام شروع کرنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان اس بارے میں بھی سبقت لے گیا ہے۔ اور پاکستان ہی ایسا اسلامی ملک ہے جسے عربی زبان کی تعلیم کی لازماً سب سے پہلے ضرورت ہے۔"

## چور پکڑا گیا

بعض دفعہ مسکراتے ہوئے فرماتے۔ چور پکڑا گیا ہے۔ یعنی اس زبان نے کس طرح بھیس بدلا ہے اور اپنے آپ کو چھپایا ہے پھر اس زبان کو حسب ذیل طور پر حل کرتے۔

یہ مشاہدہ کر کے بہت محظوظ ہوتے کہ ڈکشنری میں غیر زبان کے لفظ کے ہُوبہُو وہی معنے دئے ہیں جو عربی لُغت نے اصل روٹ کے دئے ہیں۔ اسی طرح مختلف المعانی لفظ HOMONYM کے ہر معنی کو اُس کے اصل عربی روٹ تک پہنچا کر فرماتے کہ کوئی اور زبان ان الفاظ کو حل نہیں کر سکتی اور یہ کہ یہ عربی کی برتری کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔

## ہجومِ مصروفیات

مرکزی اور مقامی اہم جماعتی ذمہ داریوں کی بجاآوری۔ کچہری میں دیوانی مقدمات کی مصروفیات۔ مرکز

متعلقہ صیغہ جات کے نمائندگان کا فائلوں اور کاغذات کے ہمراہ مشورہ جات کے لئے لگاتار آتے جاتے رہنا گھر پر آکر آئندہ مقدمات کی تیاری اور بحث و تنقیحات وغیرہ کے سلسلہ میں اپنے منشی صاحب کو ڈکٹیشن دینا۔ مصروفیات کی اس کثرت میں بھی آپ کی بیشتر توجہ ام الالسنہ کی طرف ہی رہتی اور تحقیق اور تحریر کا کام جاری رہتا۔

## اوزار بکس

تحریر کے کام کے سلسلہ میں آپ نے ایک سادہ سا اوزار بکس بنایا ہوا تھا۔ جس میں پنچ - آر - قینچی۔ چاقو۔ بلیڈ وغیرہ موجود رہتے تھے۔ پین سے لکھے ہوئے الفاظ حسب ضرورت بلیڈ سے کھرچ کر مٹاتے تھے۔ بلیڈ کے نصف حصہ پر کاغذ اور دھاگہ لپیٹ کر اس کا دستہ بنا لیتے تھے۔ ایک ڈبی میں ٹیگ بھی موجود رہتے تھے۔ زیادہ خراب شدہ لفظ یا قابلِ ترمیم سطر پر گوند کے ذریعہ کاغذ بھی چپکاتے تھے۔

## ٹائپ رائٹر

۱۹۶۰ء - ۱۹۵۹ء میں آپ نے اپنی پہلی باقاعدہ کتاب ARABIC THE SOURCE OF ALL THE LANGUAGES کی اشاعت کا عزم فرمایا۔ خاکسار ایک ادارے میں بطور ٹائپسٹ ملازم تھا۔ خاکسار کی ٹائپنگ آپ کو پسند آئی اور مسودہ کی ٹائپنگ کا کام شروع ہو گیا۔ آغاز میں تھوڑا سا کام محترم شیخ عزیز احمد صاحب آرسیکو ٹریڈرز کی چھوٹی ٹائپ رائٹر پر کیا گیا۔ پھر آپ کے ایک عزیز نے کراچی سے ایک ٹائپ رائٹر بھیج دیا۔ زیادہ تر کام اسی پر ہوا۔

## مکرم منشی محمد علی صاحب کی ٹائپنگ

اس جگہ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ آپ کے منشی محترم مکرم محمد علی صاحب جو ایک شریف النفس زندہ دل بزرگ ہیں۔ جن کا تقسیم ملک سے پہلے سے آپ کا ساتھ ہے۔ اور جو روزانہ مقدمات کے دائر کرنے۔ بحث تنقیحات وغیرہ کے سلسلہ میں آپ سے ڈکٹیشن لیتے تھے۔ انہوں نے بھی مسوداتِ ام الالسنہ کی ٹائپنگ میں خاصا حصہ لیا ہے۔ انکی بدولت خاکسار کو یہ سہولت میسّر رہتی تھی کہ خاکسار کی غیر حاضری میں بھی کام رُکنے نہ پاتا تھا۔

## نشاطِ خاطر

ام الالسنہ کے کام کی طرف اپنی رغبت اور میلانِ طبیعت کی کیفیت کے ضمن میں فرماتے کہ میری حالت سورۃ نازعات پ ۳۰ رکوع ۳ کی ابتدائی آیات میں بیان شدہ کیفیت سے مشابہ ہوگئی ہے۔ مطلب یہ کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی گہرائیوں میں خوب غوطہ زنی کی توفیق عطا فرمائی۔ پھر بہت دُور تک آگے نکلنے۔ پھر پہلوں پر سبقت لے جانے اور قاعدے کیلئے متعین کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اب اسی محنت میں دلی خوشی اور انبساطِ خاطر کا سامان ہے۔

ٹائپ شدہ صفحات میں عربی الفاظ لکھتے وقت متعدد بار اس علم کے عجائبات۔ الفاظ کی کُنہہ۔ عربی رُوٹ اور اسکی فضیلت اور معارف کا ذکر فرماتے تو خاکسار کام روک کر سُنتا رہتا۔

## آپ کی مہارت اور علم اللّسان کے عجائبات

نجی اور جماعتی مجالس میں ام الالسنہ آپ کا مرغوب ترین موضوع ہوتا تھا۔ اگر کوئی دوست اس بارے میں کوئی استفسار کر دیتا تو دلی خوشی سے اس موضوع پر ذکر چل نکلتا۔ ایک دفعہ ...... فرمایا کہ چ سے شروع ہونے والے الفاظ جہاں تک ہو سکے بولتے جائیں۔ مَیں ساتھ کے ساتھ ان کے عربی ماخذ بتاتا جاؤں گا۔ مثلاً چور۔ چیتھی وغیرہ۔ اور آپ فوراً بتاتے گئے۔ اسی طرح عام بول چال میں بعض الفاظ ایسے بتاتے جو عجیب طور پر عربی لفظ کے قریب ہوتے۔ مثلاً قرآن کریم کا لفظ سَوْطَ عَذَاب فرمایا یہ "سوٹا" ہے۔ اسی طرح ٹیلی۔ فون گراف۔ ویژن یہ لفظ "طول" ہے۔ گرپ GRIP غُرفَةٌ ہے وغیرہ۔

## آخری کام چینی زبان کے مسودہ کی نظر ثانی

ام الالسنہ کا آپ کا آخری کام CHINESE TRACED TO ARABIC کے ٹائپ شدہ مسودہ کی سُن کر نظر ثانی ہے۔ ۱۹۹۱ء میں یا اس سے ذرا قبل سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد موصول ہوا کہ یہ مسودہ انگلستان بھجوایا جائے۔ صحت اور نظر کی کمزوری کی وجہ سے اس میں دیر ہوگئی۔ ایک دو دفعہ فرمایا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یاد دہانی کروائی گئی ہے۔ اب خود دیکھ کر نظر ثانی ممکن نہ تھی۔ اس لئے سارا مسودہ سُنا۔ اس مسودہ کا معتدبہ حصہ محترم مکرم جناب چوہدری غلام دستگیر صاحب حال امیر جماعتہائے شہر و ضلع فیصل آباد نے پڑھ کر سنایا۔ باقی خاکسار نے سنایا۔ ہمیں احتیاط سے الفاظ کا تلفظ ادا کرنا ہوتا تھا۔ تلفظ میں فرق کو آپ پسند نہ فرماتے تھے۔

# عربی۔ اُم الالسنہ کے حقائق کا انکشاف

## اصُول وقواعد اور دلچسپ مثالیں

منن الرحمٰن ۱۸۹۵ء میں لکھی گئی اور اس کے ساتھ آٹھ علماء کے جمع کردہ الفاظ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ جو کئی زبانوں پرمشتمل تھے۔ اوران ذخیرہ الفاظ کے ذریعے عربی کے الفاظ کے ساتھ ان کا اشتراک ثابت کرکے کمال صفائی سے ثابت کیا گیا تھا کہ عربی زبان کو ہر ایک زبان کے ساتھ اشتراک ہے اور مشترکہ زبانوں میں سے صرف عربی ہی ام الالسنہ ہے۔ منن الرحمٰن پہلی دفعہ ۲۸۔جون ۱۹۲۲ء کو قادیان سے شائع ہوئی لیکن افسوس کہ ان آٹھ علماء کے جمع کردہ ہزاروں الفاظ جو عربی سے اشتراک رکھتے تھے وہ بوجہ ضائع ہوجانے کے (کتاب "منن الرحمٰن" کے ساتھ) شائع نہ ہوسکے۔ ہزاروں الفاظ کے اس ذخیرہ کے متعلق انجام آتھم میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"اور ہمارے پاس انگریزی۔ جرمنی۔ لاطینی۔ رُوسی۔ یُونانی۔ شاستری (ہندی)۔ چینی۔ فارسی اور دوسری زبانوں کے مفردات کا کافی ذخیرہ ہے اور ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ سارے الفاظ عربی زبان سے ہی تحریف کئے گئے ہیں اور

اگر تو ان الفاظ کے ذخیرے کو دیکھے تو تجھ پر رعب پڑ جائے اور تُو خائف ہو اور تُو اپنی غلطی سے رجوع کرکے اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہوگا کہ وہ پاک ذات ہے جس نے عربی کو سب زبانوں کی ماں قرار دیا ہے۔" (ص۲۵۸)

ہر ایک کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ "منن الرحمٰن" حضرت مسیح کی ایک ایسی کتاب ہے۔ جس میں بیان کردہ دعاوی اور اصولوں نے لسانیات کی دنیا میں ایک تہلکہ مچادیا۔ اور حضور کے ایک خادم نے منن الرحمٰن کا گہرا مطالعہ کرکے اس میں بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں ۴۰ سالہ محنتِ شاقہ کے ذریعے ۵۱ زبانوں کے ایک لاکھ سے اُوپر الفاظ کا اشتراک عربی سے دکھلایا ہے۔ یہ خادمِ سلسلہ حضرت شیخ صاحب ممدوح ہیں۔ وہ ذخیرہ الفاظ جو منن الرحمٰن کے ساتھ شائع ہونا تھا اب وہ لاکھ سے اوپر الفاظ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ یہ وہ اصل کارنامہ ہے جو حضرت مظہر کے ذریعے ہمیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔

دوسرا اہم کام عجمی زبانوں کو عربی کی طرف لوٹانے کے اصول اور قواعد کا جمع کرنا ہے جو منن الرحمٰن سے اخذ کئے گئے اور جو مختلف زبانوں کے ماہرین نے اپنی کتب میں بیان کئے۔ ان سب کو حضرت شیخ صاحب نے اپنی دونوں کتب

ENGLISH TRACED TO ARABIC

SANSKIRT TRACED TO ARABIC

میں منضبط کیا ہے۔ لسانیات پر کام کرنے والوں کے لئے حضرت شیخ صاحب نے بہت ہی مفید سرمایہ جمع کیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ انگریزی کا لفظ

MASTICATE چبانا۔ اس کے مقابل عربی کا لفظ مَضغ ہے۔ چبانا۔ اب انگریزی کے لفظ سے T جو زائد ہے دور کریں تو حروفِ صحیحہ MSC MZK کی مکمل تصویر میں MSK /MZK ہے۔

انگریزی زبان R بھی زائد داخل کرتی ہے۔ اور پنجابی زبان اور کئی اور زبانیں بھی ر داخل کرتی ہیں۔ طَل (شبنم) طل کے درمیان ر داخل کرنے سے ترل بغیث سے اردو گھاس انگریزی نے R داخل کیا GRASS بن گیا۔ ر - R والے الفاظ سے R دُور کرکے پھر عربی کی طرف عجمی الفاظ کو لوٹایا جا سکتا ہے۔

L = - OLD - L - L زائد داخل ہے۔ دور کریں تو OUD عربی کے لفظ عود ( OLD ) کی ہو بہو تصویر ہے۔

CALM خاموشی۔ L زائد دُور کیا KM = CM عقم خاموش ہونا۔

جناب شیخ صاحب نے زائد حروف کا ایک باب باندھا ہے۔

COUNT N - NASAL N دُور کریں CT = کَتّ گنتا۔ حساب کرنا

CAMPHOR M - NASAL M دُور کریں کافور

NUMBER B زائد B دُور کی NUMBER نمر۔ TO NUMBER

حضرت شیخ صاحب نے جو حروف کے ابدال کے قواعد لکھے ہیں وہ دس ہیں۔ ان قواعد کی بناء پر عجمی زبانوں کے الفاظ کو حسابی طریقہ سے عربی کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے۔

قاعدہ ۹ ہے TONING UP جو انتہائی اہم قاعدہ ہے۔ حروف حلقی (ق۔ک۔ غ۔ خ) = K شروع میں درمیان سے اور آخر سے گر جاتا ہے۔ کبیر = (ک) بڑا۔ پکڑ (ک)

پھٹر۔ سارق (ق) چور۔ ★ ابتدائی K ہونٹوں کے حروف (ب۔پ۔ف۔م اور و) سے بدلتا ہے۔
★ حروف علت ا۔و۔ی گر جاتے ہیں۔ اسی طرح ح۔ہ اور ع بھی گرستے ہیں۔ اِقْرَأْ۔ ا گر گیا۔
قارق=پ) قار= پر= پڑھ خَلَق (خ) لوک خطف (خ) طف DEAF۔ بہرا
★ ابتدائی K بدلتا ہے ا۔و۔ی۔ح۔ہ اور ع سے

کل = ک = ا = ALL
قابل = (ق=ا) ABLE
کن۔ گھر ک = ا INN

★ K بدلتا ہے H سے

قرن = ق = H HORN (سینگ)

D آخر میں گرتی ہے جَمَدَ پانی جم+نا د گر گئی D (د۔ڈ۔ض)

D درمیان سے گرتی ہے شاد باش (د) شاباش

D شروع سے گرتی ہے دَبُوَ (د) بوڑھا ہو جانا

ض/Z اور س/S شروع سے درمیان سے آخر میں گرتے ہیں۔

(Z) = ذ۔ض۔ز اور ظ

(S) = ث۔س۔ش۔ص

استاذیم فرمایا کرتے تھے کہ حروف کے ابدال سے جس کو واقفیت ہو گئی۔ پچاس فیصدی اسے لسانیات کا علم ہو گیا۔ آپ نے اپنی کتابوں میں جو اصول اور قواعد جمع کئے ہیں۔ ان کے ساتھ حوالے دئے ہیں۔ انہوں نے انگریزی زبان پر ۲۰ سال کام کیا ہے۔ جس آکسفورڈ ڈکشنری پر انہوں نے رف کام کیا ہے وہ مجھے انہوں نے تحفۃً دی ہوئی ہے۔ ان کے رف کام سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے کن مشکلوں سے گذر کر یہ کام کیا ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں۔

BANJO اس پر پنسل سے لکھا ہے۔ بنظ۔ بعض اور (N) بریکٹ میں یعنی BANJO میں N زائد ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب ENGLISH.T.T. ARABIC میں BANJO کے مقابل بنظ لکھا ہے۔

COUGH = قحف اور قحب دونوں کے معنی کھانسنے کے ہیں اور قحہ بھی لکھا ہے۔ زور سے کھانسنا۔ COUGH کے مقابل قحہ لکھا ہے۔ اور یہ ہی کتاب میں چھپا ہے۔

بعض عربی کے الفاظ جو انگریزی الفاظ سے اشتراک رکھتے ہیں۔ ہوم ورک کے دوران چھ چھ نکالے ہیں۔ مقابلۃً جو لفظ موزوں نظر آیا اس کا انتخاب کیا۔

ایک دن خاکسار نے عرض کیا کہ آپ نے انگریزی لفظ کے مقابلہ میں عربی لفظ درج کیا۔ اس سے بہتر فلاں لفظ تھا۔ فرمانے لگے میں نے اس کام کو اکیلے کیا ہے۔ اور اب میں انگریزی کی کتاب پر نظر ثانی کر رہا ہوں۔ میں آپ کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ میں نے انگریزی کتاب میں میکس ملر سکیٹ اور ٹرنر کی غلطیاں نکالی ہیں اس وجہ سے میری کتاب یورپ میں مقبول نہیں ہوئی۔ آپ میری غلطیاں نہ نکالنا۔

ہر علم بڑھتا رہتا ہے۔ حضرت شیخ صاحب نے یہ چاہا کہ میں سنسکرت کے الفاظ بھی عربی کی طرف لوٹاؤں لیکن اس کی لغت کی تلاش تھی جو رومن اردو کی طرح ہوتا۔ الفاظ پڑھے جاسکیں۔ ایک دن لاہور ہائیکورٹ میں مقدمہ کے لئے گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری...... سے ملنے کے لئے جودھامل بلڈنگ تشریف لے گئے۔ باتوں باتوں میں حافظ صاحب فرمانے لگے۔ محمد احمد صاحب وہ کتاب دیکھیں۔ حضرت شیخ صاحب نے کہا۔ اس کتاب کی تو مجھے کئی سالوں سے تلاش تھی۔ وہ تھی سنسکرت کی ڈکشنری جو میکڈانل نے ۱۸۹۳ء میں مرتب کی اس کی بناء پر حضرت شیخ صاحب نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب

SANSKRIT TRACED TO ARABIC

۱۹۸۲ء میں شائع کی۔ اس کتاب سے شیخ صاحب نے قلم توڑ دی۔

سنسکرت کے ۲ الفاظ کے ۱۲-۱۲ معانی ہیں۔

" " ۱ لفظ کے ۸-۸ معانی ہیں۔

" " ۳۲ الفاظ کے ۴-۴ معانی ہیں۔

حضرت شیخ صاحب نے اگر ایک لفظ کے ۸ معنی ہیں تو آٹھ ہی عربی کے الفاظ مشترک درج کئے ہیں۔ یہ کام تو واقعی جوئے شیر پہاڑ سے لانا ہے۔

رُدھ ۱- سرخ ہونا ورد ۲- روکنا ردع - رد روکنا

۳- پودے کا بڑھنا عرد بلند ہونا

بھوج کھانا بَجِعَ بہت کھانا ب ج

خوشی بَجِعَ خوش ہونا ب ج

باقی صلا پر ۱۱۱

# غزل

نہیں ہے تشنۂ ساقی رہی تشنہ لبی میری
پلایا ہے کسی نے مجھ کو یارب، جام نظروں سے

کہاں دارا و اسکندر میں یہ رنگِ جہاں بانی
ہزاروں سنگدل تُو نے کئے ہیں رام نظروں سے

صدائے "قُم بِاِذنِ اللہ" سے چونکے عدم والے
حیاتِ نَو کا دے آئے ہیں وہ پیغام نظروں سے

پلایا ساقیٔ نَو نے وہی بادۂ دیرینہ
وہ پی کر گرنے والوں کو ہیں لیتے تھام نظروں سے

نہیں رکھتے ہیں وہ تیغ و تفنگ و لشکر و دولت
کئے جاتے ہیں چُپکے چُپکے اپنا کام نظروں سے

بَیک چشمک مرے دل کا حرم آباد کر ڈالا
صنم یہ وہ کہ جو ہیں توڑتے اصنام نظروں سے

پُہل ہے جُرمِ اُلفت میں ترے ان نازنینوں کی
اُٹھا دیتے ہیں بزمِ عشق میں کہرام نظروں سے

مٹائے عشق والوں کو بھلا دورِ فلک کیونکر!
پلٹ دیتے ہیں اُٹھ کر گردشِ ایّام نظروں سے
فقط اسلام گرویدہ نہیں اُن کی نگاہوں کا
ہوئے جاتے ہیں شاہانِ جہاں بھی رام نظروں سے

عبدالسلام اسلام

---

بقیہ: اُمّ الالسنہ

| | | | |
|---|---|---|---|
| نفع | حَبَّاب | نفع | ح ب = ب ج |
| جنسی خوشی | بُضع | مجامعت | ب ض = ب ج |
| پونجی | بضاعہ | پونجی | ب ض = ب ج |
| سمجھنا | بَضَعَ | سمجھنا | ب ض = ب ج |

عربی کے چھ الفاظ بھوج میں جمع ہو گئے ہیں۔ سنسکرت بھوج کے اندران ۶ الفاظ کے معانی کا سما جانے کا فلسفہ پیش نہیں کر سکتی۔ عربی زبان نے سنسکرت کو اپنی بیٹی ثابت کر کے سنسکرت کی شان بڑھا دی۔

حضرت شیخ صاحب نے عملی طور پر اپنی زندگی عربی کے ام الالسنہ ثابت کرنے کے لئے تج دی۔ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ خاکسار کو ۳۵ سال کے قریب حضرت شیخ صاحب کی شاگردی میں ام الالسنہ کے بہت سے اصول اور قواعد کو سمجھنے کی توفیق ملی۔ خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا ارشاد کہ اپنی خدمات شیخ صاحب کے سپرد کریں میرے بڑا کام آیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے میرا مقالہ پنجابی عربی سانجھ جو پنجابی کے ۸۰۰۰ (آٹھ) ہزار الفاظ پر مشتمل ہے ردیل ماہوار لاہور میں قسط وار شائع ہو رہا ہے۔ ؎

شیخ مظہر پہ خدایا رحمتوں کا ہو نزول
میرے آقا عاجزانہ التجا ہووے قبول آمین

# حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی زندگی پر ایک نظر

**○ حضرت شیخ صاحب کی ولادت وابتدائی تعلیم :** آپ کی ولادت نومبر ۱۸۹۶ء کو ہوئی ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت منشی ظفر احمد صاحب کو خط لکھا ۔

”لڑکا نوزاد مبارک ہو اس کا نام محمد احمد رکھ دیں ۔ خدا تعالیٰ باعمر کرے ۔ آمین“

آپ نے یسرنا القرآن پڑھنے کے بعد قرآن کریم خود پڑھا ، کچھ اردو سیکھنے کے بعد چوتھی جماعت میں جا بیٹھے اور سالانہ امتحان میں اوّل رہے ۔ ۱۹۱۵ء میں میٹرک کیا ۔ ہر کلاس میں اوّل آتے رہے ۔ ۱۹۱۷ء میں ایف ۔ اے کیا ۔ ایف ۔ اے تک سلسلہ تعلیم کپورتھلہ میں رہا ۔ ۱۹۱۹ء میں بی ۔ اے آنرز لاہور سے کیا ۔ ۱۹۲۱ء میں وکالت کا امتحان ایل ۔ ایل ۔ بی پاس کیا ۔

**○ نکاح و شادی :** آپ کے نکاح کا اعلان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے ۲۹ ۔ دسمبر ۱۹۲۰ء کو جلسہ سالانہ کے ایام میں کیا ۔ رخصتانہ و شادی مارچ ۱۹۲۲ء کو ہوئی ۔

**○ آپ کی خدمات :** آپ کی دینی ، علمی اور پیشہ ورانہ قانون دان کی حیثیت سے خدمات کا سفر ۶۸ سال پر محیط ہے ۔ اور یہ سعادت آپ کو زمانہ طالب علمی سے ہی نصیب ہوئی ۔ تحریک شدھی اور کشمیر میں نمایاں خدمات کا موقعہ ملا ۔

**○ قیام پاکستان کے بعد :** حضرت مصلح موعود ؓ کے ارشاد پر لائل پور ( فیصل آباد ) میں سکونت اختیار کی ۔ ۱۹۴۸ء سے تا وفات ۱۹۹۳ء امیر جماعت شہر و ضلع خدمات سرانجام دیں ۔

**○ مرکز سلسلہ میں ممتاز مقام اور خدمات :** پہلی بار ۱۹۲۲ء میں مجلس مشاورت میں جماعت احمدیہ کپورتھلہ کے نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی ۔ ۱۹۸۳ء تک مجلس مشاورت میں نمائندگی فرماتے رہے ۔ ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۵ء میں مجلس مشاورت کی صدارت فرمائی ۔ ● ۱۹۴۳ء میں مجلس افتاء کے ممبر نامزد کئے گئے ۔ ۱۹۶۷ء تا ۱۹۶۸ء میں صدر ۱۹۷۵ء تک نائب صدر اور اس کے بعد تا دم آخر صدر مجلس افتاء خدمات انجام دیں ۔ ● ۲۷ ۔ نومبر ۱۹۵۷ء کو وقف جدید کا اجراء ہوا ۔ اس وقت سے لے کر ۱۹۹۳ء تک آپ مجلس وقف جدید کے صدر رہے ۔ ● ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۵ء تک نگران بورڈ کے ممبر رہے ۔ ● فضل عمر فاؤنڈیشن کے ابتداء سے ممبر رہے ۔ ● ۱۹۷۴ء سے تا اختتام ۲۳ ۔ مارچ ۱۹۹۰ء صد سالہ جوبلی کے صدر رہے ۔

● ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش ہونے والے جماعت احمدیہ کے نمائندہ وفد میں ممبر تھے ۔

● آپ نے عربی زبان کو ام الالسنہ ثابت کرتے ہوئے دنیا کی ۵۱ زبانوں پر تحقیق پیش کی ۔

● آپ کی وفات ۲۸ ۔ مئی ۱۹۹۳ء کو فیصل آباد میں ہوئی ۔ اور آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ کے قطعہ رفقاء میں ہوئی ۔

## تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں کانووکیشن ۱۹۶۸ء کے موقعہ پر

# خطبۂ اسناد

نامور ماہرِ لسانیات اور ممتاز قانون دان حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ ضلع فیصل آباد نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے کانووکیشن ۱۹۶۸ء کے موقع پر جو خطاب فرمایا وہ نہ صرف ماہرین تعلیم۔ اساتذہ کرام اور طلباء کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ بلکہ قوم و ملت کے ہر مکتبِ فکر کے لئے راہنمائی کا موجب ہے۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کو یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ تقسیم اسناد کی تقریبات کے مواقع پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب (پاکستان کے سابق وزیر خارجہ و صدر عالمی عدالتِ انصاف) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ــــ نے خطاب فرمایا۔ علاوہ ازیں جسٹس ایم۔ آر کیانی صاحب۔ جسٹس سجاد احمد جان صاحب۔ پروفیسر حمید احمد خاں صاحب۔ جسٹس شیخ انوار الحق صاحب۔ سید افضل حسین صاحب۔ پروفیسر سراج الدین صاحب۔ مولانا عبدالمجید صاحب سالک۔ مولانا صلاح الدین احمد صاحب۔ ڈاکٹر وزیر آغا صاحب۔ جناب ایس۔ ایم ظفر صاحب اور جناب منظور قادر صاحب جیسے دانشوروں نے اپنے خطبات سے نوازا۔ اس تعلیمی ادارہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا۔ کہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر جیسی معروف شخصیت نے بھی کالج کے کانووکیشن میں تشریف لاکر خطاب فرمایا۔

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ محترم پروفیسر منور شمیم صاحب خالد کا شکر گزار ہے جنہوں نے اپنے زمانہ طالب علمی کی یادگار "حضرت شیخ صاحب ممدوح کا خطبہ اسناد" افادہ احباب کے لئے بھجوایا ہے۔ جو ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔

اَیُّھَا الْاَحْبَاب ــــ اس مبارک تقریب میں طلبہ سے خطاب کرنے کے لئے تعلیم الاسلام کالج کی منتظمہ نے اس ناچیز کو جو اعزاز بخشا ہے اس کے لئے خاکسار تہِ دل سے شکر گزار ہے۔ جو منتظمین اپنے عزم و ہمت سے ربوہ کے بیابان میں ایک اعلیٰ درجے کا کالج تعمیر کر سکتے ہیں اور اسے مثالی طریق پر

چلا سکتے ہیں۔ ان کی کرم فرمائی سے یہ کرامت بھی مستبعد نہیں کہ ایک ذرہ بے مقدار سے یہ خوشگوار کام لے سکیں۔

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

اس موقعہ پر خاکسار رسماً اور تکلفاً نہیں بلکہ خلوص اور درد مندی کے ساتھ چند ایسی باتیں بیان کرنا چاہتا ہے۔ جو میرے نزدیک کالج کے طلباء کے لئے اور نیز فارغ التحصیل دوستوں کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ و باللہ التوفیق ہر ایک درسگاہ کے ساتھ کچھ روایات اور اغراض وابستہ ہوتی ہیں۔ جو اس کو زندہ رکھتی ہیں۔ تعلیم الاسلام کالج کے ساتھ جو روایات اور اغراض وابستہ ہیں وہ یاد رکھنے کے قابل ہیں:

۳۔ مارچ ۱۸۹۸ء کو قادیان میں تعلیم الاسلام سکول جاری ہوا۔ جس کے متعلق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے فرمایا:

"ہماری غرض مدرسہ کے اجراء سے محض یہ ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کیا جائے۔ مروّجہ تعلیم کو اس لئے ساتھ رکھا ہے۔ تاکہ یہ علوم خادم دین ہوں۔ ہماری یہ غرض نہیں کہ ایف۔ اے یا بی۔ اے پاس کر کے دنیا کی تلاش میں مارے مارے پھریں ہماری پیش نظر تو یہ امر ہے۔ کہ ایسے لوگ خدمت دین کے لئے زندگی بسر کریں اور اس لئے مدرسہ کو ضروری سمجھتا ہوں کہ شاید دینی خدمت کیلئے کام آ سکے۔"

اس کے بعد ۲۸۔ مئی ۱۹۰۵ء کو تعلیم الاسلام کالج کا اجراء ہوا۔ اس افتتاح کا نظارہ بھی بڑا دل سوز اور سبق آموز تھا۔ حضور نے فرمایا:-

"جب افتتاح کا جلسہ ہوگا۔ میں بیت الدعا میں جا کر دعا کروں گا۔"

چنانچہ کالج کا افتتاحی جلسہ ہوا۔ اس موقعہ پر قرآن کریم۔ کرہ ارضی اور نیز سائبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (حضرت مولانا نورالدین صاحب.... جو بعد میں خلیفۃ المسیح الاول ہوئے) نے نصیحت فرمائی کہ:

"تم کو اس قرب الٰہی کے حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ جس سے عرب کی نابود ہستی بود ہو کر نظر آئی۔ وہ ذریعہ قرآن کریم ہے۔ کہ جس سے اس کرہ پر ان کو حکمرانی حاصل ہوئی تھی۔ مگر اصل جڑ یہ تھی کہ فضل الٰہی کا سائبان بھی ان پر تھا۔ کالج کی اصل غرض یہی ہے۔ کہ دینی و دنیوی تربیت ہو۔ پھر کتاب پر دستور العمل ہو۔ اس کے بعد دیکھو کیا کامیابی ہوتی ہے۔"

اس افتتاح کے وقت حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام بیت الدعا میں دعا فرما رہے تھے۔ اور حضور نے فرمایا:۔

"اس کالج کے لئے بہت دعا کی ۔ خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔"

غرض سکول کے بعد تعلیم الاسلام کالج مندرجہ بالا حالات میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق چاہتے ہوئے اور اسے (دین حق) کی ترقی کے لئے ایک ذریعہ جانتے ہوئے جاری ہوا۔ اسی لئے اس کا نام تعلیم الاسلام کالج رکھا گیا۔

کچھ عرصہ تک جاری رہ کر یہ کالج بند ہو گیا۔ لیکن پھر ۱۹۴۴ء میں یہ کالج ایف۔ اے کلاس تک جاری ہوا اور ۱۹۴۶ء میں بی۔ اے اور بی۔ ایس۔ سی کلاسیں جاری ہو گئیں اور ۱۹۶۲ء میں ایم۔ اے کی کلاسیں بھی شروع ہو گئیں۔

اس کالج کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہترین ماہران تعلیم کی رہنمائی حاصل رہی ہے اور جب حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے آکسن کو اللہ تعالیٰ نے (امامت) کے فرائض سپرد فرمائے تو کالج کی قیادت میرے پرانے دوست محترم قاضی محمد اسلم صاحب سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور کے سپرد ہوئی۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے جو کالج کے شامل حال ہوا۔

اس کالج کا ماحول بفضل خدا ہمیشہ (دینی) رہا ہے۔ اور اس میں کبھی غیر (دینی) اثرات داخل نہیں ہو سکے۔ علاوہ ازیں ہمارے ملک کے نامور ماہرین تعلیم اور ممتاز مشاہیر کی تقریریں اور مشورے اس کالج کی ترقی کا باعث رہے ہیں۔ اور صحت مند ورزشیں اور علمی مقابلے پہلو بہ پہلو جاری رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے امتحانوں کے نتائج اور ورزشی کھیلوں کے نتائج دونوں لحاظ سے یہ کالج ممتاز اور نمایاں رہا ہے اور ان سب باتوں سے بڑھ کر کثیر اشخاص اس کالج نے پیدا کئے جو تبلیغ (دین) کے لئے بیرونی ممالک میں گئے یا ملک و ملت کی خدمت میں مصروف رہے۔

طلباء کی تربیت ایسے ماحول میں ہوئی جہاں دن رات اللہ اور رسول کا ذکر بلند ہوتا رہا ہے۔ قرآن و حدیث کا درس۔ نمازوں کی پابندی۔ اخلاق و آداب کی نگہداشت دستور العمل رہا ہے۔ اس ماحول میں طلباء تعلیم پاتے رہے ہیں اور ان کی آنکھوں کے سامنے یہ نظارہ ہمیشہ رہا ہے کہ شاید ہی کوئی ہفتہ یا مہینہ خالی جاتا ہو جب کہ کوئی نہ کوئی احمدی (مربی) بیرونی ممالک میں کئی برس تک تبلیغ (دین) کر کے مرکز سلسلہ میں واپس نہ آتا ہو۔ اور ایک دوسرا (مربی) اس کی جگہ پُر کرنے کے لئے سفر پر روانہ نہ ہوتا ہو۔ استقبال اور الوداع کے یہ نظارے ہمیشہ ایمان افروز رہے ہیں جن سے ایثار عزم اور

ہمت کا سبق ملتا رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کا تعلیمی اور تربیتی ماحول دنیا میں کسی اور جگہ پایا نہیں جاتا اور جو دوست یہاں سے فارغ ہو کر جا رہے ہیں انہیں ایک مختلف ماحول سے واسطہ پڑے گا اور ان کا فرض ہونا چاہیئے کہ جو دینی اور دنیوی تعلیم و تربیت انہوں نے یہاں حاصل کی ہے اسے ہر حال میں دائم قائم رکھیں۔

دنیا میں عام طور پر دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو زمانے کی رَو کے ساتھ بہہ جاتے جاتے ہیں اور اخلاقی قدریں کھو بیٹھے ہیں۔ ایسے لوگ ابن الوقت ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو غلط ماحول پر غالب آتے ہیں اور اسلامی اقدار اور اخلاق کو قائم اور برقرار رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ ابوالوقت ہوتے ہیں اور یہ مومن کی شان ہے کہ وہ ابن الوقت نہ ہو۔ بلکہ ابوالوقت ہو۔

جو علم آپ نے حاصل کیا ہے دراصل وہ آئندہ علم حاصل کرنے کے لئے اور علمی خزانوں کو کھولنے کے لئے ایک کلید ہے۔

تحصیل علم سے انسان کو مرتے دم تک فارغ نہیں ہونا چاہیئے۔ اولین اور آخرین میں سب سے بڑے عالم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی۔ کہ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ تا بدیگراں چہ رسد۔

علمی وسعتیں خصوصاً اس زمانے میں لامتناہی ہیں اور انسان کی عمر تھوڑی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل علم اور اپنی کامل قدرت سے بنی نوع انسان کے لئے یہ انتظام فرمایا ہے کہ تمام سچے علوم۔ تمام ہدائتیں۔ تمام حکمتیں اور تمام سچے فلسفے قرآن شریف میں رکھ دیئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا

اور فرمایا کہ:

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور جب یہ علوم اور حکمتیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیں تو یہ بھی فرمایا کہ تمام کامیابیاں اور عزتیں اور سربلندیاں قرآن حکیم کی تعلیم میں ہیں۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

پس اگر آپ قرآن شریف کو حرزِ جاں بنائیں گے تو احساس کمتری کی بجائے احساس برتری آپ کے شامل حال رہے گا اور موجودہ زمانے کے غلط فلسفے آپ کی نظر میں ہیچ ثابت ہوں گے۔ تاریخ شاہد ہے کہ قرآن شریف نے گزشتہ چودہ سو سال میں غلط فلسفوں۔ غلط تعلیمات اور غلط قوانین کو ہمیشہ

شکست دی ہے اور وہ فرماتا ہے۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ

اور اس زمانے میں دہریت کی رَو ہو یا اشتراکیت کی لہر یا دوسرے فلسفے۔ ان کے لئے مقدر ہے، کہ قرآن شریف کا حربہ انہیں پاش پاش کر دے۔ جیسا کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے فرمایا ہے:

”سچائی کی فتح ہوگی اور (دینِ حق) کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے۔ جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں۔“

”(دینِ حق) کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا۔“

جب آپ اس کالج کی فضا سے نکلیں گے۔ تو آپ کو بعض ایسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا جنہوں نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا اور اشتراکیت وغیرہ قسم کے فلسفوں میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ اور آب نہ دیدہ موزہ از پا کشیدہ کے مصداق ہیں اور

كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً

کا شکار ہیں اور سراب کو چشمہ آب سمجھ بیٹھے ہیں۔ آپ کا فرض ہونا چاہیئے کہ ایسے لوگوں کو (دینی) تعلیم سے آگاہ کریں اسی طرح معاشرے کا ایک طبقہ مغرب زدہ ہو چکا ہے اور مختلف قسم کے ملاہی اور مناہی میں ملوث ہے۔ سینما کی دھت جوئے کی لت وغیرہ ان کا جزو زندگی بن چکا ہے۔ اسلامی اخلاق اور اقدار سے وہ بے نیاز ہیں اور نہیں جانتے کہ خود اہلِ مغرب میں سے دانا لوگ ایسی باتوں سے روز بروز تنگ آرہے ہیں پچھلے دنوں مخدومی چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے یورپ کے ایک دانا آدمی سے ذکر کیا کہ مغربی ممالک میں جو عفت و حیاء کا فقدان پایا جاتا ہے کیا آپ اسے نہیں دیکھتے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ تاریخ کا فتویٰ ہے کہ سلطنتوں کا زوال جن وجوہ سے ہوتا ہے وہ حالات اہلِ مغرب میں پیدا ہو چکے ہیں اور ہمارا زوال قریب ہے۔ یہ وہی بات ہے جو اللہ تعالیٰ کا دائمی قانون ہے۔

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ

عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا۔

اسی طرح عربوں کی گذشتہ جنگ میں شکست کے متعلق شاہ مراکو نے صاف صاف کہا کہ عربوں کی شکست کا باعث اسلامی اقدار کو چھوڑنا ہوا ہے۔ حال ہی میں شاہ فیصل نے بھی یہ آواز بلند کی ہے کہ حجاز میں جو مغربی طور وطریق اثر انداز ہو رہا ہے اسے سختی سے روکا جائے۔

اس بیان سے یہ غرض ہے کہ ہم قرآنی تعلیمات اور اسلامی تمدن کو ہر حال میں اختیار کریں زمانے کے حالات سے عبرت حاصل کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہمارے ساتھ پورا ہو۔ کہ

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

علاوہ ازیں اب آپ زندگی کے عملی میدان میں داخل ہو رہے ہیں اور تلاش معاش کا مرحلہ آپ کو پیش آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب سے کام نہ لینا اسلامی تعلیم کے مطابق اس منعم حقیقی کی ناشکری ہے۔ لیکن کلّی اسباب پر بھروسہ کرنا توحید باری کے منافی ہے۔ اس لئے مومن کی زندگی اَلسَّعْيُ مِنِّيْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰهِ کی آئینہ دار ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔

اس تعلیم پر کامل ایمان ہونا چاہیئے اور مشکلات کا حل مشکلات میں داخل ہونے پر منحصر ہے نہ کہ ان سے کنارہ کشی کرنے پر۔ مشکلات کے وقت تنہائی میں خدا سے دعا کرنا اور اسی سے مدد چاہنا اور اس میں استقامت دکھانا مومن کا شیوہ ہے۔

اس موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ... کے ایک خط سے چند فقرات سنانا چاہتا ہوں خاکسار نے ۱۹۲۱ء میں وکالت کا کام شروع کیا اور اس پیشے کی مکروہات کے متعلق حضور سے رہنمائی چاہی تو حضور نے ارقام فرمایا۔

"میں دعا کروں گا خدا تعالیٰ آپ کو رزق حلال کمانے کی توفیق عطا فرمائے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی پیشہ نہیں کہ جس کو آدمی دلیری کے ساتھ اختیار کرے اور بد دیانتی کرنے پر مجبور ہو۔ ہمیشہ دل کی کمزوری انسان کو بدی کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ وہ مصائب کا دیر تک مقابلہ نہیں کر سکتا اور بعض دفعہ عین اس وقت نیکی کے درخت کو کاٹ کر پھینک دیتا ہے جبکہ وہ شگوفہ نکالنے کیلئے تیار ہی ہوتا ہے۔"

حضور کی یہ نصیحت ہم میں سے ہر شخص کے لئے مشعلِ ہدایت اور شحنہ راہ ہونی چاہیئے۔

اوپر ذکر ہوا ہے کہ قرآن شریف کو پڑھنا اور سمجھنا اور اس کی تعلیم پہ کاربند ہونا ضروری ہے۔ قرآنی علوم کو سمجھنے کے لئے بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی... کی تفسیر کبیر ظاہری اور باطنی علوم کا خزانہ ہے۔ اب وقت ہے کہ ان کا مطالعہ کیا جائے اور اسے جاری رکھا جائے۔

رپورٹ میں خاکسار کے متعلق تحقیق ام الالسنہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ۱۹۱۴ء سے ہی خاکسار کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی کتابوں سے عشق رہا ہے اور اسی سلسلے میں خاکسار نے حضور کی کتاب منن الرحمٰن کا غور سے مطالعہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک نیا علم منکشف ہوا۔ جس سے بقول تبصرہ نگار پاکستان ٹائمز "جو چیز بظاہر ناممکن نظر آتی تھی ایک حسابی صداقت کی طرح آسان ہو چکی ہے۔"

اس سے ظاہر ہے کہ حضور کی کتابیں ظاہری اور باطنی علوم سے پُر ہیں اور ان کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں۔ فرض کی ادائیگی میں راحت اور یادِ خدا میں اطمینان ہے۔ سادہ زندگی دیانت و امانت کی ضامن ہے۔ اور خوفِ خدا دنیوی و اُخروی زندگی میں جنّت پانے کی علامت ہے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ

جو باتیں اوپر بیان کی گئی ہیں خدا کرے کہ ہمارے کالج کے طلباء کا نصب العین ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دینی اور دنیوی ترقیات عطا فرمائے۔ ان کی زندگی (دینی) تعلیمات کی آئینہ دار ہو اور کالج کی نیک نامی میں اضافہ کا موجب رہے اور ایسا ہو کہ ان کے اخلاق و اطوار سے ہمارا معاشرہ متاثر ہو۔ ان کی دیانت و امانت راستی اور راست روی تواضع اور انکسار لوگوں سے حسن سلوک اور نیک معاملہ قابلِ رشک ہو اور وہ مملکت پاکستان کیلئے ایک مضبوط ستون کی حیثیت رکھیں اور ملک و ملت کے جاں نثار اور وفادار خادم ثابت ہوں اور تعلیم الاسلام کالج کے افتتاح کے وقت جو دعائیں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بیت الدعا میں اپنے رب سے کیں اور جو اغراض اس کالج کی حضور نے بیان فرمائیں۔ وہ دعائیں اور وہ اغراض اس کالج میں تعلیم پانے والوں کے شامل حال رہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اور اس کالج کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ یارب العالمین۔

انتخاب از کلام "درد و درماں"

# فضیلت سیّدِ خیر الانام

اس نظم میں مندرجہ ذیل دلیل کو نظم کیا گیا ہے :۔ زمین کی گولائی اور محوری گردش کی وجہ سے دن اور رات کا ظہور ہوتا ہے۔ اور ہر لمحہ وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ یعنی زمین کے ایک حصّے پر اگر فجر کی نماز کا وقت ہے تو دوسرے حصّہ پر اسی آن ظہر یا عصر یا مغرب یا عشاء کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ اور چونکہ مسلمان اور رُبع مسکون پر تقریباً ہر جگہ آباد ہیں تو یہ امر بالکل واضح ہے۔ کہ کوئی لمحہ دن اور رات کا ایسا نہیں۔ جبکہ کسی نہ کسی جگہ نماز ادا نہ ہو رہی ہو۔ بالفاظِ دیگر حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جا رہا ہو۔ نتیجہ یہ کہ آغازِ اسلام سے اب تک اور اب سے تا یوم النشور کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں حضورؐ پر برکات کے نزول کی دعا جاری نہ ہو۔ اس قدر کثیر دعا کسی اور کیلئے نہ ہوئی ہے۔ نہ آئندہ ہونی متصور ہے۔ اس لحاظ سے آپؐ کی فضیلت ایک حسابی صداقت کی طرح اظہر من الشمس ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ یہ دلیل حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے کلماتِ طیّبات سے ماخوذ ہے۔

ستائش کنم شاہِ لولاک[۱] را　　　　کہ عرشی کُنند ذرّہ خاک را
بوصفش رسائی نہ اِدراک را　　　　نہ اندیشۂ چُست و چالاک را

بُوَد بر سرِ عرشِ ربّ الانام
وُرا لحظہ لحظہ فراتر مقام

بکردارِ باغِ ہمیشہ بہار　　　　دمادم دہد نَو بنَو برگ و بار
جہانؑ یار اُو دیگراں شہریار　　　　شریعت از و شُد ابد پائدار

کہ چندانکہ[۲] چیزے بُوَد سُود مند
بگیتی بُوَد آں قدر بُود مند

---

[۱] یعنی آپؐ تمام جہان کیلئے مبعوث ہوئے اور باقی پیغمبر خاص خاص مقام کے لئے۔
[۲] اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ۔

چو مے گردد ایں گردِ گرداں زمیں	زخورشید تغییرِ ساعات بیں
چو اسلامیانند ہر جا مکیں	بہر لمحہ وقتِ نمازے گزیں

درآں تا قیامت زبد و وجود
پیاپے رسد بر محمدؐ درود

زِ دارالاماں تا باقصائے رُوم	بہ امریک و یورپ بہر مرز و بُوم
بخشک و تر و ہم بہ ریگ و سموم	زقرآں بیاریم تازہ علوم

بنامِ محمدؐ جہاں پُر کنیم
زِ گلبانگہائے اذاں پُر کنیم

بہ پست و بلند و بہ شیب و فراز	بہر لمحہ آید چو وقتِ نماز
بہ راز و نیاز و بہ سوز و گداز	درودے بجانش رسانیم باز

ببارد برو رحمتِ کردگار
بروں از حساب و فزوں از شمار

بہ لیل و نہار و بہ بام[1] و بہ شام	دمادم پیاپے، مسلسل مدام
زِ ہر گوشۂ رُبعِ مسکوں تمام	رسد بر محمدؐ درود و سلام

فضیلت دلیلِ حسابی شُد است
کہ نورِ نبی آفتابی[2] شُد است

○

---

[1] بام - صبح ، [2] آفتابی شُدن - خوب ظاہر ہونا - یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے "سراج منیر" کے لقب سے ملقّب فرمایا ہے اس لئے حضورؐ کا نُور آفتاب کی طرح عالمگیر ہے۔

## تاثرات و مشاہدات

# ایمان افروز یادیں

○

## سراپا شفقت وجود

―――― محترم پروفیسر میاں محمد افضل صاحب

لباس میں سادگی، چہرہ بارُعب۔ یوں محسوس ہوا کہ ایک فرشتہ چپکے سے اس مجلس میں آن پہنچا۔ اپنے پاس سے گذرنے والی اس بزرگ شخصیت کو دیکھا۔ بہت محترم معلوم ہوئی۔ واقفیت نہ ہونے کے باوجود عقیدت کا جذبہ اُبھرا۔ اُن کے چہرے کے نُور نے پہلی ہی نظر میں متاثر کیا۔ پھر آپ ممبر پر کھڑے ہوئے۔ کیا بارُعب آواز تھی۔ کیا منطقی انداز۔ کتنا مؤثر بیان۔ سوچ میں کتنی گہرائی۔ الفاظ کی ادائیگی بڑی واضح مگر زوردار تھی۔ ایسے کہ دل سے نکلی ہوئی بات دل میں اُترتی چلی جائے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو مَیں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ تعارف ہوا تو خوشی کا اظہار کیا۔ فرمایا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ مختلف محکموں میں ہمارے دوست موجود ہیں۔ انداز بزرگانہ مگر پُر محبت و شفقت۔ ایک قابلِ احترام بزرگ ہستی ۔ یہ تھے حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر

وقت گذرتا گیا۔ آپ کی جسمانی صحت کمزور سے کمزور ہوتی گئی مگر مَیں نے دیکھا کہ نہ صرف جمعہ پہ بروقت اور باقاعدگی سے تشریف لاتے بلکہ نقاہت اور بعض اوقات بیماری کے باوجود خطبہ خود ہی ارشاد فرماتے۔ اور یہ نہیں کہ کمزور، نحیف و نزار آواز میں بلکہ باوجود نقاہت کے اللہ کی عظمت بیان کرتے تو آواز میں جلال محبوبِ خدا کا ذکر کرتے تو آواز گلوگیر مگر پُر تاثیر۔ بات سمجھائی ہو تو ایک ایک لفظ پہ زور دے رہے ہیں۔ آواز گرج دار ہو جاتی۔ گویا بڑھاپا غائب ہوا۔ جوانی عود کر آئی۔ بات واضح۔ انداز مؤثر!

مَیں کوئی تیرہ ۱۳ سال فیصل آباد میں رہا اور اس طرح گاہے بگاہے آپ سے ملاقات ہوتی رہی۔ بہت ہی کم مَیں یہ جرأت کر سکا کہ آپ کے درِ دَولت پہ حاضر ہوں۔ کیونکہ مَیں جانتا تھا کہ آپ ایک اعلیٰ علمی تحقیق اور ایک عظیم کام میں مصروف ہیں اور بلاوجہ مخل ہونا مناسب نہ جانا۔ مَیں وہاں سے ریٹائر ہوا تو آپ نے ایک خصوصی الوداعی تقریب کا اہتمام کیا۔ اور ازراہِ شفقت اس میں خود بھی شمولیت فرمائی۔ آپ نے جس محبت

سے تعریفی اور دعائیہ کلمات کہے وہ تھا ایک قابلِ فخر انعام ایک پُرخلوص دعائیہ تحفہ - جس پر مجھے آج بھی ناز ہے ایک نیک انسان کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی وہ دعائیں یقیناً قبول ہوئیں اور وہ آج بھی میرا سہارا ہیں - کسی صاحب کے بلاوے پر میرا ایک بار پھر فیصل آباد جانا ہوا - اب کے ایک اور ادارے سے متعلق کر دیا گیا - اس دفعہ میرا قیام فقط چار ماہ رہا - مگر وہ خواہش جو تیرہ سالہ قیام میں پوری نہ ہو سکی - ان چار ماہ میں بڑے احسن انداز میں پوری ہوئی - یعنی حضرت امیر صاحب کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا - دراصل ایک جماعتی کتابچہ کا انگریزی ترجمہ میرے سپرد کیا گیا - اس میں کچھ قانونی اصطلاحات بھی تھیں - میں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور حضرت شیخ صاحب کے درِ دولت پہ حاضری دینی شروع کر دی - ایک نہایت ہی مصروف انسان جن کا ایک ایک لمحہ قیمتی - مگر نہ دربان - نہ حاضری کی پیشگی اجازت لینے کی ضرورت - جب بھی اُس چھوٹی سی گلی میں اس بظاہر معمولی سے دروازے پہ دستک دی تو فوراً کھل گیا - بعض اوقات تو حافظ محمد اکرم صاحب سے ملاقات ہوئی جنہوں نے فوراً ہی اندر اطلاع کی اور ایک منٹ میں محترم شیخ صاحب کے پاس حاضری ہو گئی - بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ حضرت شیخ صاحب خود دروازے پہ تشریف لائے - بڑی محبت سے ہاتھ پکڑا اور اندر لے گئے - مہمان نوازی ایسی کہ اکثر چائے پئے بغیر رخصت کی اجازت نہ ملی - ان مواقع پر آپ سے مختلف موضوعات پر باتیں ہوئیں - میں آپ کے علم سے اتنا متاثر ہوا کہ جی چاہا کہ حاضری کا سلسلہ چلتا رہے - اکثر ہوتا یہ ہے کہ جب جوانی رخصت ہو اور بڑھاپے کے سائے بڑھنے لگیں تو حافظہ بھی جواب دینے لگتا ہے - مگر محترم شیخ صاحب پہ بڑھاپا اس لحاظ سے اثر انداز نہ ہو سکا - آپ اردو - فارسی کے بہت اچھے شاعر بھی تھے اور اعلیٰ ادبی ذوق بھی رکھتے تھے - ایک بار شعراء پہ گفتگو ہو رہی تھی - آپ نے ایک نظم جو میں نے بھی آٹھویں جماعت میں پڑھی، اس روانی سے سُنا دی کہ میں متعجب ہوا - ماشاء اللہ حافظہ کس غضب کا پایا ہے - کہ آج ستّر سالوں کے بعد بھی نظم اس طرح یاد ہے گویا ابھی ابھی پڑھی ہو - رونقِ انجمن تمام ہوئی - ایک بزرگ ہستی - ایک شفیق انسان - بے شمار دلوں میں بڑی سہانی - بڑی پیاری یادیں چھوڑ گئے - بظاہر شمع بجھ گئی - مگر اس سے جیکا چوند جو پیدا ہوئی - روشنی جو پھیلی وہ ایک ملک میں نہیں ...... بلکہ پچاس سے زائد ملکوں تک پھیل گئی - حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اس نظریہ پر کہ عربی ام الالسنہ ہے - پچاس مہر تصدیق ثبت ہوئیں - ایک لاغر - دبلے پتلے عام سے نظر آنے والے مگر ایک متبحر عالم نے ایسا کارِ نمایاں کر دکھایا - جو ایک بہت بڑی اکیڈمی بیسیوں سالوں کی محنتِ شاقہ کے بعد پیش کر سکتی ہے - حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب نے پچاس سے زائد زبانوں پہ تنِ تنہا تحقیق کی - کتنی مشکل بات ہے اتنی بہت سی زبانوں کا سیکھنا، سمجھنا ان کے الفاظ کی جڑوں تک پہنچنا اور پھر ثابت کرنا کہ یہ الفاظ یا

ان کے مادہ (ROOTS) عربی سے مستعار لی گئی ہیں۔ بعد میں ان کی ہیئت کذائی بدلتی رہی۔
یہ ایسا کام ہے جو نہ صرف سخت محنت شاقہ کا محتاج ہے بلکہ اس بات کا بھی متقاضی ہے کہ ایک فاضل اجل۔ ایک عالم بے بدل ایک ماہر لسانیات ذوق و شوق سے یہ تحقیقی کام کرتا چلا جائے۔ راقم کو حضرت شیخ صاحب کی الماریوں میں جھانکنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک خزانہ دکھا تھا۔ ایک بے بہا خزانہ جو ابھی تک مستور ہے۔ وہ لکھتے چلے گئے۔ ایک انبار لگ گیا۔ الماریاں بھر گئیں۔ مگر آخر قلم رک گیا۔ ایک شاعر ایک محقق۔ ایک اعلیٰ منتظم۔ ایک ہمدرد شفیق راہنما ایک ایسی یادگار چھوڑ گئے جو جب منصۂ شہود پر آئے گی تو لسانیات کی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دے گی۔

○

## ایک نابغۂ روزگار ـــ خدا پرست وجود

محترم ثاقب زیروی صاحب۔ مدیر "لاہور"

عالمی شہرت کے ماہر علم لسانیات۔ وطن عزیز کے مؤقر و معزز قانون دان۔ مدقق و طباع کہنہ مشق شاعر۔ جید عالم دین اور بزرگ...... "لاہور" و مدیر "لاہور" کے کرم فرما اور سرپرست ـــ نابغۂ روزگار شیخ محمد احمد مظہر کا وجود علمی دنیا میں معروف ہے۔

موصوف نے اپنے روحانی مرشد و حبیب لبیب کی پیش خبری کے مطابق لمبی عمر (چند سال کم ایک صدی) پائی اور کرم مستزاد یہ کہ حافظہ آخر تک برقرار اور دماغ حاضر رہا۔ موصوف کی اس حاضر دماغی کا ایک حیران کن نقش قلب و ذہن پر آج تک ثبت ہے۔ ۹۲ء کے اواخر میں راقم السطور عیادت کیلئے (فیصل آباد) حاضر خدمت ہوا۔ تو موصوف نے بصد محبت دراُفت باصرار کوئی ڈیڑھ گھنٹے تک اپنے پہلو میں بٹھائے رکھا۔ شعر و سخن کی بات چلی تو اس ناچیز سے چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کی وفات پر کہی گئی نظم سننے کی فرمائش کی۔ اور ادھر رُعب شیخ سے نسیان کا یہ عالم کہ دماغ پر زور دینے کے باوجود صرف ایک شعر اس نظم کا یاد آسکا۔ جبکہ کچھ لمحے توقف کے بعد حضرت نے ٹھہر ٹھہر کر ساری نظم بالترتیب سنادی ـــ اور اس سے چند سال قبل تک تو موصوف کی اس حاضر دماغی اور یادداشت کی برجستگی کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ نے برسبیل تذکرہ اردو یا فارسی کے کسی استاد کا کوئی مشہور اور زبان زد عام شعر پڑھ دیا تو حضرت شیخ صاحب نے اسی مفہوم و مضمون کے اساتذہ کے دسیوں اشعار سنا ڈالے۔

"فلالوجی" (علم لسانیات) پر کوئی درجن بھر کتب تصنیف فرمائیں جن میں عربی کو تمام زبانوں (بشمول انگریزی)

سنسکرت) کا منبع ومخرج یعنی "اُم الالسنہ" ثابت کیا۔ ۳۰ - ۳۵ زبانوں سے متعلق یہ علمی وتحقیقی کام جاری تھا کہ صحت گرنی شروع ہو گئی۔ روز بروز جسمانی طاقت جواب دیتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ۲۸ مئی ۹۳ء کو ضعف کا سیلاب جسمِ ناتواں کو لے گیا۔

- کم گو تھے مگر ہر لفظ تول کر بولتے تھے
- کم آمیز تھے مگر جس محفل میں بھی شریک ہوتے اپنے علم وفضل اور بزرگانہ تقدس کے باعث مرکزِ نگاہ ہوتے
- ایک ایسا متقی وپرہیز گار خدا پرست جس کے خواب تعبیر طلب نہ ہوتے تھے۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے قائد کے حکم پر کم وبیش ۲۰۰ کشمیری اسیروں کی قانونی جنگ لڑ کر انہیں کشمیر کی جیلوں سے رہا کرایا اور شدھی کے محاذ پر مہینوں دینِ خداوندی کی تبلیغ کے سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دیں ـــ ربِ جلیل وقدیر اُن سے رحمت، شفقت اور مغفرت کا معاملہ فرمائے۔ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے.... اُن کا وجود بڑوں، جوانوں اور بچوں کے لئے نیکی، راست روی اور محبت وشفقت کا چلتا پھرتا نمونہ تھا...." (بشکریہ "لاہور" ۱۲ جون ۱۹۹۳ء)

## ○ پدرانہ شفقت اور دعا

محترم شیخ لئیق احمد صاحب

۱۹۷۴ء میں خاکسار کی دکان جل چکی تھی۔ میری بڑی خواہش تھی کہ آپ سے درخواست کروں کہ دکان پر تشریف لا کر دعا کریں۔ سوشل بائیکاٹ شدت پکڑ چکا تھا۔ اور قرض خواہ تنگ کرنے لگے تھے۔ آپ کی صحت کی حالت کے پیش نظر اس درخواست کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ ایک دن حافظ محمد اکرم صاحب تشریف لائے۔ اور کہنے لگے۔ امیر صاحب فرماتے ہیں۔ "لئیق صاحب آپ مجھ سے دعا نہیں کرائیں گے؟" آپ کی اس پدرانہ شفقت اور محبت کے تصوّر سے آنسو حل آتے ہیں۔ میں آپ کے مقرر کردہ وقت کے مطابق آپ کو دکان پر لے آیا۔ کار سے اُتر کر سیدھے دکان کے پچھلے حصّہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اپنا کشمیری چغہ اُتار کر جلے ہوئے خاک آلودہ فرش پر بچھایا۔ اور نوافل میں مصروف ہو گئے۔

## ○ ایک ہمدرد اور خیر خواہ وجود

محترم مولانا سید احمد علی شاہ صاحب

۱- مئی ۱۹۶۱ء میں میرا حیدرآباد سے فیصل آباد تبادلہ ہوا۔ میں اہل وعیال کو لینے گیا۔ جب واپس آیا تو بیت الفضل کے ساتھ لائبریری اور مہمان خانہ کے اوپر مربی ہاؤس کی بالکونی جو غیر محفوظ تھی اور بچوں کے

گرنے کا خطرہ تھا حضرت شیخ صاحب نے میرے آنے سے پیشتر بالکونی کا پردہ بنوایا۔ کمروں میں پنکھے لگوائے اور میری لائبریری کے لئے دو ریک بنوا رکھے تھے۔ جس سے مجھے یہ غیر معمولی احساس ہوا کہ حضرت شیخ صاحب مربیان کے کس قدر ہمدرد۔ خیرخواہ اور ان کی ضروریات کا از خود غیر معمولی خیال رکھنے والے ہیں۔

۲۔ میں جب دورہ پر جاتا تو پروگرام کی اطلاع دے کر جاتا۔ تو شیخ صاحب محترم میرے بال بچوں کا خود آکر حال دریافت فرماتے۔

۳۔ ایک دفعہ ایک مشہور عالم سے گفتگو طے ہونے پر بعض احمدی احباب نے حضرت شیخ صاحب سے درخواست کی کہ اس گفتگو کے لئے مرکز سے حضرت قاضی محمد نذیر صاحب یا حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب کو منگوانا بہتر اور مناسب ہوگا۔ حضرت شیخ صاحب نے جو اصول اور احکام سلسلہ سے خوب واقف تھے ان کو جواب دیا کہ ہمارے پاس مرکزی نمائندہ موجود ہے۔ یہ خدا کا کام ہے۔ خدا مدد فرماوے گا۔ اس پر مجھے مزید دعاؤں کی طرف رغبت پیدا ہوئی۔ اور خدا کے فضل سے کامیابی ہوئی۔

# ایک منکسر المزاج عالم اور محقق

محترم مبارک احمد صاحب ظفر۔ ربوہ

جامعہ احمدیہ کی ایک تقریب میں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر صاحب بطور مہمان خصوصی تشریف لائے اور طلباء جامعہ احمدیہ کو خطاب فرمایا۔ میرے والد ماجد مولانا ظفر محمد صاحب ظفر استاذ الجامعہ کی روایت کہ آپ نے اپنے خطاب کے دوران اپنی انکساری کا اظہار فرماتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

دعویٰ بیاں کا جامعہ والوں کے سامنے
جیسے ہو بوئے مشک غزالوں کے سامنے

کون نہیں جانتا کہ آپ کتنے جیّد اور متبحر عالم تھے اور ایک نامور ماہر لسانیات کے ناطہ سے علمی دنیا میں معروف تھے۔ آپ کا یہ شعر عجز و انکسار ظاہر کر رہا تھا۔ چنانچہ مولانا ظفر محمد صاحب ظفر نے آپ کے مقام و شخصیت کے بارہ میں فی البدیہہ فرمایا۔

باقی صـ ۱۲۸ پر

تحقیق اُمّ الالسنہ

# حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصنیفات کی تفصیل

| | نام کتاب | صفحات |
|---|---|---|
| ۱۔ | سنسکرت | ۲۷۱ |
| ۲۔ | انگلش (پیپر بیک) | ۳۵۱ |
| ۳۔ | انگلش (مجلّد) | ۳۵۱ |
| ۴۔ | اطالوی　فروری ۱۹۶۵ء | ۵۰ |
| ۵۔ | جاپانی　ریویو جون ۱۹۶۴ء | ۶۵ |
| ۶۔ | ڈچ اور سویڈش (۲ زبانیں) ریویو ۱۹۶۵ء | ۶۱ |
| ۷۔ | تبتی　ریویو مئی ۱۹۶۷ء | ۳۲ |
| ۸۔ | قدیم مصری ۔ کلرین ۔ اکاڈین اور بنتو (چار زبانیں) ریویو مارچ ۔ اپریل ۱۹۷۸ء | ۷۷ |
| ۹۔ | یوروبا (یہ دونوں زبانیں | ۱۶۵ |
| | ہاؤسہ نائیجیریا میں چھپی) | ۱۳۶ |
| ۱۰۔ | ARABIC THE SOURSE OF ALL LANGUAGES | ۳۱۱ |
| ۱۱۔ | صومالی SOMALI | ۱۲۰ |
| ۱۲۔ | طوی TWI | ۶ |
| ۱۳۔ | ATESO (یوگنڈا) | ۳۸ |
| ۱۴۔ | لوگنڈا LUGANDA | ۳۳ |
| ۱۵۔ | RUNYAN KORE | ۹۴ |
| ۱۶۔ | سواحیلی | ۱۲ |
| ۱۷۔ | TARAHUMARA | ۱۴ ٹائپ شدہ |
| ۱۸۔ | فجی زبان | ۷۰ 〃 〃 |
| ۱۹۔ | قدیم آسٹریلیا کے باشندوں کی زبانیں | ۷۳ 〃 〃 |
| ۲۰۔ | چینی | ۱۸۰ 〃 〃 |
| ۲۱۔ | انڈونیشیا | ۱۳۳ 〃 〃 |
| ۲۲۔ | پالی | ۱۰۰ 〃 〃 |
| ۲۳۔ | نیپالی | ۱۶۶ 〃 〃 |
| ۲۴۔ | بنگالی | ۲۵۶ 〃 〃 |
| ۲۵۔ | گجراتی | ۲۶ 〃 〃 |
| ۲۶۔ | تلیگو TLEGU | ۳۰ 〃 〃 |
| ۲۷۔ | مرہٹی | ۳۰ 〃 〃 |
| ۲۸۔ | پنجابی | ۱۷۷ 〃 〃 |
| ۲۹۔ | ترکش | ۷۸ 〃 〃 |
| ۳۰۔ | تامل | ۹ 〃 〃 |
| ۳۱۔ | ہندی | ۵۶ 〃 〃 |
| ۳۲۔ | پرشین (فارسی) | ۳۰۲ 〃 〃 |

| نام کتاب | | صفحات | نام کتاب | | صفحات |
|---|---|---|---|---|---|
| ۳۳۔ اسپرنٹو | | ۸۰ ٹائپ شدہ | ۴۰۔ پرتگالی | | ۱۲۰ ٹائپ شدہ |
| ۳۴۔ ویلش | | ۷۶ " " | ۴۱۔ پولش | POLISH | 119 " " |
| ۳۵۔ فرنچ | | ۸۶ " " | ۴۲۔ سپینش | | ۴۵ " " |
| ۳۶۔ گریک (یونانی) | | ۴۲۸ " " | ۴۳۔ زیکو | CEZSKO | ۷۴ " " |
| ۳۷۔ سربین | SERBIAN | ۳۵۷ " " | ۴۴۔ یوگوسلاوین | | ۲۴۹ " " |
| ۳۸۔ رشین | RUSSIAN | ۵۷ " " | ۴۵۔ جرمن | | ۳۴۴ " " |
| ۳۹۔ عبرانی | HEBREW | ۸۰ " " | ۴۶ لاطینی | | |

مندرجہ بالا تحقیق ام الالسنہ دنیا بھر کی ۵۱ زبانوں پر حاوی ہے۔ ابھی تک بہت سارے مسودات شائع نہیں ہوئے۔ ۲۲ مسودات نظارت اشاعت میں موجود ہیں۔

بقیہ: ایمان افروز یادیں

ایسے ہیں آپ جامعہ والوں کے سامنے
جیسے مہِ تمام ہلالوں کے سامنے

اس طرح حضرت شیخ صاحب کی کسرِ نفسی کے بالمقابل آپ کا مقام و مرتبہ اور عظمت اُجاگر کیا گیا۔

اسی نقطۂ نگاہ سے آپ کے دل میں اہلِ علم سے محبت اور قدر دانی بھی نظر آتی ہے۔ آپ کا ایک مکتوب محترم والد صاحب کے علمی اثاثہ سے ملا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ خود ایک جیّد عالم ہوتے ہوئے اپنے ہم عصر علماء و اساتذہ سے علمی خط و کتابت کرتے تھے۔ حضرت شیخ صاحب کا یہ خط مندرجہ ذیل ہے

"۱۔ وہ میں ممنون ہونگا اگر آپ تین چار یا چند صفحے کا ایک نوٹ اشتقاقِ صغیر اور اشتقاقِ کبیر کے متعلق لکھ کر مجھے ارسال فرمائیں۔ حروفِ تہجی کی تاثیر کے متعلق بھی ذکر ہو۔

۲۔ منن الرحمٰن میں حضور نے عربی زبان کے روٹ ۲۷ لاکھ کے قریب لکھے ہیں۔ مجھے سیوطی کا حوالہ معلوم ہے کہ تمام لغات ہم تک نہیں پہنچے۔ لیکن موجودہ لغت اور ۲۷ لاکھ میں کوئی نسبت نہیں۔ حضور کا منشاء ۲۷ لاکھ سے کیا ہے۔ تا امکان واضح فرمائیں۔"

محمد احمد مظہر ۵۸-۶-۲۷

علماء سلسلہ کے ساتھ حضرت شیخ صاحب کا تعلق آپ کی شخصیت میں نکھار پیدا کرتا ہے۔ بلاشبہ علمی دنیا کا وہ ایک عظیم انسان تھا جس نے قرآنی صداقتوں کو ثابت کیا۔

# حضرت شیخ صاحب اپنے رفقائے کار کیساتھ








حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کا انٹرنیشنل اعزاز ــــ احباب جماعت احمدیہ فیصل آباد کے ساتھ